فیض المنعم

شرح اردو

مقدمہ مسلم

الامام الحافظ الحجۃ مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری

شارح
حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالن پوری
استاذ ... دیوبند

Website::ahmadumarmiana.wordpress.com
::mianalibrary.weebly.com
Email:: kingofusa481@gmail.com
asianfighters123@gmail.com
Mobile#03058687918
03155335445
03474737404

مکتبہ ... کراچی
...۵۰۲۵۴۴۶

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات، وافضلُ الصلوات وأیمنُ البرکات علی منبع الجود وسید الکائنات، وعلیٰ آلہ وصحبہ وعُلماء امتہ الذین ھم عینُ اعیان الموجودات۔ امابعد!

اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے اس جہول کیلئے ۱۴۰۲ھ میں ازہر الہند دار العلوم دیوبند میں مسلم شریف پڑھانے کی سعادت مقدر فرمائی، جب سبق شروع کیا گیا تو مقدمہ پڑھاتے وقت اپنی ضرورت کے لئے متفرق کاغذات پر عبارت کا ترجمہ لکھ لیا، اس وقت مقصد صرف کتاب کو ذہن نشین کرنا تھا۔ اگلے سال کتاب بدل گئی اور وہ منتشر اوراق کتاب میں رکھے رہے، ۱۴۰۴ھ میں فاضل گرامی جناب مولانا خورشید انور گیاوی سلمہٗ نے اپنی ضرورت کے لئے ان متفرق پرچوں سے پورا ترجمہ ایک کاپی میں نقل کرلیا، یہ کاپی میرے پاس محفوظ تھی مگر طباعت کا کبھی خیال نہیں آیا، پھر ۱۴۰۷ھ میں جدّہ کے ایک طالب علم مولوی محمد غامدی نے اور دار العلوم کے ایک استاذ جناب مولانا محمد امین صاحب پالن پوری نے مجھ سے مسلم شریف کا مقدمہ پڑھا، اس وقت میں نے اس ترجمہ پر نظر ثانی کی اور اس کی افادیت کا احساس ہوا، مگر طباعت کا خیال اس لئے پیدا نہیں ہوا کہ اس درمیان میں مقدمۂ مسلم کی دو قابلِ قدر شرحیں بازار میں آچکی تھیں۔ پہلے جناب مولانا محمد غانم صاحب دیوبندی (فاضل دار العلوم دیوبند وفاضل جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا) نے "ایضاح المسلم" کے نام سے شرح لکھی، پھر دار العلوم دیوبند کے استاذِ حدیث جناب مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی زید مجدہ نے "نعمت المنعم" کے نام سے شرح تحریر فرمائی، ایک اردو شرح پہلے سے بھی موجود تھی جو دہلی کے ایک اہل حدیث عالم کی تحریر فرمودہ ہے اور ابھی حال میں پاکستان سے بھی ایک اردو شرح آگئی ہے، اس لئے ان شروح کی موجودگی میں ترجمہ کی طباعت کا خیال ایک بے معنیٰ سی بات تھی۔

مگر امسال میرے بعض دوستوں کا اور طلبۂ عزیز کا اصرار ہوا کہ ترجمہ شائع کیا جائے، ان کے خیال میں کتاب حل کرنے کے لئے ابھی کام کی ضرورت تھی، چنانچہ جب طباعت کی غرض سے ترجمہ پر نظر ڈالی گئی تو محسوس ہوا کہ صرف ترجمہ کتاب حل کرنے کیلئے کافی نہیں ہے، مزید کام کرنے کی ضرورت ہے اس لئے از سر نو کام

شروع کیا گیا اور جو کچھ ہوسکا وہ طلبۂ عزیز کی خدمت میں پیش ہے۔

میں نے شرح لکھتے ہوئے اس بات کا التزام کیا ہے کہ بات صرف کتاب کی حد تک موقوف رکھی جائے، دیگر مفید مضامین سے تعرض نہ کیا جائے اور معالم طریق یعنی عناوین کتاب کا اضافہ کیا جائے کیونکہ اس سے کتاب سمجھنے میں مدد ملتی ہے، اور سب سے اہم چیز عبارت کا حل تھی جس کے لئے عبارت کی تحلیل وترکیب ضروری تھی چنانچہ شرح اس طرح مرتب کی گئی ہے کہ پہلے ایک عنوان قائم کیا گیا ہے، عنوان کے تحت اپنے الفاظ میں امام مسلم رحمہ اللہ کا مدعی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، پھر امام مسلم رحمہ اللہ کی عبارت لکھی گئی ہے، اسکے بعد "درسی ترجمہ" ہے پھر حل لغات اور آخر میں ترکیب دی گئی ہے ـــــ ترکیب شرح مأتہ عامل والی نہیں کی گئی ہے وہ مبتدی طلبہ کیلئے تو مفید ہے مگر منتہی طلبہ کو بور کردیتی ہے، اسلئے عبارت کی تحلیل کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے تاکہ طلبہ دلچسپی کیساتھ اسکو دیکھیں۔

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ ترکیب مقصود بالذات چیز نہیں ہے۔ اگر ابتدائی تقریر پڑھ کر عبارت از خود یا ترجمہ کی مدد سے سمجھ میں آجائے تو ترکیب پڑھنے کی حاجت نہیں ہے، ترکیب صرف دو قسم کے طلبہ کیلئے مفید ہے ایک کم سواد کیلئے اور دوسرے اذکیا کیلئے ـــــ دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہئے کہ بعض جگہ متعدد ترکیبی احتمالات ہوتے ہیں اور سب صحیح ہوتے ہیں، ایسی جگہ جو راجح ترکیب سمجھ میں آئی ہے صرف وہ لکھی گئی ہے تمام احتمالات نہیں لکھے گئے ہیں۔

الغرض اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ کتاب کسی طرح طلبۂ عزیز کے قابو میں آجائے، اگر میں اپنے اس مقصد میں کسی درجہ کامیاب ہوسکا ہوں تو زہے قسمت! ورنہ کتابوں کے انبار میں ایک درکا اضافہ سہی!

اس موقع پر ناسپاسی ہوگی اگر میں حبیب مکرم جناب مولانا خورشید انور گیاوی سلمہ سابق معین المدرسین دار العلوم دیوبند اور محب مکرم جناب مولانا سیف اللہ صاحب سہرساوی سلمہ معین المدرسین دار العلوم دیوبند کا تذکرہ نہ کروں ان دونوں دوستوں نے شرح کی تسوید وتبییض میں بڑی مدد کی ہے، دونوں ہونہار فضلاء نے شرح کا ایک ایک لفظ بامعانِ نظر پڑھا ہے اور جہاں جہاں کوئی مشورہ دیا ہے وہاں میں نے اصلاح یا تبیین وتشریح کی ہے، کتاب کی ترکیب بھی دونوں حضرات نے دیدہ ریزی سے جانچی ہے اللہ تعالی دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائیں اور انکے علم وعمل میں ترقی عطا فرمائیں (آمین)

دلی خواہش ایک تفصیلی مقدمہ لکھنے کی بھی تھی مگر مشغولیت مانع بنی اور کتاب کا حل اس پر موقوف بھی نہیں ہے بہرحال جو کچھ بن پڑا پیش خدمت ہے ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را ؛ تو دانی حساب کم وبیش را

اللہ تعالی اس حقیر محنت کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرمائیں، وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری
خادم دار العلوم دیوبند
۱۰ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

امام مسلمؒ اور مسلم شریف

نام ونسب نام نامی مسلم، کنیت ابوالحسین، لقب عساکرالدین، والد ماجد کا نام حجّاج، دادا کا نام بھی مسلم، پردادا کا نام وَرْد، اور جدّ اعلیٰ کا نام کوشاذ، وطنی نسبت نیشاپوری اور خاندانی نسبت قُشَیری ہے ـــــ قُشَیر عرب کا مشہور قبیلہ ہے، مگر حضرت امام غالباً عجمی نژاد تھے پردادا اور جدّ اعلیٰ کے نام اس کا واضح قرینہ ہیں، اس لئے قبیلۂ قشیر کی طرف نسبت غالباً ولاء کی وجہ سے ہے جس طرح امام بخاری رحمہ اللہ کی نسبت جُعفی ولاء کی وجہ سے ہے قال الذھبی: لعلّہ من موالی قشیر [illegible]

ولادت ووفات آپ کی ولادت خُراسان کے دارالسلطنت نیشاپور میں ۲۰۴ھ میں ہوئی اسی سال امام شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی تھی ـــــ اور آپ کی وفات ۲۵ رجب ۲۶۱ھ (۸۷۵ء) اتوار کی شام کو ہوئی اور پیر کے دن نیشاپور میں تدفین عمل میں آئی، اس طرح آپ نے کل ستاون ۵۷ بہاریں دیکھیں، آپ کی وفات انہماک حدیث کا ایک عبرت انگیز واقعہ ہے، کہتے ہیں کہ آپ ایک حدیث کی تلاش میں منہمک تھے، سامنے کھجوروں کا ٹوکرہ تھا، ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور حدیث تلاش کرتے رہے، اِدھر ٹوکرہ صاف ہوا، اُدھر حدیث مل گئی، لیکن کھجوروں کی زیادتی موت کا سبب بن گئی۔

اساتذہ آپ کے اساتذہ بے شمار ہیں، صحیح مسلم میں جن اساتذہ کی روایتیں درج فرمائی ہیں ان کی تعداد دو سو بیس ۲۲۰ ہے، چند مشہور اساتذہ یہ ہیں، امام احمد بن حنبل، امام

لـه حالات کیلئے ملاحظہ فرمائیں أعلام (زِرِکلی) ص ۲۲۱ ج ۷ مطبوعہ ۱۹۸۰ء تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) ص ۵۸۸–۵۹۰ ج ۲ و ۱۰، سیر اعلام النبلاء (ذہبی) ص ۵۵۷ ج ۱۲۔ البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ص ۳۳–۳۵ ج ۱۱، تاریخ بغداد (خطیب) ص ۱۰۰–۱۰۴ ج ۱۳، تاریخ ابن خلکان ص ۹۱ ج ۲، تہذیب التہذیب (حافظ ابن حجر) ص ۱۲۶ ج ۱۰، تقریب التہذیب (حافظ ابن حجر) ص ۲۲۵ ج ۲، طبقات الحنابلہ ص ۳۳۷ ج ۱، جامع الاصول ص ۱۸۷ ج ۱، تذہیب التہذیب ص ۳۶ ج ۴، النجوم الزاہرۃ ص ۳۳ ج ۳، خلاصہ تذہیب الکمال ص ۳۷۵، شذرات الذہب ص ۱۴۴ ج ۲، طبقات الحفاظ ص ۲۶۰، الجرح والتعدیل ص ۱۸۲ ج ۸، المنتظم (ابن جوزی) ص ۳۲ ج ۵، العبر فی خبر من غبر (ذہبی) ص ۲۳ ج ۲۔ تہذیب الکمال (مزی) ص ۱۳۲۲ ج ۳، اللباب ص ۳۸ ج ۳، کشف الظنون ص ۵۵۵ ج ۱، ظفر المحصلین، از مولانا محمد [illegible] گنگوہی۔ حالات المصنفین، از مولانا محمد عثمان معروفی۔

اسحق بن راہویہ، امام دارمی، امام بخاری، امام ذہلی، امام علی بن المدینی، امام سعید بن منصور (صاحب السنن) امام ابو بکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ، زہیر بن حرب، حرملۃ بن یحیی، حجاج بن الشاعر امام ابوزرعہ اور عبداللہ بن مسلمہ قعنبی وغیرہ

تلامذہ تلامذہ بھی بے شمار ہیں، چند مشہور نام یہ ہیں، امام ترمذیؒ، صالح بن محمد جزرۃ، ابن ابی حاتم، امام ابن خزیمہ اور حافظ ابوعوانہ وغیرہ۔

اسفار آپ نے علم حدیث کی تحصیل ۲۱۸ھ میں شروع فرمائی اور مملکت اسلامیہ کے ایک ایک شہر کی خاک چھانی، حجاز مقدس، مصر، شام، عراق کے اسفار کئے اور سینکڑوں محدثین کبار سے استفادہ کیا، ۲۲۰ھ میں حج کیا، جب کہ آپ امرد تھے اور مکہ مکرمہ میں قعنبی سے حدیث شریف سنی، عبداللہ قعنبی آپ کے حدیث کے سب سے پہلے استاذ ہیں۔

خراج عقیدت اکابر امت نے ہمیشہ امام مسلم رحمہ اللہ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے، امام مسلم کے دوست محدث احمد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوزرعہ رازی اور امام ابوحاتم رازی کو دیکھا ہے کہ وہ امام مسلم کو صحیح حدیثوں کے پہچاننے میں اپنے زمانے کے محدثین پر ترجیح دیا کرتے تھے، امام ذہبی نے سِیَرُ اَعلامِ النُّبَلاء میں آپ کا تذکرہ نہایت وقیع الفاظ سے شروع کیا ہے، فرماتے ہیں، ھو الامام الکبیر، الحافظ المجوّد، الحجۃُ الصادق، حضرت اسحاق بن راہویہ (امام مسلم کے استاذ) نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اَیُّ رجلٍ یکونُ ھذا ؟ ! معلوم نہیں یہ شخص کس درجہ پر پہنچے گا ! حافظ ابوقریش فرماتے ہیں کہ حُفّاظ الدنیا چار ہیں، رَیّ میں ابوزرعہ، نیشاپور میں امام مسلم، سمرقند میں امام دارمی، اور بخارا میں امام بخاری رحمہم اللہ۔ حضرت اسحاق کوسج نے ایک بار امام مسلم سے فرمایا تھا کہ لن نَعدَمَ الخیرَ ما ابقاک اللہ للمسلمین؛ تمھاری حیات تک ہم خیر سے محروم نہیں ہوں گے۔

تصانیف امام مسلم رحمہ اللہ کی بیس سے بیش تصانیف ہیں، مگر آپ کا زندۂ جاوید کارنامہ صحیح مسلم شریف ہے، اس کے علاوہ المسند الکبیر، الجامع (مرتب علی الابواب) الکُنیٰ والاسماء (۳۵ ورق کا رسالہ ہے اور ۱۲۸۳ھ کا مخطوطہ دمشق کے کتب خانہ ظاہریہ میں ہے) الافراد والوحدان، الاقران، مشائخ الثوری، تسمیۃ شیوخ مالک وسفیان وشعبہ، کتاب المخضرمین، کتاب

ف: امام ترمذیؒ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی سند سے ایک حدیث سنن ترمذی ص ۸۲ ج ۱ میں روایت کی ہے۔ ۲:

اولاد الصحابہ، اوہام المحدثین، الطبقات، افرادات مبین، التمییز، العلل، سوالات احمد بن حنبل، کتاب حدیث عمرو بن شعیب، کتاب الانتفاع باہب السباع وغیرہ آپ کی معروف تصنیفات ہیں۔

مسلم شریف امام مسلم رحمہ اللہ کا اپنا بیان ہے کہ انھوں نے تین لاکھ مسموع حدیثوں میں سے انتخاب کرکے صحیح مسلم شریف تیار کی ہے، آپ نے یہ کتاب پندرہ سولہ سال میں تصنیف فرمائی ہے اس میں مع مکررات بارہ ہزار حدیثیں ہیں، غیر مکرر حدیثوں کی تعداد ۳۰۳۳ ہے۔
محدث احمد بن سلمہ کا تعاون امام مسلم رحمہ اللہ کو صحیح مسلم کی تصنیف میں حاصل رہا ہے، کتاب تیار کرکے امام ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی تھی اور ابو زرعہ نے جس جس روایت میں کوئی علت خفیہ بتائی تھی امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کو قلمزد کردیا ہے، اس طرح تائیدا کابر کے بعد یہ کتاب لوگوں کے سامنے پیش کی گئی ہے۔

امتیاز تمام ائمہ اس پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتابیں صحیحین ہیں، اسی لئے تمام امت نے بالاجماع ان کو قبول کیا ہے، پھر مذہب مختار یہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں سے صحیح ترین کتاب بخاری شریف ہے، فوائد و معارف کے اعتبار سے بھی بخاری شریف کو فوقیت حاصل ہے، مگر علمائے مغرب کے نزدیک پہلا نمبر مسلم شریف کا ہے، یہی رائے حاکم ابو عبداللہ کے استاذ حافظ ابو علی حسین بن علی نیشاپوری رحمہ اللہ کی ہے، ان کا مشہور جملہ ہے کہ ما تحتَ اَدِیمِ السَّمَآءِ کِتَابٌ اَصَحُّ مِن کِتَابِ مُسْلِم (نیلی رواق کے تلے مسلم شریف سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں ہے)
اور اس میں تو کوئی اختلاف ہے ہی نہیں کہ مسلم شریف سے استفادہ بنسبت بخاری شریف کے آسان ہے کیونکہ امام مسلم نے ہر حدیث مناسب موقع پر ذکر فرمائی ہے اور ایک ہی جگہ اس کی تمام سندیں جمع کردی ہیں، متن کے الفاظ کا اختلاف بھی ایک ہی جگہ بیان کیا ہے، چنانچہ طالب علم کو جمع طرق کی وجہ سے روایت فہمی میں بڑی مدد ملتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ بعض مرتبہ حدیث کو ایسی جگہ ذکر فرماتے ہیں کہ ایک طالب علم کی وہاں تک نظر نہیں پہنچتی، پھر روایت کے طرق پوری کتاب میں منتشر ہوتے ہیں اس لئے اسانید کے اختلاف اور متن کے الفاظ کے فرق سے جو علمی فوائد متعلق ہیں ان کو حاصل کرنے میں ایک طالب علم کو بہت دشواری پیش آتی ہے، جبکہ مسلم شریف میں بہت آسانی سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔

مزید برآں حافظ ابن عُقدہ سے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اَعْلَمْ (بڑا) کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ امام بخاری بھی عالم ہیں اور امام مسلم بھی عالم ہیں، سائل بار بار یہی سوال کرتا رہا اور ابن عقدہ یہی جواب دیتے رہے، آخر میں

فرمایا کہ: "امام بخاری رحمہ اللہ سے شامی رُوات کے سلسلہ میں کبھی چوک ہوجاتی ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے رجالِ شام کا علم ان کی کتابوں سے حاصل کیا ہے اس لئے وہ کبھی ایک راوی کو کنیت سے ذکر کرتے ہیں اور اسی کو دوسری جگہ نام سے ذکر کرتے ہیں چنانچہ غلط فہمی سے انکو دُو سمجھ لیا جاتا ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ سے عِلَلِ حدیث میں شاید ہی غلطی ہوتی ہو کیوں کر انھوں نے مسانید (مرفوع متصل حدیثیں) لکھی ہیں مقاطیع (معلق روایات) اور مراسیل اپنی کتاب میں درج ہی نہیں کی ہیں"

امام بخاریؒ سے روایت کیوں نہیں لائے؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا امام بخاری رحمہ اللہ سے عقیدت مندی اور تلمذ کا تعلق تھا اور اس درجہ مستحکم تھا کہ امام مسلم نے اپنے ہم وطن قدیمی استاذ امام محمد بن یحیٰی ذہلی نیشاپوری سے امام بخاری رحمہ اللہ کی خاطر قطع تعلق کرلیا تھا اور ان سے سنی ہوئی تمام روایتیں ان کو واپس کردی تھیں، تاہم امام مسلم اپنی صحیح میں امام بخاری رحمہ اللہ کی سند سے کوئی روایت نہیں لائے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

امام ذہبیؒ نے سیر اعلام النبلاء میں اسکا جواب یہ دیا ہے کہ

ثم ان مسلما لحدة في خلقه، انحرف ايضا عن البخاری ولم يذكر له حديثا ولا سماه في صحيحه۔

بعد میں امام مُسلم اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے (امام ذُہلی کی طرح) امام بخاری رحمہ اللہ سے بھی برگشتہ ہوگئے تھے چنانچہ انھوں نے امام بخاری کی کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور نہ اپنی صحیح میں کسی جگہ امام بخاری رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔

احقر کی ناقص رائے میں یہ بات صحیح نہیں ہے، امام ذہبی نے تعلقات خراب ہونے کی جو دلیل بیان کی ہے وہ حدیث معنعن کا مسئلہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے مقدمہ میں ثبوتِ لقاء کی شرط لگانے کے سلسلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ پر جو سخت رد کیا ہے وہ باہمی تعلقات کے خراب ہوجانے کی واضح دلیل ہے ———— مگر احقر کے نزدیک یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے امام مسلم رہ نے ثبوت لقاء کی شرط کے سلسلہ میں امام بخاری یا امام علی بن المدینی پر رد کیا ہی نہیں ہے، یہ دونوں بزرگ امام مسلم رحمہا اللہ کے استاذ ہیں، بلکہ نامعلوم اشخاص پر رد کیا ہے، جن کے نام اب تاریخ کے اوراق میں محفوظ نہیں ہیں، (تفصیل کتاب کے آخر میں آرہی ہے)

بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ سے روایت نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں

(۱) امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اس کا التزام کیا ہے کہ صحیحین میں متفق علیہ سندیں ہی درج فرمائیں، چنانچہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند صحیحین میں نہیں لائے ہیں کیونکہ اس کو بعض محدثین منقطع سمجھتے ہیں، اسی طرح حسن عن سمرہ کی سند بھی نہیں لی ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک موقع پر اس بات کا اظہار فرمایا تھا، آگے راوی کی زیادتی معتبر اور غیر معتبر ہونے کی بحث میں امام مسلم رحمہ اللہ کا قول آرہا ہے کہ صحیحین میں صرف وہ حدیثیں لی گئی ہیں جن کی صحت پر اجماع ہے، پس جن رجال کے سلسلہ میں اختلاف تھا ان کی سندوں سے احتراز کیا گیا ہے، امام ذہلی کے بارے میں کچھ حضرات (جو امام بخاری رحمہ اللہ کے حامی تھے) بدظن تھے اس لئے ان کی روایت بھی امام مسلم رحمہ اللہ نے نہیں لی ہے، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں بھی کچھ حضرات (جو امام ذہلی کے معتقد تھے) بدظن تھے اس لئے امام بخاری کی روایت بھی امام مسلم رحمہ اللہ نے نہیں لی ہے، تاکہ امام مسلم کی کتاب کو لوگ بالاتفاق قبول کریں[1]۔

(۲) جو معاصر محدثین صاحب تصانیف ہیں چونکہ ان کی سندیں ان کی کتابوں میں جمع شدہ ہیں، اس لئے دوسرا محدث ان کے تذکرہ سے احتراز کرتا تھا تاکہ تکرار نہ ہو، اور افادۂ مزید کے خیال سے ایسے اساتذہ کی سندیں لکھتا تھا جو صاحب تصانیف نہیں ہیں یا ان کی تصنیفات متداول نہیں ہیں، چنانچہ امام ترمذی نے باوجود گہری عقیدت کے امام بخاری رحمہ اللہ کی سند سے ترمذی شریف میں چند ہی حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

مُسْتَخْرَجَات مسلم شریف کی سندیں عالی نہیں ہیں اس لئے نیشاپور وغیرہ کے بعض محدثین نے مسلم شریف پر مستخرجات لکھے ہیں، مسلم شریف پر تقریباً بیس مستخرجات لکھے گئے ہیں، مستخرج میں محدث اپنی سند سے اسی حدیث کو روایت کرتا ہے جو امام

---

[1] امام بخاری رحمہ اللہ امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمہ اللہ سے اختلاف کے باوجود ان کی حدیث صحیح بخاری میں لائے ہیں مگر صرف "حدثنا محمد" کہا ہے صاف نام ظاہر نہیں کیا ہے، یہ احتیاط اس لئے کی ہے تاکہ بعض لوگ بخاری شریف سے برگشتہ نہ ہوجائیں ——— مگر اس طرز عمل کا نقصان یہ ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ پر تدلیس کا الزام لگ گیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ بھی اساتذہ کا نام چھپاتے ہیں، اس لئے بے خطر روش وہ ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے اختیار کی ہے۔ ۱۲

مسلم رحمہ اللہ نے لکھی ہے مگر وہ اپنی سند امام مسلم کے شیخ یا شیخ الشیخ سے ملاتا ہے اور سند کو عالی کرنے کی کوشش کرتا ہے، ان مستخرجات میں سب سے زیادہ مشہور مستخرج محدث ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی کا مستخرج ہے، باقی مستخرجات گمنام ہیں۔

اخلاص کی برکت امام مالک رحمہ اللہ کی مؤطا کے جواب میں بہت سی موطائیں لکھی گئی تھیں، جب امام مالک رحمہ اللہ کو ان کا علم ہوا تو فرمایا کہ مستقبل تبلائیگا کہ کس کے کام میں اخلاص ہے!۔ چنانچہ آج لوگ سوائے موطا مالک کے کسی اور موطا کا نام تک نہیں جانتے، ٹھیک یہی صورت صحیح مسلم کے ساتھ بھی پیش آئی، وہ تمام مستخرجات جو صحیح مسلم کے جواب میں لکھے گئے تھے دو چار کے علاوہ آج اہل علم ان کا نام بھی نہیں جانتے اَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ! اللہ تعالیٰ امام مسلم رحمہ اللہ کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں، آمین

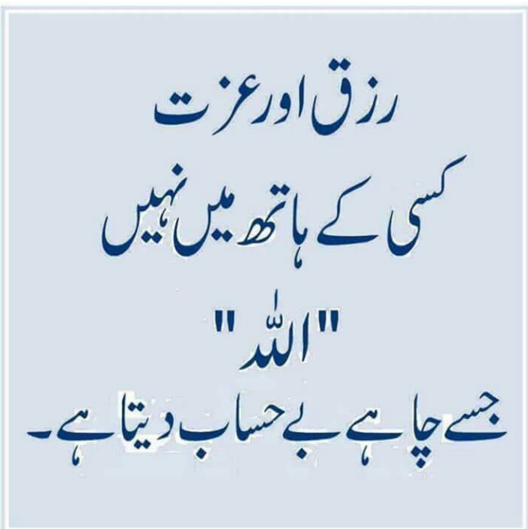
شروح وحواشی مسلم شریف کی متعدد شروح اور حواشی تحریر فرمائے گئے ہیں، ذیل میں چند مشہور متعلقات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

① المعلم بفوائد کتاب مسلم، از ابو عبداللہ محمد بن علی مازری (متوفی ۵۳۶ھ)
② اکمال المعلم بفوائد کتاب مسلم، از قاضی عیاض بن موسی یحصبی، مالکی (متوفی ۵۴۴ھ)
③ المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم، از ابو العباس احمد بن عمر قرطبی (متوفی ۶۵۶ھ)
④ المنہاج شرح مسلم بن الحجاج، از ابو زکریا یحیی بن شرف نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ)
(نوٹ) علامہ شمس الدین محمد بن یوسف قونوی حنفی (متوفی ۷۸۸ھ) نے امام نوویؒ کی شرح کی تلخیص کی ہے۔
⑤ اکمال اکمال المعلم۔ از، ابو عبداللہ محمد بن خلیفہ وشتانی، اُبی، مالکی (متوفی ۸۲۸ھ)
(نوٹ) اُبیؒ کی شرح شروح اربعہ مذکورہ مازریؒ، عیاضؒ، قرطبیؒ اور نوویؒ کی جامع اور زیادات کثیرہ مفیدہ پر مشتمل ہے اور مطبوع ہے
⑥ الدیباج، از۔ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی شافعی (م ۹۱۱ھ)
(نوٹ) علامہ علی بن سلیمان دمناتی بجمعوی (متوفی ۱۳۰۶ھ) نے حاشیہ سیوطی کی تلخیص کی ہے جس کا نام وشی الدیباج ہے۔
⑦ حاشیۃ السندی۔ از۔ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبدالہادی تتوی، سندی، حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ)

⑧ فتح الملہم بشرح صحیح الامام مسلم۔ از فضل اللہ شبیر احمد عثمانی، دیوبندی، حنفی۔
(نوٹ) اس کا تکملہ جناب مولانا محمد تقی عثمانی لکھ رہے ہیں جس کی دو جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔
⑨ الحل المفہم، درسی امالی از حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی حنفی (جامع حضرت مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلویؒ)
(نوٹ) جناب مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے یہ شرح دو جلدوں میں ایڈٹ کی ہے۔
⑩ المفہم شرح غریب مسلم، از عماد الدین عبدالرحمن بن عبدالعلی فارسی (متوفی ۵۲۹ھ)
⑪ شرح ابی الفرج عیسی بن مسعود زواوی (متوفی ۷۴۴ھ) شارح نے معلم، اکمال، مفہم اور منہاج کو جمع کیا ہے۔
⑫ منہاج الابتہاج بشرح مسلم بن الحجاج، از شہاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی شافعی (متوفی ۹۲۳ھ)
⑬ شرح مولانا علی قاری ہروی مکی حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ)
⑭ شرح زوائد مسلم علی البخاری، از سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن شافعی (متوفی ۸۰۴ھ)
⑮ السراج الوہاج۔ از نواب محمد صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ)
(نوٹ) امام منذری نے مسلم شریف کا اختصار کیا ہے نواب صاحب نے اسی کی شرح کی ہے
⑯ مُعلم ترجمہ اردو مسلم۔ از مولانا وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی (متوفی ۱۳۳۸ھ)

ان کے علاوہ اور بھی متعدد عربی اور اردو شروح وحواشی مسلم شریف پر لکھے گئے ہیں۔ اختصار کے خیال سے ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے، اللہ تعالیٰ تمام بزرگوں کو ان کی خدمت کا امت کی طرف سے بہترین صلہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

کیا مقدمہ صحیح کا جزء ہے؟ مقدمۂ مسلم، صحیح مسلم کا من وجہ جزء ہے اور من وجہ جزء نہیں ہے، علماء کرام مرویات مسلم فی الصحیح اور مرویات مسلم فی المقدمہ میں فرق کرتے ہیں، فن اسماء الرجال میں بھی فرق کیا گیا ہے، رُوات مسلم کے لئے رمز م اور رُوات مقدمہ کے لئے رمز مق استعمال کیا گیا ہے، دونوں کا موضوع بھی علیحدہ علیحدہ ہے، صحیح مسلم کا موضوع صرف احادیث مرفوعہ متصلہ کی تخریج ہے اور مقدمہ کا موضوع عام ہے، علامہ ابن القیم کتاب الفروسیۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔
مُقدمۃ مسلم لم یشترط فیھا ما شرطہ امام مسلمؒ نے مقدمۂ مسلم میں ان شرائط کا لحاظ نہیں کیا



فی الکتاب من الصحۃ، فلہا شأن، ولسائر کتابہ شأن آخر ولا یشک اہل الحدیث فی ذلک (بحوالہ اجوبۂ فاضلہ ۲۳۰ و ۲۳۰)

جو صحیح مسلم میں ملحوظ ہیں، مقدمہ کی صورت حال اور ہے اور باقی کتاب کی صورتِ حال اور ہے، محدثین کو اس معاملہ میں کوئی شک نہیں ہے (یعنی سب یہ بات تسلیم کرتے ہیں)

مقدمہ کے جز کتاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ یہ مقدمہ ہے اس لئے جس طرح مقدمۃ الجیش، جیش کا جز ہوتا ہے، مقدمۃ الکتاب کو بھی کتاب کا جز ہونا چاہئے ـــــ اور جز نہ ہونے کی دلیل مذکورہ بالا دلیلوں کے علاوہ یہ بھی ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے مقدمہ کو اس طرح ختم کیا ہے جس طرح کوئی مستقل کتاب ختم کیجاتی ہے یعنی حمد و صلوٰۃ پر مقدمہ کو ختم کیا ہے، پھر کتاب الایمان کو مستقل کتاب کی طرح شروع کیا ہے چنانچہ آغاز میں بعون اللہ نبتدئ الخ تحریر فرمایا ہے، اسلئے مقدمہ من وجہ جزء ہے، من وجہ جز نہیں ہے۔

مسلم شریف کے تراجم ابواب | تمام کتب حدیث کے برخلاف امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں تراجم ابواب نہیں لکھے ہیں مگر کتاب کے مطالعہ سے علماء نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے ذہن میں کتاب لکھتے وقت تراجم ابواب تھے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام مسلم رحمہ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تراجم کو معہود ذہنی کیوں رکھا ہے، کتاب میں کیوں نہیں لکھا ہے؟! اس سوال کا کوئی قطعی جواب دینا مشکل ہے، علام الغیوب ہی حقیقتِ حال بہتر جانتے ہیں، علماء نے درجۂ احتمال میں مختلف وجوہ بیان کی ہیں، مثلاً کتاب کا حجم بڑھ جانے کے اندیشہ سے ایسا کیا ہوگا، مگر یہ تاویل بارد ہے یا مثلاً تجرید کے خیال سے ایسا کیا ہوگا یعنی کتاب میں صرف مرفوع حدیثیں ہوں اور کچھ نہ ہو اس خیال سے ایسا کیا ہوگا، یہ بات ایک درجہ معقول ہے، اور ایک سبب جمع طرق بھی ہو سکتا ہے یعنی امام مسلم چونکہ ہر حدیث کی تمام سندیں اور متن کے الفاظ کا اختلاف ایک ہی جگہ بیان کرنا چاہتے ہیں اور تراجم ابواب اس مقصد میں الجھن پیدا کر سکتے ہیں کیونکہ بعض مرتبہ متن میں ایسا اختلاف ہوتا ہے جو ایک باب کے تحت نہیں لایا جا سکتا اس کیلئے متقابل ابواب قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو جمع طرق کے مقصد کو فوت کردیتے ہیں، اسلئے امام مسلم رحمہ نے کتاب میں تراجم رکھے ہی نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔

موجودہ تراجم | مسلم شریف میں جو تراجم حاشیہ پر لکھے ہوئے ہیں وہ امام نوویؒ کے لکھے ہوئے ہیں ان تراجم کے بارے میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہٗ کی رائے یہ ہے کہ یہ تراجم کتاب کا حق ادا نہیں کرتے ہیں اور صحیح مسلم شریف اس جہت سے خدمت کی محتاج ہے (مقدمہ فتح الملہم ص۱) ـــــ حضرت علامہ کی رائے صحیح ہے ہماری ناقص رائے میں امام نووی کے تراجم ان کی شافعیت سے بھی متاثر ہیں، اللہ کرے مردے از غیب بروں آید و کارے کند!

وما ذلک علی اللہ بعزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للہِ ربِّ العالمین، وَالعاقبۃُ لِلمتقین. وصَلَّی اللہُ علی محمدٍ خاتَمِ النَّبِیّینَ، وعلی جمیعِ الأنبیاءِ وَالمُرسَلین.

ترجمہ:- تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، جو جہانوں کے پالنہار ہیں۔ اور اچھا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بے پایاں رحمتیں نازل فرمائیں (حضرتِ) محمد (ستودہ صفات) پر، جو سب نبیوں کے ختم پر ہیں ـــــ اور تمام نبیوں اور رسولوں پر۔

حمد باری سے آغاز کی وجہ | قرآن کریم کا آغاز حمد باری سے ہے۔ حدیث شریف میں بھی فرمایا گیا ہے کہ 'کلُّ أمرٍ ذی بالٍ، لا یُبدَأُ فیہ بالحمدِ، فہو أقطعُ' (جو بھی اہم کام حمد باری سے شروع نہ کیا گیا ہو، وہ دست بریدہ (بے برکت) ہے[1]) اس لئے حضرت امام رحمہ اللہ نے حمد باری تعالیٰ سے کتاب شروع فرمائی ہے۔

صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ | امام مسلم رحمہ اللہ پر ایک اعتراض کیا گیا ہے۔ اور حیرت اس پر ہے کہ امام نوویؒ نے اس کو وزنی سمجھا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ امام صاحب نے صرف صلوٰۃ پر کیوں اکتفا فرمائی، جب کہ قرآن کریم میں صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (اے ایمان والو! آپ پر رحمت بھیجا کرو، اور خوب سلام بھیجا کرو)

یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ صرف صلوٰۃ پر یا صرف سلام پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔ البتہ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دونوں کو جمع کیا جائے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار (ص۱۰ ج۱)

---

[1] رواہ ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب خطبۃ النکاح، وابو داؤد کتاب الادب، باب الہدی فی الکلام ص۶۶۱ ج۲ قال السندی: الحدیث قد حَسَّنَہٗ ابن الصلاح، والنووی وَأخرجہٗ ابن حبان فی صحیحہ، والحاکم فی المستدرک امام اس حدیث کے راوی قُرَّۃ بن عبد الرحمٰن مسلم شریف اور سنن اربعہ کے راوی ہیں اور اس حدیث کے [illegible] واسناد میں متفرد نہیں ہیں بلکہ سعید بن عبد العزیز تنوخی، دمشقی متابع موجود ہیں۔ سعید کی روایت امام نسائی نے کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں ذکر فرمائی ہے۔ سعید ثقہ، بڑے امام، امام اوزاعی کے ہم پلہ، بلکہ ان سے بھی مضبوط راوی ہیں۔ (تحفۃ الاشراف مزّی ص۱۴۱ ج۱۱)

میں متعدد نقول سے ثابت کیا ہے کہ احناف کے نزدیک صرف صلوٰۃ یا سلام پر اکتفا کرنا مکروہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہر خلافِ اَولیٰ مکروہ نہیں ہوتا۔ کراہیت کے لئے مستقل دلیل کی حاجت ہوتی ہے۔ جواز کے دلائل یہ ہیں:۔ (۱) قنوت نازلہ کی دعاء ماثورہ کے آخر میں صرف صلوٰۃ ہے (دیکھئے نسائی شریف باب الدعاء فی الوتر۔)

(۲) فضائل درود شریف کی مشہور حدیث ہے۔ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (مسلم شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف) اس میں بھی صرف صلوٰۃ کا ذکر ہے۔

(۳) درود ابراہیمی میں بھی صرف صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد کہ تشہد میں پہلے سلام پڑھ لیا جاتا ہے۔ یہ بات نماز کی حد تک تو درست ہے۔ مگر خارج نماز اگر کوئی شخص بطورِ وِرد صرف درود ابراہیمی پڑھے تو اُسے مکروہ کیسے کہا جا سکتا ہے؟

اور صرف سلام پر اکتفا کے جواز کی دلیل قعدۂ اولیٰ کا تشہد ہے۔ جس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ ہے۔ جس میں صرف سلام ہے۔ پس جن علماء نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صلوٰۃ وسلام میں سے ایک پر اکتفا کرنے کو مکروہ کہا ہے، اُن کا قول نظرِ ثانی کا محتاج ہے — رہی یہ بات کہ قرآن کریم میں دونوں کا حکم ہے، تو یہ بات صحیح ہے مگر دونوں کو جمع کرنے کا حکم نہیں ہے کیونکہ آیت کریمہ میں جملہ کا جملہ پر عطف ہے۔ پس آیتِ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھی بھیجیں اور سلام بھی بھیجیں خواہ ایک ساتھ بھیجیں یا علیحدہ علیحدہ، دونوں طرح حکمِ قرآنی پر عمل ہو جائے گا۔ البتہ اگر کوئی شخص صرف صلوٰۃ کی یا صرف سلام کی عادت بنالے تو یہ مکروہ ہوگا۔

صحیح مُسلم شریف کی تالیف کی درخواست

امام مسلم رحمہ اللہ سے ان کے کسی شاگرد نے درخواست کی کہ میں اُن تمام روایات کو جاننا چاہتا ہوں اور ان کی تحقیق وجستجو کرنا چاہتا ہوں جو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی احکام ومسائل، اور ترغیب[۱] وترہیب کے سلسلہ میں مروی ہیں۔ درخواست کنندہ صرف حدیثوں کو نہیں جاننا چاہتا تھا، بلکہ وہ روایات کو سندوں کے ساتھ جاننا چاہتا تھا۔ وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اُس کو کوئی ایسی کتاب دستیاب ہو جائے جس میں

[۱] فضائلِ اعمال کی حدیثوں کو احادیثِ ترغیب، اور وعید کی حدیثوں کو احادیثِ ترہیب کہا جاتا ہے۔ پس احادیثِ ثواب وعقاب اور احادیث ترغیب وترہیب کا ایک ہی مطلب ہے ۱۲

تمام حدیثیں مرتب اور مجتمع ہوں، تاکہ اسے ورق گردانی نہ کرنی پڑے۔ اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ اس کی مطلوبہ کتاب میں غیر معمولی تکرار بھی نہ ہو، کیونکہ حد سے زیادہ تکرار باعثِ تشویش ہوتی ہے — چونکہ ایسی کوئی کتاب موجود نہیں تھی اس لئے اس نیک بخت تلمیذ نے امام مسلم رحمہ اللہ سے اصرار کیا کہ آپ ایسی کتاب مرتب فرمادیں۔

> اما بعدُ: فإنَّكَ — يَرْحَمُكَ اللهُ — بتوفيقِ خَالِقِكَ ذكرتَ: أنَّكَ هَمَمْتَ بِالْفَحْصِ عَنْ تَعَرُّفِ جُمْلَةِ الْأَخْبَارِ، الْمَأْثُورَةِ عن رسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ، في سُنَنِ الدِّينِ وأَحْكَامِهِ، وما كان منها في الثَّوَابِ وَالعِقَابِ، وَالترغيبِ وَالترهيبِ، وغَيْرِ ذٰلكَ من صُنُوفِ الأَشْيَاءِ، بالأَسَانِيدِ التي بها نُقِلَتْ، وتَدَاوَلَهَا أهلُ العِلمِ فيما بينهم؛ فَأَرَدْتَ — أَرْشَدَكَ اللهُ —: أَنْ تُوَقَّفَ عَلَى جُمْلَتِهَا مُؤَلَّفَةً مُحْصَاةً؛ وسَأَلْتَنِي أَنْ أُلَخِّصَهَا لَكَ في التَّأْلِيفِ، بلا تَكْرَارٍ يَكْثُرُ؛ فإنَّ ذٰلكَ — زَعَمْتَ — مِمَّا يَشْغَلُكَ عَمَّا لَهُ قَصَدْتَ، مِنَ التَّفَهُّمِ فيها، وَالِاسْتِنْبَاطِ مِنْهَا

ترجمہ:۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد:۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائیں! آپ نے توفیقِ الٰہی تذکرہ کیا کہ آپ ارادہ کر چکے ہیں ان تمام روایات کو جاننے کیلئے تلاش وجستجو کرنے کا، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی احکام وسنن کے سلسلہ میں مروی ہیں اور جو ثواب، عقاب، ترغیب وترہیب یا اس کے علاوہ اور مختلف سلسلوں میں مروی ہیں (آپ یہ سب روایات) اُن کی اُن سندوں کے ساتھ (جاننا چاہتے ہیں)، جن کے ساتھ وہ نقل کی گئی ہیں، اور جو اہل علم کے درمیان متداول ہیں — آپ چاہتے ہیں — اللہ تعالیٰ آپ کو راہِ راست دکھائیں! — کہ آپ کو ان تمام روایات سے اس طرح واقف کر دیا جائے کہ وہ سب مرتب شدہ اور گن کر جمع کردہ ہوں — اور آپ نے مجھ سے درخواست کی ہے کہ میں اُن کو آپ کے لئے ایک کتاب میں اس طرح ملخص کر دوں کہ اس میں حد سے زیادہ تکرار نہ ہو۔ کیونکہ غیر معمولی تکرار — آپ کے خیال میں — آپ کو اس مقصد سے ہٹا سکتی ہے جس کا آپ نے ارادہ کیا ہے — یعنی روایات کو سمجھنا، اور ان سے احکام مستنبط کرنا۔

Website::Ahmadumarmiana.wordpress.com
::Mianalibrary.weebly.com
Email:: kingofusa481@gmail.com
asianfighters123@gmail.com
Mobile#03058687918
03155335445
03474737404

لُغات :۔ هَمَّ (ن) هَمًّا بالشیئ: ارادہ کرنا، چاہنا، پختہ ارادہ کرنا ـــ فَحَصَ (ف) فَحْصًا عنہ تفتیش کرنا، کھود کرید کرنا ـــ تعَرَّفَ الشیئ: کسی چیز کو طلب کرنا یہاں تک کہ پہچان لینا ـــ جملۃ مجموعہ، تمام ج جُمَلٌ ـــ الأخبار جمع ہے خَبَرٌ کی، خبر حدیث سے عام ہے یعنی ہر حدیث خبر ہے مگر ہر خبر حدیث نہیں ہے، کیونکہ خبر مطلق روایت کو کہتے ہیں، خواہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو، یا کسی اور سے، چنانچہ تخصیص کرنے کیلئے المأثورۃ صفت لائی گئی ہے۔ مأثورۃ اسم مفعول ہے۔ أثَرَ الحدیثَ (ن، ض) أثْرًا: نقل کرنا ـــ سُنن جمع سُنّۃ: الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین یعنی ہر دینی کام سُنّت کہلاتا ہے، پس احکام اور سُنَنٌ مترادف لفظ ہیں ـــ رَغَّبَ ترغیبًا: شوق دلانا ـــ رَهَّبَ ترهیبًا: ڈرانا ـــ صُنُوف جمع صِنْف بمعنیٰ نوع اور قسم ـــ تَدَاوَلَ تَدَاوُلاً: ہاتھوں ہاتھ لینا ـــ تُوَقَّفَ فعل مضارع مجہول، صیغہ واحد مذکر حاضر وَقَّفَ فلانا علی الشیئِ: خبردار کرنا، واقف کرنا۔ یہ لفظ تُوْقَفَ (از باب افعال) بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا: آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو روایات کے مجموعہ کے پاس کھڑا کر دیا جائے الخ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہوگا ـــ شغل (ف) شُغْلاً عنہ غافل کرنا ـــ مؤلفۃ (اسم مفعول) تالیف کردہ مرتب کردہ ـــ مُحْصَاۃ (اسم مفعول): شمار کردہ، اکٹھا، گنا ہوا از أَحْصیٰ یُحْصِی إحْصَاءً: شمار کرنا، گننا۔ تفَهَّمَ تَفَهُّمًا: سمجھنا۔

ترکیب :۔ فانک الخ إنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ کاف اس کا اسم، جملہ ذَکَرْتَ خبر ـــ یرحمك اللہ جملہ معترضہ ـــ بتوفیق خالقك بعد میں آنے والے ذَکَرْتَ سے متعلق ـــ أنكَ هممت (الی قولہ) فیما بینهم جملہ اسمیہ ذَکَرْتَ کا مفعول بہ ـــ هَمَمْتَ جملہ فعلیہ اَنَّ کی خبر ـــ بالفحص متعلق هممتَ سے ـــ عن تعرف الخ متعلق فَحْصٌ سے ـــ المأثورۃ صفت الأخبار کی ـــ عن رسول اللہ متعلق المأثورۃ سے ـــ فی سُنَن الخ المأثورۃ کا ظرف ـــ وما کان الخ جملۃ الأخبار پر معطوف ـــ مَا موصولہ، کَانَ فعل ناقص، ضمیر هُوَ مستتر راجع بسوئے موصول اسم، منها فعل ناقص کا ظرف (یہ مَا موصولہ کا بیان ہے اور ضمیر الأخبار کی طرف راجع ہے) فی الثواب الخ ظرف مستقر ہو کر خبر ـــ من صُنوف الأشیاء ظرف مستقر ہو کر غیر ذٰلك کی صفت ـــ بالأسانید متعلق تعرّفُ سے (بَا بمعنیٰ مع ہے) ـــ التی بها نُقلت صفت الأسانید کی ـــ بها متعلق نُقلت سے ـــ جملہ تداولها معطوف بر جملہ نُقلت ـــ فیما بینهم متعلق تداول سے

قولہ: فاردت الخ اردتَ فعل بافاعل ـــ جملہ تُوَقَّفَ بتاویل مفرد ہو کر مفعول بہ ـــ علی

جملتها متعلق توقف سے ـــ مؤلفۃً اور مُحْصَاۃً احوال ہیں جُملتِها کی ضمیر مجرور سے۔

قولہٗ : سألتنی الخ نی مفعولِ اوّل ـــ جملہ أُلَخِّصَهَا بتاویل مفرد ہو کر مفعولِ ثانی ـــ لَكَ ظرف لغو ـــ فی التالیف ظرف أُلَخِّصَ کا ـــ بلا تکرار بھی أُلَخِّصَ کا ظرف ـــ لَا بمعنیٰ غَیْرَ مضاف تکرار مضاف الیہ ـــ جملہ یکثر صفت تکرار کی۔

قولہٗ :۔ فإن ذٰلك الخ ذٰلك اسم إنَّ کا ـــ زعمتَ جملہ معترضہ ـــ مما یشغلك ظرف مستقر ہو کر خبر ـــ عَمّا لہ الخ متعلق یشغل سے ـــ لہ متعلق قصدتَ سے من التفهم بیان ہے مَا قَصَدْتَ کا ـــ فیها متعلق التفهم سے ـــ الاستنباط معطوف التفهم پر ـــ منها ظرف الاستنباط کا۔

درخواست کی پذیرائی

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد کی مذکورہ درخواست کو بہ نظر استحسان دیکھا اور اس کی پذیرائی فرمائی کہ آپ کی فرمائش بہت اہم ہے، اگر حسبِ درخواست کتاب تیار ہو گئی تو ان شاء اللہ امتِ مسلمہ کیلئے بہت مفید کتاب ہوگی۔

> وَلِلَّذِی سَأَلْتَ ـــ أکرمَكَ اللہ! ـــ حینَ رجعتُ الی تدبُّرِہ، وَمَا تَئُولُ إلیهِ الحالُ ـــ إن شاء اللہ! ـــ عَاقِبَةٌ محمودةٌ، وَمَنْفَعَةٌ موجودةٌ

ترجمہ :۔ اور اس بات میں جس کی آپ نے فرمائش کی ہے ـــ اللہ آپ کو عزت بخشیں ـــ جب میں نے آپ کی فرمائش پر غور کیا، اور اس کے نتیجہ کو سوچا، تو ـــ اگر اللہ نے چاہا ـــ اس کا اچھا انجام اور نقد فائدہ ہوگا۔

لغت :۔ آل (ن) أَوْلاً ومآلاً الیہ: لوٹنا۔ ما تَئُولُ الیہ الحال: وہ بات جس کی طرف حالت لوٹے یعنی بات کا جو انجام سامنے آئے۔

ترکیب :۔ لِلَّذِی ظرف مستقر ہو کر خبر مقدم ـــ عَاقِبَةٌ الخ مبتدا مؤخر ـــ أکرمكَ اللہ جملہ معترضہ ـــ حین رجعتُ بھی مع جملہ معطوفہ علمتُ ذٰلك مقدر کا ظرف ہو کر جملہ معترضہ ـــ مَا

Website::Ahmadumarmiana.wordpress.com
::Mianalibrary.weebly.com
Email:: kingofusa481@gmail.com
asianfighters123@gmail.com
Mobile#03058687918
03155335445
03474737404

تول الخ معطوف تدبّرُ کے مضاف الیہ ضمیر مجرور ہ پر — ان شاء اللہ مع جزاء محذوف لکانَ کذا جملہ معترضہ (الحال مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے)

تصنیف کبھی مُصنّف کیلئے بھی مفید ہوتی ہے

تصنیفات سے عام طور پر دوسرے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں مگر بعض تصانیف خود مصنف کیلئے بھی مفید ہوتی ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

۔ اگر حسب طلب کتاب تیار ہوگئی تو سب سے پہلے خود مجھ کو اس سے فائدہ پہنچے گا۔ متعدد وجوہ سے، جس کی تفصیل میں طوالت ہے، البتہ بنیادی وجہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے تھوڑی روایات کو پختہ اور مضبوط کرنا آسان ہوتا ہے۔ بہت ساری روایات کی ممارست سے یعنی بہت ساری روایات کا یاد رکھنا، ان کی صحت وسقم سے بحث کرنا اور ہر وقت ان سب باتوں کو ذہن میں مستحضر رکھنا مشکل ہوتا ہے، اگر ایک بار بحث وتمحیص کرکے اور روایات کی چھان بین کرکے ایک جامع مجموعہ تیار کرلیا جائے تو وہ میرے لئے بھی مفید ہوگا۔

> وَظَنَنْتُ حِيْنَ سَأَلْتَنِيْ تَجَشُّمَ ذٰلِكَ: أَنْ لَوْ عُزِمَ لِيْ عَلَيْهِ، وَقُضِيَ لِيْ تَمَامُهُ كَانَ أَوَّلُ مَنْ يُصِيْبُهُ نَفْعُ ذٰلِكَ إِيَّايَ خَاصَّةً، قَبْلَ غَيْرِيْ مِنَ النَّاسِ، لِأَسْبَابٍ كَثِيْرَةٍ، يَطُوْلُ بِذِكْرِهَا الوصفُ؛ إِلَّا أَنَّ جُمْلَةَ ذٰلِكَ: أَنَّ ضَبْطَ الْقَلِيْلِ مِنْ هٰذَا الشَّأْنِ، وَإِتْقَانَهُ، أَيْسَرُ عَلَى الْمَرْءِ مِنْ مُعَالَجَةِ الْكَثِيْرِ مِنْهُ۔

ترجمہ:۔ اور میں نے خیال کیا — جب آپ نے مجھ سے اس بھاری کام کے کرنے کی درخواست کی — کہ اگر یہ کام مجھ سے بن پڑا، اور اس کا اتمام میرے ذریعہ مقدر ہوا، تو اس کا فائدہ دوسروں سے پہلے خود مجھ کو پہنچے گا۔ گوناگوں اسباب کی وجہ سے، جن کی تفصیل میں طوالت ہے۔ البتہ بنیادی وجہ یہ ہے کہ تھوڑی روایات کا ضبط کرنا اور پختہ کرنا آدمی کیلئے آسان ہوتا ہے بہت ساری روایات کی دوا دوش کرنے سے۔

لغات:۔ تَجَشَّمَ الأَمْرَ:۔ مشقت سے کام کرنا، بڑی مصیبت جھیلنا — عَزَمَ عَزْمًا: پختہ ارادہ کرنا۔ عُزِمَ فعل ماضی مجہول ہے یعنی پختہ ارادہ کرایا گیا مجھے اس کام کا یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے کام آسان فرمایا اور توفیق عطا فرمائی اور کام کرنے کی میرے اندر قوت پیدا کی — قُضِیَ بھی

فعل ماضی مجہول ہے۔ قَضٰی یَقْضِی قَضَاءً: فیصلہ کرنا۔ قُضِیَ لِیْ تمامُہٗ: میرے لئے اس کام کی تکمیل کا فیصلہ کیا گیا یعنی اس کی تمامیت میرے ذریعہ مقدر ہوئی — وَصَفَ الشَّیْئَ وَصْفًا: بیان کرنا — جُمْلَۃٌ: مجموعہ یعنی ام الاسباب — تَمَّ تَمَامًا: پورا کرنا بَابُہٗ ضَرَبَ۔ عَالَجَ مُعَالَجَۃً المریضَ: بیمار کا علاج کرنا — الأَمْرَ: انجام دینا۔

ترکیب:۔ حین سألتنی الخ مفعول فیہ ظننتُ کا — حین مضاف اور جملہ سألتنی مضاف الیہ — تَجَشُّمَ ذٰلك مرکب اضافی سَأَلْتَنِیْ کا مفعول — أن مخففہ من المثقلہ (حرف مشبہ بالفعل) ضمیر شان محذوف اس کا اسم، لوعزم (الی قولہ) الوصف شرط وجزا مل کر خبر پھر أَنْ اپنے اسم وخبر سے مل کر ظَنَنْتُ کا مفعول بہ — عُزِم فعل مجہول، نائب فاعل ضمیرِ مستتر، لی اور علیہ ظرف لغو — جملہ قُضِیَ معطوف بر جملہ عُزِمَ۔ معطوف معطوف علیہ مل کر شرط کان أوّلُ الخ جزاء — أوّلُ مع مضاف الیہ فعل ناقص کا اسم — نفع ذلك فاعل یُصِیْبُہٗ کا — ایای فعل ناقص کی خبر — خَاصَّۃً مفعول مطلق فعل محذوف خُصِصْتُ (خاص کیا گیا میں) کا — قَبْلَ غیری الخ مفعول فیہ یُصِیْبُ کا — من الناس ظرف مستقر ہو کر غیری کی صفت — لأسباب الخ یُصِیبُ سے متعلق — کثیرۃٍ پہلی صفت اسباب کی اور جملہ یطول الخ دوسری صفت — الوصف فاعل یطول کا — اِلَّا کلام سابق کے مفہوم سے استثناء ای لا أُذْکُرُ الوجوہ کلّھا اِلا خُلَاصَتَھا — جُملۃ ذٰلك أَنَّ کا اسم — اور جملہ أن ضبط الخ أَنَّ کی خبر — من ھذا الشان ظرف مستقر ہو کر القلیل کی صفت — أَیْسَرُ دوسرے أَنَّ کی خبر — علی المرء اور من معالجۃ الخ أَیْسَرُ سے متعلق — منہ ظرف مستقر ہو کر الکثیر کی صفت۔

عام لوگوں کیلئے صحیح حدیثوں کی کتاب ہی مفید ہے

عام لوگوں کے لئے صحیح حدیثوں کی کتاب ہی مفید ہے، تاکہ وہ صحت وسقم کی طرف سے مطمئن ہو کر اس پر اعتماد کریں، پڑھیں پڑھائیں اور فائدہ اٹھائیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:۔

"جو لوگ صحیح اور غیر صحیح روایات میں بغیر کسی کی رہنمائی کے امتیاز نہیں کر سکتے، اُن کے سامنے ہر طرح کی حدیثوں کا مجموعہ مرتب کرکے پیش کرنا کسی طرح بھی سودمند نہیں ہے۔ اُن کے لئے تو صحیح حدیثوں کا مجموعہ ہی مفید ہے"

چنانچہ محدثین کرام نے ذخیرۂ حدیث کی چھان بین کرکے صحیح حدیثوں کی متعدد کتابیں تیار کیں، جن میں

Website::Ahmadumarmiana.wordpress.com
::Mianalibrary.weebly.com
Email:: kingofusa481@gmail.com
asianfighters123@gmail.com
Mobile#03058687918
03155335445
03474737404

سب سے زیادہ مفید کتاب صحیح مسلم شریف ہے۔ کیونکہ اس میں صحیح حدیثوں کے انتخاب کے ساتھ تکرار روایات، استنباطِ مسائل اور تراجم و ابواب سے احتراز کیا گیا ہے، تاکہ قاری صرف حدیثوں سے استفادہ کر سکے اور دوسری متعلقہ بحثوں میں گم ہو کر نہ رہ جائے۔

> وَلَاسِيَّمَا عِنْدَ مَنْ لَاتَمْيِيْزَ عِنْدَهٗ مِنَ الْعَوَامِّ، اِلَّا بِأَنْ يُوَقِّفَهٗ عَلَى التَّمْيِيْزِ غَيْرُهٗ؛ فَاِذَا كَانَ الْأَمْرُ فِى هٰذَا كَمَا وَصَفْنَا، فَالْقَصْدُ مِنْهُ اِلَى الصَّحِيْحِ الْقَلِيْلِ أَوْلٰى بِهِمْ مِنِ ازْدِيَادِ السَّقِيْمِ ٥

ترجمہ:۔ خاص طور پر وہ بات اُن عوام کیلئے ہے جن کو خود روایات میں تمیز نہیں ہے، الا یہ کہ کوئی دوسرا شخص ان کو سوجھائے، پس جب صورتِ حال وہ ہے جو ہم نے بیان کی تو "ان کیلئے تھوڑی صحیح روایات کا ارادہ کرنا بہت ساری سقیم وضعیف روایات طلب کرنے سے بہتر ہے"۔

لغات:۔ السِّیُّ: برابر، مثل، کہا جاتا ہے ھُمَاسِیَّانِ وہ دونوں ایک جیسے ہیں اور لاسِیَّمَا سِیٌّ اور مَا سے مرکب ہے اور اپنی اصل وضع میں کلمۂ استثناء ہے۔ ثُمَّ اُسْتُعْمِلَ بمعنیٰ خصوصًا اور اس کا استعمال واؤ اور لَا کے ساتھ ہوتا ہے ——— وَقَّفَهٗ علی کذا: خبردار کرنا۔ ——— اِزْدِیَاد:۔ زیادہ طلب کرنا۔

ترکیب:۔ لَاسِیَّمَا میں لَا نفی جنس کا، سِیَّ اس کا اسم، اور خبر جمہور نحاۃ کے نزدیک "موجود" محذوف ہے، اور مَا میں بہت جھگڑا ہے ——— عند من الخ ظرف مستقر ہو کر خبر ہے مبتدا محذوف ھُوَ کی، جو راجع ہے ضبط القلیل الخ کی طرف ——— عند مضاف، مَن مع صلہ مضاف الیہ ——— لا نفی جنس کا، تمییز اس کا اسم، عندہٗ ظرف مستقر ہو کر خبر اور من العوام بیان ہے مَنْ موصولہ کا ——— اِلَّا استثناء ہے جملہ لاتمییز عندہٗ سے ——— با جارہ اَنْ مصدریہ۔ یُوَقِّفَهٗ فعل با مفعول۔ علی التمییز ظرف لغو، غیرہٗ فاعل پھر جملہ فعلیہ بتاویلِ مصدر ہو کر مجرور، جار مجرور ظرف مستقر ہو کر مستثنیٰ ——— فاذا کان الخ جملہ کان شرطیہ اور جملہ فالقصد الخ جزاء ——— الأمر اسم کان کا، فی ھٰذا ظرف مستقر ہو کر الأمر کی صفت، کما وصفنا خبر ——— القصد مبتدا، منہ کی ضمیر ھذا الشان کی طرف راجع ہے اور منہ ظرف مستقر ہو کر مبتدا کی صفت ہے: الی الصحیح القلیل مبتدا سے متعلق ہے، اولیٰ الخ خبر، بھم ظرفِ لغو

ضمیر عوام کی طرف راجع ہے ——— من ازدیاد الخ بھی اولیٰ سے متعلق ہے۔

بڑے لوگوں کی بات اور ہے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ ارشاد کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ "تھوڑی صحیح حدیثوں پر اکتفا کرنا بہتر ہے"؟ اکابر محدثین کے واقعات تو اس کے خلاف ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو غیر معتبر حدیثوں کے علاوہ، جو قابل اعتماد حدیثیں یاد تھیں، ان کی تعداد ساٹھ لاکھ تھی، یہی تعداد محدث ابو زرعہ رازی رحمہ اللہ کے محفوظات کی تھی۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں دو لاکھ کے قریب تو غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح حدیثیں ازبر تھیں۔ خود امام مسلم رحمہ اللہ سے لوگوں نے اُن کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ وہ اپنی کتاب صحیح مسلم شریف کے بارے میں خود فرمایا کرتے تھے کہ "میں نے اپنے کان سے سُنی ہوئی تین لاکھ حدیثوں میں سے یہ مجموعہ منتخب کیا ہے" اسی طرح اور محدثین کی طرف بھی بڑے بڑے عدد منسوب ہیں۔ (تدوین حدیث مولانا گیلانی ص ۵۲ ملخصاً)

امام مسلم رحمہ اللہ اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ یہ معاملہ فنِ حدیث کے شہسواروں کا ہے، اُن خوش نصیب حضرات کے لئے بہت زیادہ حدیثوں کا جمع کرنا مفید تھا، کیونکہ ان کو بیدار مغزی کی دولت نصیب تھی۔ وہ احادیث کے علل و اسباب سے واقف تھے۔ اس لئے ان کے لئے احادیث کی کثرت اور مکررات کا ذخیرہ مفید تھا، مگر عام لوگوں کے لئے، جن کو خواص کی مذکورہ بالا صلاحیتیں میسر نہیں ہیں، بہت زیادہ حدیثیں جمع کرنا مفید نہیں ہے، کیونکہ وہ تو تھوڑی روایات کے ضبط سے بھی عاجز ہیں۔ اُن کے لئے تو یہی مفید ہے کہ ان کی استطاعت کے بقدر صحیح احادیث منتخب کر کے ان کو دی جائیں، تاکہ وہ ان سے استفادہ کریں اور انتشارِ ذہنی سے محفوظ رہیں۔

> وَاِنَّمَا يُرْجٰى بَعْضُ الْمَنْفَعَةِ فِى الْاِسْتِكْثَارِ مِنْ هٰذَا الشَّأْنِ، وَجَمْعِ الْمُكَرَّرَاتِ مِنْهُ، لِخَاصَّةٍ مِنَ النَّاسِ، مِمَّنْ رُزِقَ فِيْهِ بَعْضَ التَّيَقُّظِ، وَالْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهٖ، وَعِلَلِهٖ؛ فَذٰلِكَ ——— اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ——— يَهْجُمُ بِمَا أُوْتِىَ مِنْ ذٰلِكَ، عَلَى الْفَائِدَةِ فِى الْاِسْتِكْثَارِ مِنْ جَمْعِهٖ؛ فَأَمَّا عَوَامُّ النَّاسِ ——— الَّذِيْنَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِى الْخَاصِّ مِنْ أَهْلِ التَّيَقُّظِ وَالْمَعْرِفَةِ ——— فَلَا مَعْنٰى لَهُمْ فِى طَلَبِ الْحَدِيْثِ الْكَثِيْرِ، وَقَدْ عَجَزُوْا عَنْ مَعْرِفَةِ الْقَلِيْلِ

Website::Ahmadumarmiana.wordpress.com
::Mianalibrary.weebly.com
Email:: kingofusa481@gmail.com
asianfighters123@gmail.com
Mobile#03058687918
03155335445
03474737404

ترجمہ:۔ اور احادیث کی بہتات میں، اور مکررات کو جمع کرنے میں، کچھ نفع کی امید صرف اُن تھوڑے سے لوگوں کے لئے ہے، جنھیں اس فن میں کچھ بیدار مغزی اور احادیث کے علل و اسباب کی معرفت نصیب ہے، سو یہ شخص ـــــ اگر اللہ نے چاہا تو ـــــ جادہ مستقیم پر گامزن ہو کر بہت زیادہ حدیثیں جمع کرنے کے فائدے پر رہے عام لوگ ـــــ جن کی صورتِ حال بیدار مغز اور علم و معرفت رکھنے والے خواص سے مختلف ہے ـــــ تو اُن کے لئے بہت زیادہ حدیثیں طلب کرنے کی کوئی معنویت نہیں ہے، درآنحالیکہ وہ تھوڑی روایات جاننے سے بھی عاجز ہیں۔

لغات:۔ اِسْتَكْثَرَ مِنَ الشيئ: بہت کی رغبت کرنا ـــــ هٰذَا الشَّأن سے مراد فن حدیث ہے ـــــ تَيَقُّظٌ: بیدار ہونا ـــــ اسباب و علل مترادف الفاظ ہیں ـــــ علّت اُس پوشیدہ خرابی کا نام ہے جو راوی کے وہم سے پیدا ہو جاتی ہے، اور حدیث بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے، اور اس کی تعیین دیگر دلائل کا قرائن سے اور تمام سندوں کو جمع کرنے سے پتہ چل جاتا ہے ـــــ هَجَمَ (ن) عليه: یکایک پہنچ جانا، جادھمکنا ـــــ معانی جمع ہے معنیٰ کی بمعنیٰ وجہ، مقصود،

ترکیب:۔ إنّما کلمۂ حصر ـــــ يُرجى فعل مضارع مجہول ـــــ بعضُ المنفعة نائبِ فاعل ـــــ في الاستكثار متعلق يُرجىٰ سے ـــــ من هذا الشأن ظرف مستقر ہوکر الاستكثار کی صفت ـــــ جمع المكررات معطوف الاستكثار پر ـــــ منه ظرف مستقر ہوکر المكررات کی صفت ـــــ لخاصة متعلق ثانی يُرجى کا ـــــ من الناس ظرف مستقر ہوکر خاصة کی صفت ـــــ ممن رُزِقَ الخ بیان خاصة کا ـــــ فيه متعلق رُزق سے ـــــ بعض التيقظ مع معطوف رُزق کا مفعولِ ثانی۔

قوله:۔ فذٰلك الخ ذٰلك مبتدأ جملہ يهجم خبر ـــــ ان شاء الله مع جزائے محذوف جملہ معترضہ ـــــ بما أُوتي متعلقِ اول يهجم کا ـــــ من ذٰلك متعلق اوتي سے ـــــ على الفائدة متعلقِ ثانی يهجم کا ـــــ في الاستكثار متعلق الفائدة سے ـــــ من جمعه متعلق الاستكثار سے

قوله:۔ فاما عوام الناس الخ عوامُ الناس مبتدأ متضمن معنیٰ شرط، فلا معنیٰ لهم الخ خبر متضمن معنیٰ جزاء ـــــ الذين مع صلہ صفت عوام الناس کی ـــــ هم مبتدأ بخلاف الخ خبر ـــــ من اهل بیان الخاص کا ـــــ لا معنیٰ الخ لَا نفی جنس کا، معنیٰ اس کا اسم، لهم خبر ـــــ في طلب الخ متعلق معنیٰ کے ـــــ وقد عجزوا الخ جملہ حالیہ

صحیح مسلم کا اجمالی تعارف

چونکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ کتاب درخواستِ مذکور کے جواب میں مرتب فرمائی ہے اس لئے:۔

(۱) احادیث صحیحہ کے انتخاب کے لئے رُواتِ حدیث کی تین قسمیں کی ہیں اور جو غیر معتبر راوی تھے ان کی بیان کردہ حدیثیں درج کتاب کرنے سے احتراز کیا ہے۔ اور معتبر رُوات میں سے جو اعلیٰ درجہ کے تھے ان کی حدیثوں کو اصول بنایا ہے۔ اور دوسرے درجہ کے راویوں کی حدیثوں کو متابعات و شواہد میں لائے ہیں۔ البتہ اگر کسی جگہ کوئی باب درجۂ اوّل کے رُوات کی روایتوں سے خالی ہوا تو پھر دوسرے درجہ کے رُوات کی روایتوں کو اصول میں لائے ہیں۔ جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۲) کوشش یہ کی ہے کہ کتاب میں تکرار نہ ہو، کیونکہ تکرار قاری کیلئے باعث تشویش ہوتی ہے۔

> ثم إنّا ـــــ إنْ شاءَ الله ـــــ مُبْتَدِئُونَ في تخريجِ مَا سَأَلْتَ، وتأليفِه على شريطة، سوف أذكرُهَا لَكَ وهو: أنَّا نَعْمِدُ إلى جملةِ ما أُسْنِدَ من الأخبارِ عن رسولِ الله صلى الله عليه وسلّم، فنقسِمُهَا على ثلاثةِ أقسامٍ، وثلاثِ طبقاتٍ مِن النَّاسِ، على غيرِ تكرار۔

ترجمہ:۔ اب ہم ـــــ بمشیتِ ایزدی ـــــ آپ کی مطلوبہ احادیث کی تخریج و تالیف شروع کرتے ہیں، ایک شرط کا التزام کرتے ہوئے جس کا آگے تذکرہ کروں گا، اور وہ شرط یہ ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی احادیث کے معتد بہ حصہ کا جائزہ لیں گے، اور ان کو تین قسموں میں، اور ان کے راویوں کو تین طبقوں میں تقسیم کریں گے۔ (اور تالیف) تکرار سے بچتے ہوئے کریں گے۔

لغات:۔ خَرَّجَ تَخْرِيجًا: چھانٹنا، انتخاب کرنا، کہا جاتا ہے۔ خَرَّجَ الرَّاعِيَةُ الْمَرْتَعَ: کچھ چرنا، کچھ چھوڑ دینا۔ خَرَّجَ الْكَاتِبُ الْكِتَابَ: کچھ لکھنا، کچھ چھوڑ دینا۔ عام محاورہ ہے کہ: "اس حدیث کی فلاں نے تخریج کی ہے"، یعنی انتخاب کرکے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ خَرَّجَ کے ایک اور معنیٰ ہیں تربیت دینا جس کا مطاوع تَخَرَّجَ (باب تفعّل) اور صفتِ مفعولی خِرِّيج" بمعنیٰ "فاضل" آتی ہے۔ کہا جاتا ہے فلانٌ خِرِّيجُ جَامعةِ كذا: فلاں مدرسہ کا فاضل ہے (یہ دوسرے معنیٰ یہاں مراد نہیں ہیں) ـــــ شريطة اور شرط مترادف لفظ ہیں۔ اوّل کی جمع شَرَائِطُ اور ثانی کی جمع شُرُوطٌ آتی ہے ـــــ عَمَدَ (ض) للشيئِ والى الشيئِ: قصد کرنا ـــــ جملة یعنی جملةً غالبةً ظاهرةً، وليس المرادُ جميعَ الأخبارِ المسندة (فتح الملهم) ـــــ أَسْنَدَ إسْنَادًا: بلند کرنا، چڑھانا، کہا جاتا ہے أَسْنَدَهُ في الجبلِ: پہاڑ پر چڑھانا۔ اصطلاحی معنیٰ ہیں: بات کی سند قائل تک پہنچانا۔ اسی سے حدیث

Website::Ahmadumarmiana.wordpress.com
::Mianalibrary.weebly.com
Email:: kingofusa481@gmail.com
asianfighters123@gmail.com
Mobile#03058687918
03155335445
03474737404

مُسْنَد ہے یعنی وہ حدیث جو صحابی نے مرفوعاً بیان کی ہو، اور ایسی سند سے مروی ہو، جو بظاہر متصل ہو۔

ترکیب:۔ إنّا حرف مشبہ بالفعل مع اسم، مبتدؤن (الی قولہ) اذ کرھا لك خبر ــــ فی تخریج ظرف لغو ــــ تخریج مضاف، ماسألت موصول صلہ مل کر مضاف الیہ ــــ تالیفہ معطوف تخریج پر ــــ علی شریطۃ متعلق تخریج سے ــــ سوف الخ صفت شریطۃ کی۔

قولہ:۔ وھو الخ ھو مبتدا، مرجع شریطۃ بتاویل شرط، جملہ إنّا نعمد الخ خبر ــــ إنّا حرف مشبہ بالفعل مع اسم، جملہ نعمد خبر ــــ الی جملۃ الخ ظرف لغو ــــ ما أُسند مضاف الیہ ــــ من الأخبار بیان ما موصولہ کا ــــ عن رسول الخ ظرف مستقر ہو کر صفت الأخبار کی۔

قولہ:۔ فنقسمھا الخ فا عاطفہ ــــ علی ثلاثۃ الخ ظرف لغو ــــ ثلاث الخ معطوف ثلاثۃ پر ــــ من الناس ظرف مستقر ہو کر صفت طبقات کی ــــ علی غیر تکرار متعلق تالیفہ

صحیح مسلم میں تکرار بدرجۂ مجبوری ہے

امام مسلم رحمہ اللہ نے حتی الامکان تکرار سے احتراز کیا ہے۔ مگر جہاں تکرار ناگزیر ہو گئی ہے وہاں ضرورۃً تکرار کی ہے مثلاً:۔

(۱) کسی حدیث میں کوئی زائد مضمون ہوتا ہے۔ جس کا لانا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ زائد مضمون مستقل حدیث کے حکم میں ہوتا ہے، پھر اگر صرف اسی زائد مضمون کو لانا ممکن ہوتا ہے تو پورا متن مکرر نہیں لایا جاتا۔ البتہ جہاں ایسا کرنا ممکن نہیں ہوتا وہاں مجبوراً سارا متن مکرر لایا جاتا ہے۔

(۲) کسی سند کے بعد موقع اور محل کے تقاضے سے دوسری سند لانی پڑتی ہے مثلاً ایک سند میں عنعنہ ہے مگر رجال "اوّل درجہ" کے ہیں اور دوسری سند میں تحدیث کی تصریح ہے مگر "رُوات" فروتر ہیں۔ اس لئے پہلے پہلی سند ذکر کی جاتی ہے اور اس کے بعد دوسری سند لائی جاتی ہے جس کی وجہ سے سند میں تکرار ہو جاتی ہے

إلّا أن يأتي موضعٌ لا يُستغنىٰ فيه عن ترداد حديثٍ، فيه زيادة معنًى؛ أو إسنادٌ يقعُ الى جنبِ إسنادٍ، لِعِلَّةٍ تكونُ هناك؛ لأنّ المعنىٰ الزائدَ في الحديثِ، المحتاجَ إليه، يقومُ مقامَ حديثٍ تامٍّ؛ فلا بُدَّ من إعادةِ الحديثِ، ــــ الذي فيه ما وصفنا من الزيادة ــــ

او أن نفصّلَ ذٰلكَ المعنىٰ من جملة الحديث، على اختصاره ــــ اذا أمكن ــــ ولكن تفصيلَهُ ربّما عسُرَ من جملتِه؛ فإعادتُه بهيئتِه ــــ اذا ضاقَ ذٰلكَ ــــ أسلمُ؛ فأمّا ما وجدنا بُدًّا من إعادتِه بجملتِه، عن غيرِ حاجةٍ منّا اليه، فلا نتولّىٰ فعلَهُ، إن شاءَ اللهُ. ﴿۱۱﴾

ترجمہ:۔ مگر یہ کہ کوئی ایسی جگہ آجائے، جہاں کسی ایسی حدیث کی تکرار ناگزیر ہو جس میں کوئی زائد مضمون ہے، یا کوئی ایسی سند آئے جو دوسری سند کے پہلو میں واقع ہو، کسی خاص وجہ سے جو وہاں پائی جاتی ہو (تو تکرار گوارہ کی گئی ہے) کیونکہ حدیث میں جو زائد مضمون ہے، جس کی احتیاج ہے، وہ مستقل حدیث کا حکم رکھتا ہے۔ اس لئے اُس حدیث کو دوبارہ لانا ضروری ہوتا ہے، جس میں وہ زائد مضمون ہوتا ہے جس کا ہم نے تذکرہ کیا ہے یا یہ ضروری ہوتا ہے کہ اختصار کے لئے ہم اس زائد مضمون کو لمبی حدیث سے جُدا کریں، اگر ایسا کرنا ممکن ہو، مگر کبھی لمبی حدیث سے اُس مضمون کا علیحدہ کرنا دشوار ہوتا ہے تو ایسی صورت میں پُوری حدیث بعینہ مکرر لانا ہی زیادہ مناسب ہوتا ہے ــــ رہی وہ جگہ جہاں ساری حدیث مکرر لائے بغیر کام چل سکتا ہے بایں وجہ کہ ہم کو ساری حدیث (مکرر لانے) کی ضرورت نہیں ہے، تو وہاں ہم ان شاء اللہ تکرار کی ذمہ داری قبول نہیں کریں گے۔

لغات:۔ استغنىٰ عنه: اکتفا کرنا، بے نیاز ہونا ــــ تَرْدَادُ: تکرار (بصری نحاۃ کے نزدیک فعل مجرد کا مصدر ہے اور کوفیوں کے نزدیک باب تفعیل کا مصدر ہے) ــــ عَسُرَ (س، ک): دشوار ہونا ــــ تَوَلَّى الأمْرَ: ذمہ داری لینا ــــ علّة: وجہ ــــ وَصَفَ وَصفًا بیان کرنا ــــ فَصَّلَ تَفْصِيلاً: جدا کرنا ــــ بُدٌّ: چارہ

ترکیب:۔ إلّا حرف استثناء (مستثنیٰ منہ عدم تکرار جو غیر تکرار کا مفاد ہے) جملہ أن یأتی الخ مستثنیٰ ــــ جملہ لا یُستغنىٰ صفت موضعٌ کی ــــ فیہ اور عن ترداد الخ متعلق لا یستغنیٰ سے ــــ فیہ خبر مقدم، زیادۃُ معنی (مرکب اضافی) مبتدأ مؤخر، پھر جملہ حدیثٍ کی صفت ــــ إسناد کا عطف موضع پر، جملہ یقع صفت اسناد کی، الی جنب الخ متعلق یقع سے ــــ لعلۃ الخ یأتی سے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور یقع سے بھی (اوپر مطلب ترکیب ثانی کے اعتبار سے لکھا گیا ہے)۔ جملہ تکون صفت علۃ کی۔ ضمیر مستتر ھی تکون کا اسم اور ھناك اس کی خبر

قولہ: لان المعنیٰ الخ لام جارّہ تعلیلیہ متعلق لا یستغنیٰ فیہ سے ــــ المعنیٰ (الی قولہ)

الیہ اسم أنَّ کا اور جملہ یقوم خبر ــــ فی الحدیث الزائد سے متعلق اور المحتاج الیہ المعنی کی صفت ــــ الیہ متعلق المحتاج ہے ــــ یقوم میں ضمیر مستتر راجع المعنی الزائد کی طرف فاعل مقام حدیث تام (مرکب اضافی) مفعول فیہ۔

قوله :۔ فلا بد الخ لا برائے نفی جنس۔ بُدَّ اسم، من إعادة الخ ظرف مستقر ہوکر خبر ــــ الذی اسم موصول فیہ خبر مقدم، ماوصفنا موصول صلہ (عائد محذوف) من الزیادة بیان، موصول صلہ مع بیان مبتدأ مؤخر پھر جملہ اسمیہ الذی کا صلہ، پھر موصول صلہ مل کر الحدیث کی صفت۔

قوله :۔ او أن نُفَصِّلَ الخ معطوف إعادة پر ــــ ذلك المعنیٰ مفعول بہ۔ من جملة اور علی اختصارہ متعلق نُفَصِّلَ سے اذا شرطیہ، أمكن جملہ شرطیہ، جزاء محذوف۔

قوله :۔ ولكن تفصيلہ الخ تفصیلہ اسم لکن کا ــــ ربَّ حرف جر، ما کافہ، جملہ عسر خبر ــــ من جملة متعلق تفصیلہ سے۔

قوله :۔ فاعادته الخ فا عاطفہ، إعادته مبتدأ، أسلم خبر ــــ بھیئتہ متعلق إعادة سے ــــ اذا حرف شرط ضاق ذلك جملہ شرطیہ، جزا محذوف۔

قوله :۔ فاما ما وجدنا الخ فا عاطفہ۔ أمَّا حرف شرط ــــ ماوجدنا موصول صلہ مل کر شرط۔ فلا نتولّی جزاء ــــ من إعادته متعلق بُدًّا سے اور بجملة متعلق إعادة سے ــــ عن غیر حاجة الخ متعلق وجدنا سے اور عن یا مِن تعلیلیہ ہے ــــ غیر مضاف حاجة مضاف الیہ، مِنّا ظرف مستقر ہوکر حاجة کی صفت اور الیہ متعلق حاجة سے ــــ فِعلَهٗ مفعول بہ۔

شرائطِ مسلم کا تفصیلی بیان

حدیث شریف کے راویوں کی بنیادی قسمیں (دو) ہیں، ثقہ اور ضعیف

(۱) ثِقَہ (معتبر) وہ راوی ہیں جو اسبابِ طعن[۱] سے بالکل پاک ہوں، اور ضبط[۲] و عدالت[۳] کے ساتھ متصف ہوں

(۲) ضعیف (کمزور) وہ راوی ہیں جو اسباب طعن کے ساتھ مجروح ہوں

---

[۱] طعن راوی میں کسی ایسی خرابی کا نام ہے جو قبول حدیث کے لئے مانع ہو ۱۲ [۲] ضبط کے معنیٰ ہیں یاد رکھنا پھر ضبط کی دو قسمیں ہیں ضبط الصدر اور ضبط الکتابہ ــــ ضبط الصدر (سینہ میں محفوظ رکھنا) یعنی حدیث شریف کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ جب چاہے بے تکلف صحیح صحیح بیان کرسکے ــــ اور ضبط الکتابہ (لکھ کر محفوظ رکھنا) یعنی حدیث شریف صاف واضح طور پر لکھ لینا، پھر نسخے کی تصحیح کرلینا، اور مشتبہ کلمات پر اعراب لگالینا ۱۲ [۳] عدالت (دینداری) آدمی کے اس وصف کا نام ہے جس کی وجہ سے اس کو نیک اور دیندار سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً کبائر سے اجتناب کرنا، صغائر پر اصرار نہ کرنا نیز خلافِ مروّت باتوں سے پرہیز کرنا جیسے راستہ میں بول و براز کرنا، بدکار لوگوں سے میل جول رکھنا ۱۲

اسباب طعن دس ہیں۔ پانچ عدالت سے متعلق اور پانچ ضبط سے متعلق۔ عدالت کو متاثر کرنے والے اسباب کذب، تہمتِ کذب، فسق، جہالت اور بدعت ہیں۔ اور ضبط سے متعلق اعتراضات فحشِ غلط، غلطی کی بہتات)، کثرتِ غفلت، وہم، مخالفتِ ثقات اور سوءِ حفظ ہیں۔

پھر ثقہ راویوں کی دو قسمیں ہیں: درجۂ اوّل کے راوی اور درجۂ دوم کے راوی۔

درجۂ اوّل کے راوی وہ ہیں جو ضبط و اتقان کے اعلیٰ معیار پر ہوں یعنی جن کو احادیث خوب محفوظ ہوں اور درستگی کیساتھ بیان کرتے ہوں، جن کی حدیثوں میں بہت زیادہ اختلاف اور خبط نہ ہو۔

درجۂ دوم کے راوی وہ ہیں جو صرف حفظ و اتقان میں درجۂ اوّل کے رُوات سے فروتر ہوں۔ اور مزاولتِ[۱] فنِ حدیث اور مستوریّت[۲] و عدالت میں درجۂ اوّل کے راویوں کے ہم پلّہ ہوں۔

اس ضروری تفصیل کے بعد جاننا چاہئے کہ امام مسلم رحمہ اللہ صحیح مسلم میں ضعیف راویوں کی کوئی روایت نہیں لائے، صرف ثقہ راویوں کی حدیثوں کو صحیح میں درج کیا ہے۔ اس تفصیل کے ساتھ کہ اگر کسی مسئلہ میں درجۂ اوّل اور دوم، دونوں قسموں کے راویوں کی روایتیں موجود ہوتی ہیں تو پہلے اصول میں درجۂ اوّل کے راویوں کی روایتیں لاتے ہیں پھر متابعات[۳] و شواہد میں درجۂ دوم کے راویوں کی حدیثوں کو لکھتے ہیں۔ البتہ اگر کسی مسئلہ میں صرف درجۂ دوم کے راویوں کی روایتیں ہوتی ہیں تو پھر انہی کو اصول میں درج کرتے ہیں۔

صحیح مسلم کی روایات یا تو صحیح ہیں یا حسن

فنِ اصولِ حدیث کی اصطلاح میں درجۂ اوّل کے راویوں کی روایتوں کو صحیح لذاتہٖ کہتے ہیں اور درجۂ دوم کے راویوں کی روایتوں کو حسن لذاتہٖ کہتے ہیں، اس اصطلاح کے مطابق صحیح مسلم شریف میں دونوں ہی طرح کی روایات ہیں، صحیح بھی اور حسن بھی ــــ اگر کسی مسئلہ میں دونوں طرح کی روایات موجود ہوتی ہیں تو امام مسلم رحمہ اللہ پہلے صحیح لذاتہٖ کو درج کرتے ہیں، پھر متابعات و شواہد میں حسن لذاتہٖ کو لاتے ہیں، ہاں اگر کسی جگہ صرف حسن لذاتہٖ روایات ہوتی ہیں تو پھر انہی کو اصول میں لاتے ہیں۔

نوٹ :۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی یہ کتاب فن کی اصطلاحات مقرر ہونے سے پہلے کی تصنیف ہے، اس وقت دونوں قسموں کی حدیثوں کو صحیح بھی کہتے تھے اور دونوں پر حَسَن کا بھی اطلاق کرتے تھے۔ بعد میں فنی طور پر یہ دو

---

[۱] مزاولتِ علم کا مطلب یہ ہے کہ راوی فن حدیث میں بے حیثیت آدمی نہ ہو بلکہ اس فن سے اس کو خوب مناسبت ہو اور محدثین میں اس کا شمار ہوتا ہو۔ [۲] مستوریّت کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کے بارے میں ہمیں کوئی ایسی برائی معلوم نہ ہو جس سے دینداری اور تقویٰ متاثر ہوتا ہے۔ پس یہ لفظ عدالت کا مترادف ہے ۱۲۔ [۳] کسی فرد نسبی راوی (وسطِ سند کے منفرد راوی) کے ساتھ استاذ حدیث میں موافقت کو متابعت کہا جاتا ہے۔ پھر اگر یہ موافقت فرد نسبی کے شیخ میں ہے تو اس کو متابعتِ تامہ کہتے ہیں اور شیخ الشیخ میں ہے تو اس کو متابعتِ قاصرہ کہتے ہیں ــــ اور شاہد وہ متن حدیث ہے جو فرد نسبی کے متن کے موافق ہے، خواہ لفظاً اور معنیً دونوں طرح موافق ہو یا صرف معنیً موافق ہو (تفصیل فن کی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں)

Website::Ahmadumarmiana.wordpress.com
::Mianalibrary.weebly.com
Email:: kingofusa481@gmail.com
asianfighters123@gmail.com
Mobile#03058687918
03155335445
03474737404

علیحدہ علیحدہ مفہوم رکھنے والی اصطلاحات بن گئیں۔ جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے صحیحین کی بعض روایات پر اعتراض کیا کہ یہ روایات صحیح لذاتہ کے درجہ کی نہیں ہیں ان کے راوی فروتر ہیں۔ یہ اعتراض اسی غلط فہمی پر مبنی ہے۔

فامّا القِسمُ الاوّل: فَإنّا نَتَوَخّیٰ اَنْ نُقَدِّمَ الْاَخْبارَ، التی هی أَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوبِ من غيرِها، وأَنْقیٰ، من أن يكُونَ نَاقِلُوهَا أَهلَ اسْتِقَامَةٍ فی الحديث، وإتْقَانٍ لِمَا نَقَلُوا، لم يوجد فی رِوَايَتِهم اخْتِلَافٌ شَدِيدٌ، وَلَا تَخْلِيطٌ فَاحِشٌ، كَمَا قد عُثِرَ فيهِ علیٰ كَثِيرٍ مِنَ المحدّثين، وبَانَ ذٰلِكَ فی حَدِيثِهِم

ترجمہ:۔ رہی پہلی قسم: تو ہم ارادہ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اُن حدیثوں کو درج کریں، جو بہ نسبت اور روایات کے عیوب سے زیادہ محفوظ اور پاک ہیں، بایں وجہ کہ اُن کے راوی حدیثوں کو درستگی کے ساتھ بیان کرنے والے ہیں، اور جن روایات کو وہ نقل کرتے ہیں ان کو اچھی طرح یاد رکھنے والے ہیں۔ اُن کی روایتوں میں بہت زیادہ مخالفت اور حد سے زیادہ خلط ملط (غتر بود) نہیں پایا جاتا ہے، جیساکہ بہت سے حدیث بیان کرنے والوں میں اس بات کا پتہ چلا ہے، اور ان کی مرویات میں یہ بات ظاہر ہو گئی ہے۔

تشریح:۔ امام نووی رحمہ اللہ اختلاف شدید اور تخلیطِ فاحش کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ "راوی حدیث کا ضبط (یاد رکھنا) اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ اس کی روایات عام طور پر ثقہ راویوں کی روایات کے مطابق ہوں، شاذ و نادر ہی ان کے خلاف روایت کرتا ہو۔ یہ نادر مخالفت راوی کے ضبط میں خلل انداز نہیں ہوتی، بلکہ اس کی روایت سے استدلال کیا جائے گا۔ کیونکہ معمولی مخالفت سے احتراز ممکن نہیں ہے۔ البتہ اگر مخالفت بہت زیادہ ہو تو وہ اس راوی کے ضبط میں خلل انداز ہوگی اور اس کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر اس کی روایات میں اضطراب اور خلط ملط نادر ہو تو مضر نہیں ہاں بہت زیادہ ہو تو اس کی روایات رد کر دی جائیں گی"۔

لغات:۔ تَوَخّیٰ تَوَخِّيًا الامرَ: قصد کرنا ـــــ اَنْقیٰ (اسم تفضیل) پاکیزہ، صاف ستھرا، از نَقِيَ يَنْقیٰ نَقَاءً، صفت نَقِيٌّ ـــــ اَتْقَنَ الْاَمْرَ: مضبوط کرنا ـــــ خَلَطَ الشيئَ بالشيئِ: رلانا، ملانا

ـــــ فَاحِشٌ: حد سے زیادہ، کہا جاتا ہے غَبَنٌ فَاحِشٌ: اتنا زیادہ نقصان جو عادۃً قابل برداشت نہ ہو ـــــ عَثَرَ (ن) عَثْرًا وعُثُورًا على السِّرِّ: بھید پر مطلع ہونا ـــــ بان (ض) بَيَانًا: ظاہر ہونا، واضح ہونا۔

ترکیب:۔ امّا شرطیہ برائے تفصیل ـــــ القسم الاوّل مبتدا (متضمن معنیٰ شرط) جملہ فَإنّا الخ خبر متضمن معنیٰ جزا ـــــ جملہ نتوخّیٰ خبر اِنّ کی ـــــ جملہ نقدّم بتاویل مصدر ہو کر نتوخّیٰ کا مفعول بہ ـــــ التی موصول صلہ مل کر الاخبار کی صفت ـــــ جملہ هی اسلم صلہ ـــــ من العیوب اسلم سے متعلق ـــــ من غیرها میں منْ جارہ تفضیلیہ اور جار مجرور اسلم سے متعلق ـــــ انقی معطوف اسلم پر ـــــ من ان یکون الخ من جارہ تعلیلیہ، جملہ یکون بتاویل مفرد ہو کر مجرور اور جار مجرور نقدّم سے متعلق ـــــ ناقلوها فعل ناقص کا اسم، اهلَ استقامة الخ خبر، فی الحدیث متعلق استقامة سے، اتقان معطوف استقامة پر ـــــ لما نقلوا لام جارہ، ما نقلوا موصول صلہ مل کر مجرور، ضمیر عائد محذوف ای نقلوہ اور جار مجرور اتقان سے متعلق ـــــ لم یوجد الخ جملہ مستقلہ، فی روایتهم متعلق لم یوجد سے اختلاف شدید مع معطوف فاعل، لَا برائے تکرار نفی ـــــ کما قد عثر الخ کاف جارہ برائے تشبیہ (اس کے لئے متعلق کی ضرورت نہیں)، مَا صلہ کے ساتھ مجرور، جملہ قد عثر مع معطوف صلہ ـــــ فیہ عُثر کا متعلق اوّل ضمیر اختلاف وتخلیط کی طرف راجع ـــــ علی کثیرٍ الخ عثر کا دوسرا متعلق ـــــ من المحدثین ظرف مستقر ہو کر کثیر کی صفت ـــــ وبان الخ معطوف جملہ قد عثر پر، ذلك فاعلِ بان، فی حدیثهم ظرف لغو۔

دَرجۂ دوم کے رَاوی

چونکہ ثقہ راویوں کی دَرجہ بندی کا معاملہ ایک دقیق مسئلہ ہے اسلئے امام مسلم رحمہ اللہ اس کو بہت تفصیل سے مثالیں دے دے کر سمجھاتے ہیں ـــــ پہلے اجمالاً یہ سمجھ لیا جائے کہ درجۂ دوم کے راوی بھی عدالت، صداقت اور علم حدیث کے ساتھ مناسبت میں درجۂ اوّل کے راویوں کے ہم پلہ ہوتے ہیں، صرف حفظ واتقان میں اُن سے کم تر ہوتے ہیں، یعنی احادیث کو یاد رکھنے میں پھر ان کو درستگی کے ساتھ بیان کرنے میں درجۂ اوّل کے رُوات سے فروتر ہوتے ہیں۔ مثلاً مشہور تابعی حضرت عطاء بن السائب ثقفی کوفی (متوفی ۱۳۶ھ) ثقہ ہیں، بخاری شریف میں اُن کی روایت لی گئی ہے، مگر آخر عمر میں اُن کا حافظہ بگڑ گیا تھا، اس لئے ان کو دَرجۂ دوم کا راوی شمار کیا جائے گا ـــــ اسی طرح یزید بن ابی زیاد ہاشمی کوفی (متوفی ۱۳۶ھ) بھی ثقہ ہیں، بخاری شریف میں تعلیقًا، مسلم شریف اور سنن اربعہ میں ان کی روایات موجود ہیں، مگر بڑھاپے میں اُن کا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا۔



اور وہ تلقین قبول کرنے لگے تھے اس لئے ان کو بھی درجۂ دوم کا راوی سمجھا جائے گا۔

اسی طرح لیث بن ابی سلیم (متوفی ۱۴۸ھ) بھی معتبر راوی ہیں، بخاری میں تعلیقاً، مسلم شریف اور سنن اربعہ میں اُن کی روایات ہیں، مگر آخر عمر میں ان کا حافظہ بھی بگڑ گیا تھا اس لئے یہ بھی درجۂ دوم کے راوی ہیں ——— اسی طرح دوسرے روات کا معاملہ سمجھنا چاہئے۔

الغرض امام مسلم رحمہ اللہ ایسے رُوات کی حدیثیں بھی اپنی صحیح میں لائے ہیں مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ کہ درجۂ اوّل کے راویوں کی روایات کو مقدم کرتے ہیں پھر متابعات و شواہد میں درجۂ دوم کے راویوں کی رِوایات درج کرتے ہیں۔

> فاذا نحن تَقَصَّيْنَا أَخْبَارَ هٰذَا الصِّنفِ مِنَ النَّاس، أَتْبَعْنَاهَا أَخْبَارًا يَقَعُ فِی اسانیدِهَا، بعضُ مَن لیسَ بِالموصُوفِ بالحِفظ وَالاِتقَانِ، كالصِّنفِ المقَدَّمِ قبلَهم؛ علی أَنَّهُمْ، وإِن كانوا فيما وَصَفنا دُونَهُم، فَإِنَّ اسْمَ السَّتْرِ، وَالصِّدقِ، وتَعَاطِی العِلمِ، يَشْمَلُهُمْ: كعَطاءِ بنِ السائب، ويَزِيدَ بنِ ابی زِيَادٍ. ولَيْثِ بنِ ابی سُلَيْم، وَ أَضْرَابِهِمْ مِن حُمَّالِ الآثار، ونُقَّالِ الأخبارِ۔

ترجمہ: پھر جب ہم اس قسم (درجۂ اوّل) کے راویوں کی تمام حدیثیں بیان کر چکیں گے، تو اُس کے بعد ہم وہ حدیثیں لائیں گے، جن کی سندوں میں بعض ایسے راوی آگئے ہیں، جو حفظ و اتقان کے ساتھ اس درجہ متصف نہیں ہیں جس درجہ وہ راوی متصف ہیں، جن کا سابق میں ذکر کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں وہ لوگ ——— اگرچہ مذکورہ صفات (حفظ و اتقان) میں پہلی قسم کے رواۃ سے فروتر ہیں، مگر ——— مستوریت صداقت اور علم حدیث کے ساتھ اشتغال کا اُن پر بھی اطلاق ہوتا ہے، جیسے عطاء بن السائب، یزید بن ابی زیاد، لیث بن ابی سُلیم اور اُن جیسے دوسرے حاملینِ حدیث اور ناقلینِ روایات۔

لغات: تَقَصّٰی تَقَصِّیًا (مادہ ق، ص، و) تَقَصَّاهُمْ: دور لوگوں میں سے ایک ایک کو بلانا ——— اَتْبَعَہٗ کذا: لاحق کرنا ——— السَّتر سین کے زبر کے ساتھ مصدر ہے بمعنیٰ چھپانا، اور سین کے زیر کے ساتھ اسم ہے بمعنیٰ پردہ، یہاں مصدری معنیٰ مراد ہیں ——— تَعَاطٰی تَعَاطِیًا الشیئَ: لینا۔ تَعَاطَی الأَمْرَ: مشغول ہونا۔ ——— الضَّرب: قسم، مثل، جمع أَضْرَابٌ ——— حُمَّال جمع حامل کی بمعنیٰ اٹھانے والا، نُقَّال جمع ناقِل کی بمعنیٰ نقل کرنے والا۔

ترکیب: اذا شرطیہ، نَحْنُ مبتدا، جملہ تَقَصَّيْنَا خبر (پھر جملہ اسمیہ شرطیہ) اخبار الخ مفعول بہ، من الناس ظرف مستقر ہو کر صفت الصنف کی، جملہ اتبعناها جزاء، ها مفعول اوّل، اخباراً مفعول ثانی، جملہ یَقَعُ صفت اخباراً کی، فی اسانیدها متعلق یقع سے، بعضُ من الخ یَقَعُ کا فاعل ——— بعضُ مضاف، من مع صلہ مضاف الیہ، جملہ لیس صلہ ——— لیس کا اسم ضمیر مستتر، راجع من موصولہ کی طرف بالموصوف خبر (باء خبر پر زائدہ) بالحفظ الخ متعلق الموصوف سے ——— کالصنف الخ کاف بمعنیٰ برائے تشبیہ (اس کے لئے متعلق ضروری نہیں) المقدّم اسم مفعول، قبلهم اس کا مفعول فیہ پھر شبہ جملہ الصنف کی صفت۔

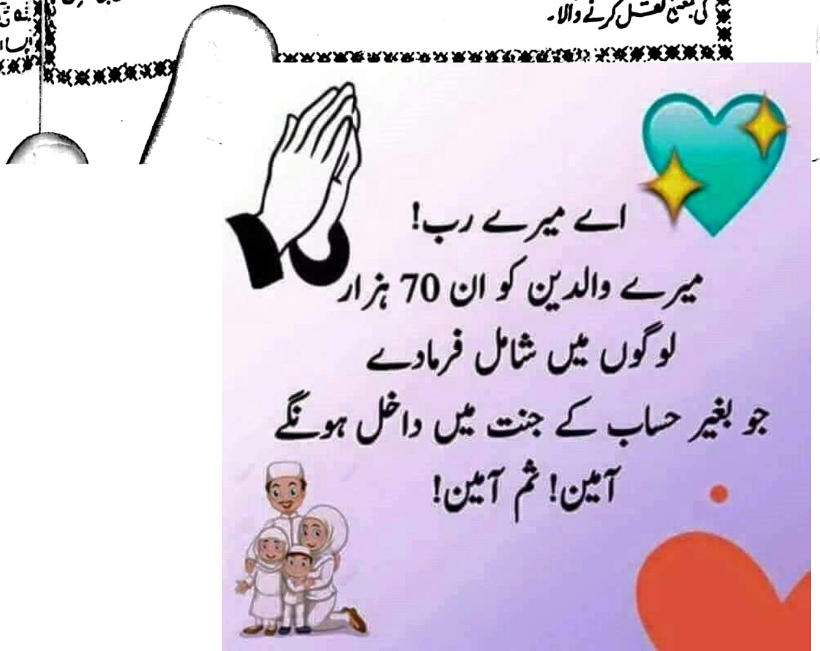
علی انهم الخ علی جارہ بمعنیٰ لکن برائے اضراب یعنی ماقبل سے پیدا ہونے والی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے (اس کیلئے بھی متعلق کی ضرورت نہیں) انهم حرف مشبہ بالفعل مع اسم، فان اسم الستر الخ خبر (جو قائم مقام جزاء بھی ہے) ——— وان وصلیہ متضمن معنیٰ شرط جملہ کانوا الخ شرطیہ ——— دُونهم فعلِ ناقص کی خبر، فیما وصفنا متعلق فعلِ ناقص سے ——— جملہ وصفنا صلہ، ضمیر عائد بسوئے اسم موصول محذوف ان اسم الستر الخ قائم مقام جزاء، فا جزائیہ ——— اسم الستر الخ اِنَّ کا اسم، جملہ یشملهم خبر ——— من حمّال جار مجرور ظرف مستقر ہو کر أضراب کی صفت۔

رُواۃ کی درجہ بندی

سابق میں ثقہ رُوات کی جو دو قسمیں کی گئی ہیں اس کی قدرے تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے، تاکہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ہم نے حضرت عطاء، یزید اور لیث کو درجۂ دوم کا راوی کہا ہے، کیونکہ یہ حضرات اگرچہ محدثین کے نزدیک ثقہ، اور فن حدیث سے تعلق رکھنے والے تھے، مگر حفظ و اتقان اور روایت کی درستگی میں ان کو وہ مقام حاصل نہیں تھا جو اُن کے بعض دوسرے معاصر محدثین کو حاصل تھا۔ مثلاً حضرت منصور بن المعتمر سلمی کوفی (متوفی ۱۳۲ھ) جو ثقہ ہونے کے ساتھ ثبت (روایت حدیث میں نہایت مضبوط) بھی تھے اور تدلیس[1] کبھی نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح امام اعمش سلیمان بن مہران کوفی (ولادت ۶۱ھ وفات ۱۴۷ھ) نہایت پارسا، ثقہ اور حافظ حدیث تھے، اسی طرح حضرت اسماعیل بن ابی خالد احمسی، بجلی (متوفی ۱۴۶ھ) ثقہ ہونے کے ساتھ روایتِ حدیث میں ثبت (مضبوط) بھی تھے الغرض ان تینوں حضرات کو حفظ و اتقان اور روایت کی درستگی میں جو بلند مقام حاصل تھا وہ حضرت عطاء وغیرہ

[1] تدلیس کے معنیٰ ہیں محدث کا حدیث کی روایت میں کسی راوی کا نام نہ لینا، بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لینا، اور لفظ ایسا اختیار کرنا جس میں سماع کا احتمال ہو۔



کوکسی درجہ میں بھی حاصل نہیں تھا۔ اور محدثین کے نزدیک یہی چیز رُوات میں امتیاز پیدا کرتی ہے اوران کا درجہ بلند کرتی ہے۔ اس لئے حضرت منصور، اعمش اور اسماعیل کو درجۂ اوّل کا راوی قرار دیا گیا ہے اور حضرت عطاء، یزید اور لیث کو درجۂ دوم کا۔

فَهُمْ، وان كانوا بما وصفنا من العلم والسَّتر، عند اهل العلم، معروفين،
فغيرهم من اقرانهم ——— ممن عندهم ما ذكرنا، من الإتقانِ ،
والاستقامةِ في الرواية ——— يَفْضُلُوْنَهُمْ في الحال والمرتبة ،
لأنَّ هذا ، عند أهل العلم، درجةٌ رفيعةٌ ، وخصلةٌ سنيةٌ.
أَلَا ترىٰ! أنَّك اذا وازنتَ هؤلاءِ الثلاثةَ ——— الذين سَمَّيْنَاهم:
عطاء، ويزيد، ولَيْث ——— بمنصورِ بنِ المُعْتَمِرِ، وسليمانَ الْاَعْمَشِ،
واسماعيلَ بنِ ابي خالدٍ. في اتقان الحديثِ، والاستقامةِ فيه، وَجَدْتَهم
مُبَايِنِيْنَ لهم، لا يُدَانُوْنَهم، لاشَكَّ عند اهلِ العلم بالحديث
في ذٰلك، لِلَّذِي استَفَاضَ عندهم، من صِحَّةِ حفظِ منصورٍ، وَ
الأعمشِ، واسماعيلَ، وإِتْقَانِهِمْ لحديثهم، وَأَنَّهم لم يَعْرِفُوْا
مثلَ ذٰلك من عطاءٍ ويزيدَ، وليثٍ.

ترجمہ :۔ الغرض یہ حضرات اگرچہ ائمہ حدیث کے نزدیک، اُن صفات میں جو ہم نے ذکر کیں یعنی علم حدیث کے ساتھ اشتغال اور مستوریت (عدالت) میں مشہور ہیں، مگر اُن کے ہم عصر دوسرے رُوات میں سے جو حفظ واتقان اور روایت کی درستگی میں اُس مرتبہ پر ہیں جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔ اُن حضرات (عطاء وغیرہ) سے حالت ومرتبہ میں بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ محدثین کے نزدیک یہ چیز (یعنی حفظ واتقان) ایک بلند مرتبہ اور عظیم الشان امتیاز ہے۔

دیکھئے! جب آپ ان تینوں حضرات کا ——— جن کا ہم نے تذکرہ کیا ہے یعنی عطاء، یزید اور لیث کا ——— منصور بن المعتمر، سلیمان اعمش اور اسماعیل بن ابی خالد سے، حفظ واتقان اور روایت کی درستگی میں موازنہ کریں گے۔ تو اِن کو اُن سے بالکل مختلف پائیں گے، وہ اِن کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ ائمہ حدیث کو اس بارے میں قطعاً کوئی شک نہیں ہے۔ بایں وجہ کہ اُن کو بدرجۂ شہرت یہ بات معلوم ہے کہ

منصور، اعمش[1] اور اسماعیل کو احادیث اچھی طرح یاد تھیں اور وہ اپنی مرویات کو خوب مضبوط کئے ہوئے تھے اور عطاء، یزید اور لیث کے بارے میں یہ بات محدثین کو معلوم نہیں ہے۔

لغات :۔ اَقْرَانٌ جمع قِرْنٌ کی بمعنیٰ ہم عصر ——— فَضُلَ (ک) برتر ہونا، صاحبِ فضیلت ہونا۔ خصلة : عادت، بات ——— سَنِيَّةٌ : رَفیعۃ، عظیم الشان ——— وَازَنَ موازنةً، موازنہ کرنا، وزن معلوم کرنے کیلئے مقابلہ کرنا ——— سَمّٰى تَسْمِيَةً : ذکر کرنا۔ نام لینا ——— دَانٰى مداناةً: ایک کا دوسرے قریب ہونا۔ استفاض استفاضةً : پھیلنا۔

ترکیب :۔ فهم، فا فصیحیہ، هم مبتدأ جملہ فغيرهم خبر (جو قائم مقام جزا بھی ہے) ——— وان كانوا الخ وان وصلیہ متضمن معنی شرط، كانوا فعل ناقص مع اسم، معروفين خبر، پھر جملہ اسمیہ شرطیہ اور جملہ جزائیہ کے قائم مقام جملہ فغيرهم ——— بما وصفنا الخ متعلق معروفين سے اور عند اهل العلم مفعول فیہ معروفين (اسم مفعول) کا ——— فغيرهم الخ فا جزائیہ غيرهم مبتدأ يفضلونهم خبر ——— من اقرانهم ظرف مستقر ہوکر غيرهم کی پہلی صفت اور ممن عندهم الخ ظرف مستقر ہوکر دوسری صفت ——— ممن میں من جارہ تبعیضیہ اور من موصولہ، عندهم خبر مقدم اور ما ذكرنا مبتدأ مؤخر پھر جملہ اسمیہ صلہ ——— لان هذا الخ لام جارہ تعلیلیہ متعلق يفضلون سے ——— هذا اسم أنَّ کا درجة الخ خبر ———

قولہ :۔ الا ترى الخ جملہ أنَّكَ (الی قولہ) مباینین لهم مفعول بہ الا ترىٰ کا ——— اذا وازنت شرط وجزا مل کر أنَّ کی خبر هؤلاء الخ مفعول بہ وازنت کا ——— الذين مع صلہ صفت هؤلاء الخ کی ——— عطاءٌ الخ مبتدأ محذوف کی خبر اور اگر سَمَّيْنَا کی ضمیر مفعول بہ سے بدل ہیں تو منصوب ہوں گے ——— بمنصور الخ وازنت کا متعلقِ اوّل ——— في اتقان الخ متعلق ثانی پھر جملہ وازنت شرطیہ اور جملہ وجدتهم جزائیہ ——— مباينين مفعول ثانی وجدت کا ——— لهم ظرف مباينين کا ——— لا يدانونهم جملہ مستقلہ ——— لاشك الخ لا برائے نفی جنس، شك اسم، في ذٰلك خبر ——— عند اهل العلم جملہ ظرفیہ معترضہ ——— بالحديث العلم (مصدر) سے متعلق ——— للذى الخ لام جارہ تعلیلہ لاشك (مصدر) سے متعلق جملہ اِستَفَاضَ صلہ ——— من صحة الخ اسم موصول کا بیان ——— اتقانهم معطوف

---

[1] اَعْمَشُ (صفتِ مذکر) چُندھیا یعنی وہ شخص جس کی آنکھیں روشنی کی تاب نہ لا سکیں ——— ایسے القاب جو عیوب پر دلالت کرتے ہیں جیسے اعمش (چندھیا) اَعْرَجُ (لنگڑا) اَعْمٰى (اندھا) وغیرہ ان کا تذکرہ برائے تعریف ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ جیسے رُوات پر جرح ضرورۃً جائز ہے۔ البتہ تنقیص کے طور پر ایسے القاب دینا جائز نہیں۔ (نووی)



صحبۃ پر — لحدیثھم متعلق اتقان سے — وانھم لم یعرفوا الخ جملہ الذی استفاض پر معطوف — جملہ لم یعرفوا خبر اَنّ کی۔ مثل ذٰلک لم یعرفوا کا مفعول بہ — من عطاء متعلق لم یعرفوا سے

درجہ بندی کی مزید تشریح

ثقہ رُوات کی درجہ بندی ایک اور مثال سے سمجھئے۔ حضرتِ حسن بصری رحمہ اللہ جو طبقۂ ثالثہ کے سرخیل ہیں، جن کی وفات تقریباً نوّے سال کی عمر میں ۱۱۰ھ میں ہوئی ہے۔ اور حضرت محمد بن سیرین بصری رحمہ اللہ جن کی وفات بھی ۱۱۰ھ میں ہوئی ہے، اور جو تیسرے طبقہ[1] کے جلیل القدر محدّث ہیں، ان دونوں بزرگوں کے چار شاگرد ہیں۔

(۱) عبداللہ بن عون بن اَرْطَبَان بصری (متوفی ۱۵۰ھ) جو ثقہ ثبت اور بڑے فاضل ہیں۔

(۲) ایوب بن ابی تمیمہ سَختیانی بصری (متوفی ۱۳۱ھ) جو ثقہ ثبت اور حجت ہیں۔

(۳) عوف بن ابی جمیلہ اعرابی عبدی بصری (متوفی ۱۴۶ھ) جو ثقہ ہیں، مگر ان پر قدری اور شیعہ ہونیکا الزام ہے۔

(۴) اشعث بن عبدالملک حُمرانی بصری (متوفی ۱۴۲ھ) جو ثقہ اور فقیہ ہیں۔

جب آپ ان چاروں کا باہم موازنہ کریں گے تو کمالِ فضل اور روایت کی صحت میں اولین اور آخرین میں بڑا فرق پائیں گے۔ اگرچہ حضرتِ عوف اور اشعث بھی محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، مگر مقام و رتبہ میں اولین سے کم تر ہیں۔ اسی وجہ سے حضرتِ ابن عون اور ایوب سختیانی رحمہما اللہ کو "درجۂ اوّل" کا راوی قرار دیا گیا ہے اور حضرت عوف اور اشعث رحمہما اللہ کو "درجۂ دوم" کا۔

وفی مثل مجریٰ هؤلاءِ، إذا وازنتَ بین الأقرانِ، کابنِ عونٍ، و ایوبَ السختیانِیّ، مع عوف بن ابی جمیلۃَ، واشعثَ الحُمرانِیّ، وھما صاحبا الحسن وابنِ سیرینَ، کما أنّ ابن عون وایوبَ صَاحِبَاھما، إلّا أنّ البُونَ بینھما وبین ھٰذین بعیدٌ فی کمالِ الفضلِ، وصِحّۃِ النقلِ؛ وان کان عوفٌ و اشعثُ غیرَ مدفوعین عن صدقٍ وَ أمانۃٍ، عند أھل العلم؛ ولٰکنّ الحالَ ما وصفنا مِنَ المَنزِلَۃِ، عند اھل العلم۔

ترجمہ: علیٰ ہذا القیاس جب آپ ہم عصروں کے درمیان موازنہ کریں گے، مثلاً ابن عون اور ایوب سختیانی کا

[1] طبقات کا ذکر تقریب التہذیب کے مقدمہ میں ہے، اردو میں دیکھنا چاہیں تو تحفۃ الدُرر میں دیکھیں ۱۲۔

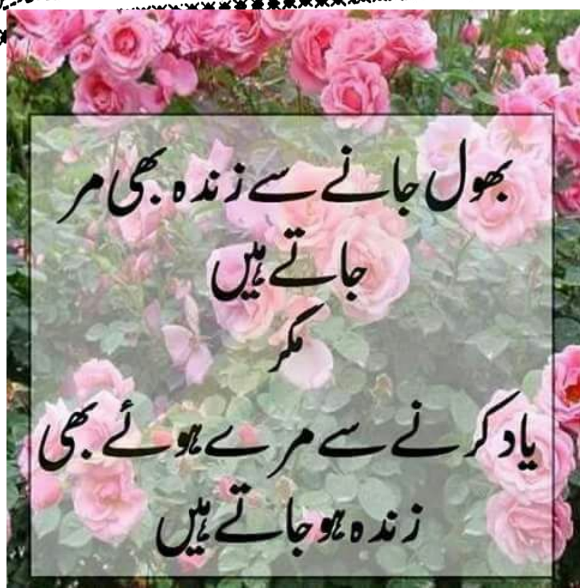
موازنہ کریں گے عوف بن ابی جمیلہ اور اشعث حمرانی کے ساتھ، درآنحالیکہ یہ دونوں حضرت حسن بصری اور حضرت محمد بن سیرین کے تلامذہ ہیں، جس طرح ابن عون اور ایوب اُن کے شاگرد ہیں، مگر اُن میں اور ان میں کمالِ فضیلت اور روایت کی صحت میں بڑا فرق ہے، اگرچہ عوف اور اشعث بھی محدثین کے نزدیک صدق و امانت سے ہٹائے ہوئے نہیں ہیں۔ مگر مقام و رتبہ کی صورتِ حال محدثین کے نزدیک وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔

لغات: مَجْریٰ: گذرگاہ، پانی بہنے کی جگہ، فی مثل مَجْریٰ هؤلاء کا لفظی ترجمہ ہے ان لوگوں کی روش کے مانند میں یعنی ان کے نقشِ قدم پر، انہی کے قیاس پر — صاحب: ساتھی، رفیق (دورِ اوّل میں تلمیذ اور شاگرد کیلئے یہی لفظ استعمال کیا جاتا تھا) — بَوْنٌ: فصل، دُوری — دفعہ (ف) دَفْعًا: ہٹانا، دُور کرنا — مدفوع (اسم مفعول) دور کیا ہوا — غیر مدفوع: نہ ہٹایا ہوا۔

ترکیب: فی مثل الخ وازنتَ سے متعلق — اذا ظرفیہ متضمن معنی شرط، جملہ وازنتَ جملہ شرطیہ اور جملہ جزائیہ وجدتّھم متباینین بقرینۂ استثناء محذوف ہے — بین الأقران مفعول فیہ وازنت کا — کابن عون میں کاف بمعنیٰ مثل ہے (جس کے لئے متعلق کی ضرورت نہیں) مع عوف الخ وازنت مقدر کا ظرف ہے — وھما الخ جملہ حالیہ ھما مبتدأ صاحبا الخ خبر — کما أن الخ کاف برائے تشبیہ، ما کافہ — ابن عون الخ ان کا اسم صاحباھما خبر — الا ان البون الخ اِلّا حرفِ استثناء، مستثنیٰ منہ مطلق مساوات جو مصاحبت سے سمجھی جاتی ہے — البون اسم أن کا، بعید خبر — بینھما ظرف البون (مصدر) کا، فی کمال الخ متعلق بعید سے — وان کان الخ وان وصلیہ متضمن معنیٰ شرط اور جملہ کان شرطیہ اور جملہ جزائیہ بقرینۂ استدراک محذوف ای فھما دون ابن عون وایوب — عوف فعل ناقص کا اسم۔ غیر مدفوعین خبر — عن صدق الخ متعلق مدفوعین سے — ولکن الحال الخ الحال اسم لکن کا اور ما وصفنا خبر — من المنزلۃ متعلق وصفنا سے

نامزد مثالوں کی وجہ

اُوپر ثقہ راویوں کی درجہ بندی سمجھانے کیلئے نامزد مثالیں اس لئے دی گئی ہیں، تاکہ بے خبر آدمی بھی سمجھ لے کہ محدثینِ کرام رُواتِ حدیث کی درجہ بندی کس طرح کرتے ہیں۔ تاکہ وہ بلند رُتبہ راوی کو پست نہ کردے اور کم رُتبہ والے کو اُوپر نہ اٹھا دے، بلکہ جس کا جو مقام ہے وہ اس کو دے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کو ان کے مرتبوں میں اتاریں"، یعنی لوگوں کے ساتھ حسبِ رُتبہ معاملہ کریں۔ نیز ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "ہر جاننے والے پر بڑا جاننے والا ہے"، یعنی درجات کا یہ تفاوت علم و فضل میں بھی ہے۔ اسی وجہ سے محدّثینِ کرام نے حاملینِ حدیث کے درجات مقرر کئے ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ





کی اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف "الطبقات" کے نام سے ہے۔

وانما مَثَّلْنَا هٰؤلاءِ فی التسمیةِ ،لیکونَ تمثیلُهم سِمَةً ، یَصْدُرُ عن فَهْمِهَا، من غَبِیَ علیه طریقُ اهلِ العلم، فی ترتیب أَهْلِهِ فیه، فلا یُقَصِّرُ بالرجلِ العالی القدرِ عن درجته ، ولا یَرْفَعُ مُتَّضِعَ الْقَدْرِ فی العلم فوقَ مَنْزِلَتِهِ، ویُعطِی کلَّ ذی حقٍ فیه حَقَّهُ، ویُنَزِّلُ مَنْزِلَتَهُ ؛ وقد ذُکر عن عائشةَ رضی اللہ عنها ـــ أنَّهَا قالت: " أَمَرَنَا رسولُ اللہ صَلی اللہ عَلیه وَسَلَّمَ أَنْ نُنَزِّلَ الناسَ مَنَازِلَهم " ـــ مع مانَطَقَ به القرانُ، من قول اللہ تعالی ذِکْرُهُ ـــ: "وفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ "۔

ترجمہ:۔ اور ہم نے اِن حضرات کی نامزد مثالیں صرف اس لئے بیان کی ہیں، تاکہ یہ تمثیل نشانی بنے، اور اس سے وہ شخص استفادہ کرے، جس پر مخفی ہے کہ محدثین کرام رُوات حدیث کی درجہ بندی کس طرح کرتے ہیں، پس وہ بلند درجہ والے کو اس کے دَرجہ سے پست نہ کردے، اور علم حدیث میں بے حیثیت راوی کو اس کے مقام سے بلند نہ کردے، اور فنِ حدیث میں جس کا جو حق ہے وہ اس کو دے، اور ہر شخص کو اُس کے مقام میں اُتارے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ: "ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ: ہم لوگوں کو ان کے مرتبوں میں اُتاریں" قرآنِ کریم کی تصریح کے ساتھ یعنی باری تعالیٰ کا ارشاد کہ: "اور ہر جاننے والے کے اوپر ایک بڑا جاننے والا ہے!"

لغات:۔ مَثَّلَ تمثیلاً :۔ مثال دینا، ہوبہو تصویر بنانا ـــ السِّمَة: علامت، نشانی، جمع سِمَاتٌ ـــ صَدَرَ عنه: گھاٹ سے پانی لے کر لوٹنا، فائدہ حاصل کرنا ـــ غَبِیَ یَغْبیٰ غَبَاوَةً الشیئُ علیه: مخفی رہنا ـــ قَصَّرَ: چھوٹا کرنا ـــ اِتَّضَعَ: ذلیل ہونا، حَسَبْ میں کم ہونا۔ مُتَّضِع (اسم فاعل)، کم رتبہ، بے حیثیت۔

تشریح:۔ (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور حدیث صحیح ہے یا حسن۔ امام ابوداؤد نے کتاب الادب میں اس کو سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اعتراض کیا ہے کہ میمون بن شبیب کا حضرت عائشہ رض سے سماع نہیں ہے مگر حاکم اور ابن الصلاح نے یہ اعتراض تسلیم نہیں کیا۔ اور حدیث کی تصحیح کی ہے۔ وقد رواہ ابن خزیمة، والبزار، وابو یعلی والبیهقی (فی الادب)، والعسکری (فی الامثال)، قاله العجلونی فی کشف الخفاء (ص۲۴۴)

ـــ امام مسلم رح نے اس کو تعلیقاً ذکر فرمایا ہے، سند بیان نہیں کی، کیونکہ امام مسلم نے مقدمہ میں صحیح کی شرائط ملحوظ نہیں رکھیں۔

(۲) آیتِ کریمہ سے استدلال اس پر مبنی ہے کہ علیمٌ سے مراد عام لی جائے، مشہور تفسیر میں علیم سے مراد ذات باری تعالیٰ لی گئی ہے

ترکیب:۔ إنما کلمۂ حصر ـــ هٰؤلاء مفعول بہ مَثَّلْنَا کا ـــ فی التسمیة متعلق مَثَّلْنَا سے ـــ لیکون الخ متعلق مَثَّلْنَا سے ـــ تمثیلهم فعل ناقص کا اسم، سمة خبر اور جملہ یصدر صفت سمةٌ کی ـــ عن فهمها متعلق یصدر سے ـــ من غبی الخ یصدر کا فاعل ـــ علیہ متعلق غبی سے ـــ طریق الخ فاعل غبی کا ـــ فی ترتیب الخ متعلق غبی سے ـــ فیہ متعلق ترتیب سے ـــ بالرجل الخ متعلقِ اوّل لایقصر کا ـــ عن درجته متعلق ثانی ـــ متضع الخ مفعول بہ لایرفع کا ـــ فی العلم متعلق متضع سے ـــ فوق الخ مفعول فیہ لایرفع کا ـــ کلَّ مفعولِ اوّل یُعطی کا اور حقّهٗ مفعولِ ثانی ـــ فیه ظرف مستقر ہو کر حق کی صفت ـــ من قول اللہ بیان مَا نطق کا۔

وَاضعین کی حدیثیں مسلم شریف میں نہیں لی گئیں۔

جن راویوں پر تمام محدثین نے یا اکثر نے حدیثیں گھڑنے کا الزام لگایا ہے، ان کی حدیثیں مسلم شریف میں نہیں لی گئی ہیں، مثلاً:

(۱) حضرت جعفر طیار رض کا پڑپوتا عبداللہ بن مسور بن عون، ابو جعفر ہاشمی، مدائنی (عراق کے شہر مدائن کی طرف منسوب) جو کذّاب (بڑا جھوٹا) تھا اور حدیثیں گھڑتا تھا (حالات کیلئے دیکھئے میزان الاعتدال ص۵۰۴ ج۲ لسان المیزان ص۳۶۰ ج۳ الضعفاء الکبیر للعقیلی ص۳۰۶ ج۲)

(۲) عمرو بن خالد واسطی (عراق کے شہر واسط کی طرف منسوب) جو ابن ماجہ کا راوی ہے، کذّاب اور حدیثیں گھڑتا تھا۔ حضرت حسین رض کے پوتے حضرت زید بن علی جن کی طرف فرقۂ زیدیہ منسوب ہے، ان کے نام سے حدیث کی ایک پوری کتاب اس شخص نے گھڑ رکھی تھی[1]

(۳) ابو سعید عبد القدوس بن حبیب کلاعی، دمشقی، شامی، جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ "میرے نزدیک ڈاکہ زنی، عبد القدوس شامی سے روایت کرنے سے بہتر ہے" ـــ امام بخاری رحمہ اللہ

---

[1] حالات کے لئے دیکھیں الضعفاء للعقیلی ص۲۶۸ ج۳ التاریخ الکبیر للبخاری ص۳۲۸ ج۳-۲-۲ - میزان ص۲۵۵ ج۳ تہذیب ص۲۶ ج۸،

فرماتے ہیں کہ: "اس کی حدیثیں اُلٹ پُلٹ ہیں" ——— فلاس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: "محدثین کا اس کی حدیثوں کے ترک پر اتفاق ہے" ——— اور ابن حبان رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے کہ یہ شخص حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔[1]

(۴) محمد بن سعید بن حسان اَسَدی، شامی، مصلوب (پھانسی دیا ہوا) جو ترمذی اور ابن ماجہ کا راوی ہے جس کے متعلق احمد بن صالح فرماتے ہیں کہ: "اس شخص نے چار ہزار حدیثیں گھڑی ہیں" ——— اور ابو زرعہ رحمہ اللہ نے خود اسی کا قول نقل کیا ہے کہ: "اچھی بات کیلئے سند گھڑی جا سکتی ہے" ——— امام نسائی فرماتے ہیں کہ: "مدینہ منورہ میں ابن ابی یحییٰ، بغداد میں واقدی، خراسان میں مقاتل بن سلیمان، اور شام میں محمد بن سعید بڑے جھوٹے اور حدیثیں گھڑنے میں مشہور تھے (اس کا ذکر آگے ص۹۶ پر آ رہا ہے)

(۵) ابو عبدالرحمٰن غیاث بن ابراہیم نخعی، کوفی کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تَرَكَ النَّاسُ حَدِيثَهُ۔ جوزجانی فرماتے ہیں کہ میں نے متعدد حضرات سے سُنا ہے کہ یہ شخص حدیثیں گھڑتا تھا۔ خلیفہ مہدی کے سامنے ایک صحیح حدیث میں اَوْ جَنَاحٍ کا اضافہ اسی شخص نے کیا تھا[2]

(۶) سلیمان بن عَمرو، ابو داؤد نخعی، نہایت جھوٹا، حدیثیں گھڑنے میں مشہور تھا۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "تیس سے زائد ائمہ جرح و تعدیل نے اس کو واضع حدیث بتایا ہے"[3]

اس قسم کے تمام رُوات، جن پر حدیثیں گھڑنے کا اور اخبار سازی کا الزام ہے، ان کی حدیثیں مسلم شریف میں نہیں لی گئی ہیں۔ بلکہ حسب درخواست انتخاب کر کے صرف صحیح یا حسن لذاتہ روایات کو صحیح مسلم شریف میں لیا گیا۔

> فَعَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوهِ، نُؤَلِّفُ مَا سَأَلْتَ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؛ فَأَمَّا مَا كَانَ مِنْهَا، عَنْ قَوْمٍ، هُمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ مُتَّهَمُونَ، أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ، فَلَسْنَا نَتَشَاغَلُ بِتَخْرِيجِ حَدِيثِهِمْ، كَعَبْدِ اللهِ بْنِ مِسْوَرٍ أَبِي جَعْفَرٍ الْمَدَائِنِيِّ، وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ، وَعَبْدِ الْقُدُّوسِ الشَّامِيِّ، وَمُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الْمَصْلُوبِ، وَغِيَاثِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ، وَسُلَيْمَانَ بْنِ عَمْرٍو أَبِي دَاوُدَ النَّخَعِيِّ، وَأَشْبَاهِهِمْ، مِمَّنِ اتُّهِمَ بِوَضْعِ الْأَحَادِيثِ، وَتَوْلِيدِ الْأَخْبَارِ،

[1] حالات کے لئے دیکھیں۔ میزان ص۶۴۳/۲، الضعفاء للعقیلی ص۹۶/۱، لسان ص۴۵/۴،
[2] احوال کیلئے دیکھیں میزان ص۳۳۷/۲، الضعفاء للعقیلی ص۴۴۱/۲، التاریخ الکبیر للبخاری ص۱۰۹/۱/۴
[3] حالات کیلئے دیکھیں۔ لسان المیزان ص۹۷/۳، الضعفاء الکبیر للعقیلی ص۱۳۴/۲، التاریخ الکبیر ص۲۸/۲/۲ میزان الاعتدال ص۲۱۶/۲

ترجمہ: الغرض سابق میں ذکر کردہ شرائط کے مطابق، ہم آپ کی مطلوبہ احادیث مرفوعہ کو مرتب کریں گے۔ اور رہی وہ حدیثیں، جو ایسے راویوں سے مروی ہیں، جو تمام محدثین کے نزدیک یا اکثر کے نزدیک (وضعِ حدیث میں) بدنام ہیں، تو ہم اُن کی حدیثوں کی تخریج میں مشغول نہیں ہوں گے۔ جیسے ابُو جعفر عبداللہ بن مِسْوَر مدائنی، عَمرو بن خالد، عبدالقدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب، غیاث بن ابراہیم اور ابو داؤد سلیمان بن عمرو نخعی وغیرہ وہ رُوات جو وضع حدیث اور اخبار سازی کے ساتھ متہم کئے گئے ہیں۔

لغات: مُتَّهَم (اسم مفعول) بدنام اِتَّهَمَهُ بکذا: تہمت لگانا، بدگمانی کرنا، اِتَّهَمَ الرجلُ: بدنام ہونا (مادہ وھم) ——— تَشَاغَلَ بکذا: مشغول ہونا ——— الشِّبْہ اور الشَّبَہ: مثل، مانند، جمع اَشْبَاہٌ ——— وَلَّدَ الشیئَ من الشیئ: پیدا کرنا، نکالنا۔

ترکیب: فا نتیجیہ ——— علی نحو الخ متعلق نُؤَلِّف سے ——— ما ذکرنا موصول صلہ مل کر نحو کا مضاف الیہ، من الوجوہ بیان مَا موصولہ کا ——— مَا سَأَلتَ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ——— من الأخبار بیان مَا سَأَلْتَ کا ——— عن رسول اللہ ظرف مستقر ہو کر الأخبار کی صفت ——— فاما ما کان الخ فا عاطفہ، اَمّا شرطیہ، ما کان الخ موصول صلہ ملکر شرط، فلسنا نتشاغل الخ جزاء ——— کان منها الخ کان میں ضمیر ھو مستتر راجع بسوئے موصول اسم، منھا اس کا حال عن قوم الخ خبر ——— ھم متّھمون جملہ اسمیہ خبریہ قوم کی صفت ——— عند اھل الحدیث اپنے معطوف او عند الاکثر منھم سے مل کر مبتدا خبر کے درمیان جملہ ظرفیہ معترضہ ——— منھم ظرف مستقر ہو کر الاکثر کی صفت ——— فَلَسْنَا الخ فا جزائیہ، لَسْنَا فعل ناقص مع اسم، جملہ نتشاغلُ خبر ——— بتخریج الخ ظرف لغو ——— کعبد اللہ الخ کاف جارہ برائے تشبیہ یا بمعنیٰ مِثْل مضاف ——— عبد اللہ (الی قولہ) وَاشباھِھم حسب ترکیب معلوم معطوفات مل کر موصوف، ممن اتُّھم ظرف مستقر ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور یا کاف بمعنی مِثْل کا مضاف الیہ ——— مِمَّنْ میں مِنْ جارہ تبعیضیہ، من موصولہ، جملہ اتُّھم صلہ، بوضع الخ ظرف لغو۔

مُنکر اور غلط رَوایات بھی نہیں لی گئیں

جن رُوات کی بیشتر مرویات مُنکر یا غلط ہیں، اُن کی حدیثیں بھی صحیح مُسلم میں نہیں لی گئیں:۔

(الف) مُنکر، معروف کی ضد ہے۔ فن میں دونوں کی تعریفیں اس طرح کی گئی ہیں کہ اگر ضعیف راوی کا بیان ثقہ راوی کے خلاف ہے تو ضعیف راوی کی روایت کو مُنکَر (انجانی) اور ثقہ کی روایت کو معروف (پہچانی) کہتے ہیں ——— حدیثِ منکر کی ایک دوسری قدیم تعریف یہ تھی کہ اگر کسی حدیث کا کوئی راوی ضعیف ہو، اور وہ

حدیث کی روایت میں منفرد ہو، تو اس کی روایت کو منکر کہتے تھے۔ اور خود اس ضعیف راوی کو بھی منکر کہتے تھے۔ یعنی قدیم زمانہ میں لفظ منکر تقریباً ضَعِیْفٌ جِدًّا (نہایت ضعیف) کے معنیٰ میں تھا۔ سُنن اربعہ میں اور ائمۂ جرح و تعدیل کے اقوال میں لفظ منکر عام طور پر اسی دوسرے معنیٰ میں مستعمل ہوا ہے یہ معنیٰ فنی معنیٰ کی بہ نسبت عام ہیں، یعنی فنی تعریف کو بھی یہ تعریف شامل ہے۔ یہاں امام مسلم رحمہ اللہ کی مراد منکر سے یہی دوسرے معنیٰ ہیں۔

چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

"کسی حدیث کے منکر ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر اس روایت کا معتبر حفاظ کرام کی روایات سے موازنہ کیا جائے تو قطعاً اس سے مختلف ہو، یا بمشکل موافقت پیدا کی جاسکے، جس راوی کی بیشتر مرویات اس قسم کی ہوں گی وہ متروک الحدیث، ناقابل اعتبار اور اس کی مرویات ناقابل قبول ہوں گی" —— مثلاً:

(۱) عبداللہ بن مُحَرَّرْ (بروزن محمد) جَزَرِی، قاضی رَقَّہ —— جو ابن ماجہ کا راوی ہے —— متروک اور ناقابل اعتبار ہے۔[۱]

(۲) یحییٰ بن ابی اُنَیْسہ جَزَرِی، رُہاوی —— جو ترمذی کا راوی ہے —— متروک ہے، فلاس کہتے ہیں، قد اجتمعوا علیٰ ترک حدیثہ (اس کی حدیثیں قبول نہ کرنے پر محدثین کا اتفاق ہے)[۲]

(۳) ابو العطوف جراح بن منہال جزری، جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے منکر الحدیث اور امام نسائی اور دارقطنی نے متروک کہا ہے۔[۳]

(۴) عبّاد بن کثیر ثقفی بصری (فلسطینی نہیں) —— جو ابوداؤد اور ابن ماجہ کا راوی ہے —— متروک ہے۔[۴]

(۵) حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ حمیری، مدنی متروک الحدیث اور کذاب ہے۔[۵]

(۶) عمر بن صُہبان اسلمی، مدنی —— جو ابن ماجہ کا راوی ہے —— منکر الحدیث ہے، ابن عدی کہتے ہیں، غَلَبَتْ علی احادیثہ المناکیر۔[۶]

اس قسم کے تمام رُوات جو منکر روایات نقل کرنے میں مذکورہ بالا رُوات کے نقش قدم پر چلتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ اُن کی حدیثوں پر اعتماد نہیں کریں گے۔ نہ ان کی روایات کو مسلم شریف میں درج فرمائیں گے۔

---

[۱] حالات کیلئے دیکھئے میزان ص۵۰۰/۲ عقیل ص۳۰۹/۲، تہذیب ص۳۸۹/۵۔ [۲] حالات کیلئے دیکھیں تہذیب ص۱۸۳/۱۱ میزان ص۳۶۳/۴ عقیل ص۳۹۲/۴ [۳] حالات کیلئے دیکھیں میزان ص۳۹۰/۱ عقیل ص۲۰۰/۱ لسان ص۹۹/۲ [۴] حالات کیلئے عقیل ص۱۴۰/۳ میزان ص۳۷۱/۲ تہذیب ص۱۰۰/۵ التاریخ الکبیر بخاری ص۴۴/۲/۳ ملاحظہ فرمائیں [۵] حالات کیلئے دیکھیں میزان ص۵۳۸/۱ عقیل ص۲۴۶/۱، لسان ص۲۸۹/۲ [۶] حالات کیلئے دیکھیں میزان ص۲۰۷/۳ عقیل ص۱۷۱/۳ تہذیب ص۴۶۴/۷

(ب) فحش غلط (اغلاط کی بہتات) یعنی وہ رُوات جن کی غلط بیانی، صحت بیانی سے زائد ہے، ان کی حدیثیں بھی صحیح مسلم شریف میں نہیں لی گئی ہیں —— فحش غلط کا اندازہ بھی ثقہ اور ثبت (مضبوط) رُوات کی حدیثوں کے ساتھ موازنہ کرنے سے ہوتا ہے۔

وكذلك: مَنِ الغالبُ على حديثه المنكرُ، او الغلطُ، أَمْسَكْنَا ايضًا عن حديثهم. وعلامةُ المُنكَرِ في حديث المُحَدِّثِ: إذا ما عُرِضَتْ روايتُه للحديث على روايةِ غيرِه، من أهل الحفظِ والرِّضَا، خالفتْ روايتُه روايتَهُم، او لم تكد تُوَافِقُهَا. فإذا كان الأغلبُ من حديثه كذٰلِكَ، كان مهجورَ الحديثِ، غيرَ مقبولِه، ولا مُسْتَعْمَلِه. فمن هٰذا الضرب من المحدثين: عبدُ الله بن مُحَرَّرٍ، ويحيى بنُ ابي أُنَيْسَةَ، وَالْجَرَّاحُ بنُ المنهال ابو العطوفِ، وعَبَّادُ بن كثيرٍ، وحسين بن عبدِ اللهِ بْنِ ضُمَيْرَةَ، وعُمر بنُ صُهْبَان، ومن نَحَا نَحْوَهُمْ في رواية المُنْكَرِ من الحديثِ؛ فَلَسْنَا نُعَرِّجُ على حَدِيْثِهِم، وَلَا نَتَشَاغَلُ بِهِ.

ترجمہ:۔ اسی طرح جس راوی کی مرویات پر منکر یا غلط احادیث کا غلبہ ہے اس کی روایتوں کو بھی درج کرنے سے ہم نے احتراز کیا ہے۔ اور کسی محدث کی مرویات کے منکر ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کی روایت کا مقابلہ دوسرے اہل حفظ و رضا (یاد رکھنے والے، پسندیدہ) راویوں کی حدیثوں سے کیا جائے تو اُس کی روایت اُن کی روایت کے خلاف ہو، یا مشکل سے موافقت پیدا کی جاسکے، الغرض جس شخص کی روایات میں بیشتر ایسی ہی روایات ہیں، وہ راوی متروک الحدیث، غیر مقبولُ الروایہ اور ناقابلِ احتجاج ہے۔ اس قسم کے راویوں میں عبداللہ بن محرّر، یحییٰ بن ابی اُنیسہ، ابو العطوف جراح بن منہال، عبّاد بن کثیر، ابن ضمیرہ، عمر بن صُہبان اور وہ تمام رُوات ہیں جو منکر روایتیں نقل کرنے میں ان لوگوں کے نقش قدم پر ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کی روایتوں پر اعتماد نہیں کریں گے، اور ان کی تخریج میں مشغول نہیں ہوں گے،

لغات:۔ اَمْسَكَ عن الامر: رُکنا، باز رہنا —— عَرَضَ (ض)، عَرْضًا الشیئ: پیش کرنا —— رَضِيَ (س)، رِضًی: خوش ہونا —— لم تكد (فعل مضارع، نفی جحد بلم) از كاد يكاد كودًا۔ یہ فعل کام کے نزدیک ہونے کو بتانے کیلئے ہے۔ پھر کلام مثبت میں نفی کرتا ہے اور کلام منفی میں اثبات کرتا ہے۔ جیسے کاد یضرب: قریب

تھا کہ مارے (مگر مارا نہیں) أَكَادُ أُخْفِيْهَا: قریب تھا میں کہ قیامت کی خبر چھپالوں (مگر چھپائی نہیں۔ بلکہ بندوں کو نفس وقوع سے مطلع کردیا) مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ: وہ قریب نہیں تھے کہ گائے ذبح کرتے (مگر کی) لَمْ تَكَدْ تُوَافِقُ: قریب نہیں تھی کہ موافق ہو (مگر بمشکل ہوگئی) ـــــ مَهْجُوْر (اسم مفعول) بمعنی متروک از هَجَرَ: چھوڑنا ـــــ مُسْتَعْمَل: کارآمد یعنی جس سے استدلال درست ہو ـــــ اَلضَّرْبُ: قسم، نوع ـــــ مُحَدِّثِیْن، لغوی معنی میں ہے، برائے تعظیم نہیں ہے ـــــ نَحَوْا، نَحَوْا الشَّیْئَ: قصد کرنا، نَحَا نَحْوَ فُلَانٍ: پیروی کرنا ـــــ عَرَّجَ: ٹھیرنا، ایک جانب سے دوسری جانب جھکنا، کہا جاتا ہے فُلَانٌ لَا يُعَرَّجُ عَلٰی قَوْلِہٖ: فلاں کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاتا ـــــ تَشَاغَلَ بِہٖ: مشغول ہونا۔

ترکیب:- كذلك میں کاف جارہ برائے تشبیہ یا بمعنی مثل مضاف، ذٰلك مجرور یا مضاف الیہ پھر جار مجرور مل کر یا مضاف، مضاف الیہ مل کر خبر مقدم اور من الغالب الخ مبتدأ مؤخر ـــــ مَنْ موصولہ مبتدأ متضمن معنی شرط، الغالب الخ خبر، مبتدأ خبر مل کر جملہ اسمیہ شرطیہ اور جملہ امسكنا الخ جزائیہ ـــــ على حديثه متعلق الغالب (اسم فاعل) سے المنكر مع معطوف فاعل ـــــ عن حديثهم متعلق امسكنا سے ـــــ ايضاً مفعول مطلق فعل محذوف آض (بمعنی رَجَعَ) کا، پھر آض جملہ فعلیہ معترضہ

قوله:- علامة المنكر الخ مبتدأ، اذا ما عُرِضت الخ خبر ـــــ فی حدیث الخ متعلق علامة (مصدر) سے ـــــ إِذَا مَا ظرفیہ متضمن معنی شرط، عُرِضَتْ (الی قولہ) والرضا جملہ شرطیہ اور خالفت (الی قولہ) توافقها جملہ جزائیہ ـــــ للحدیث متعلق روایة (مصدر) سے على روایة متعلق عرضت سے ـــــ من اهل الخ ظرف مستقر ہوکر غیرہ کی صفت ـــــ جملہ لم تکد الخ معطوف جملہ خالفت پر ـــــ لم تکد فعل مقارب، ضمیر هی اسم اور جملہ توافقها خبر۔

قوله:- فاذا كان الاغلب الخ اذا شرطیہ، جملہ کان الخ شرطیہ اور کان مهجور الخ جملہ جزائیہ ـــــ من حدیثه متعلق الاغلبُ سے كذلك فعل ناقص کی خبر ـــــ کان مهجور الخ کان کا اسم ضمیر هو مستتر راجع بسوئے من الغالبُ الخ غیر مقبوله خبر ثانی ولا مُستَعمَله معطوف غیر مقبوله پر، لا بمعنی غیر مضاف یا لا برائے تاکید نفی اور عطف مقبوله پر۔

قوله:- فمن هذا الضرب الخ من هذا الخ ظرف مستقر ہوکر خبر مقدم، عبدالله (الی قوله) من الحدیث حسب ترکیب معلوم مبتدأ مؤخر ـــــ من المحدثین ظرف مستقر ہوکر هذا الضرب کی صفت ـــــ نحوهم مفعول مطلق نحا کا، فی روایة متعلق نحا سے، من الحدیث ظرف مستقر ہوکر المنکر کی صفت

قوله: فَلَسْنَا الخ لسنا فعل ناقص مع اسم جملہ نُعَرِّجُ خبر اور جملہ نتشاغل معطوف جملہ نُعَرِّجُ پر

زیادتی کب معتبر ہے؟

اُوپر جو حدیث منکر کی علامت بیان کی گئی ہے کہ: "اگر راوی کی روایت کا ثقہ حفاظ کی روایت سے مقابلہ کیا جائے تو وہ قطعاً اس کے مخالف ہو یا مشکل سے موافقت پیدا کی جاسکے ـــــ اس پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر اصولِ حدیث میں جو ضابطہ بیان کیا جاتا ہے کہ: "ثقہ کی زیادتی معتبر ہے" اس کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ جب ہر راوی کی حدیث کا مقابلہ کرکے دیکھا جائے گا تو موافقت کی صورت میں تو زیادتی کا تحقق ہی نہ ہوگا اور مخالفت کی صورت میں اس کو مُنکر قرار دیا جائے گا۔ تو پھر ثقہ کی زیادتی مقبول ہونے کا کوئی مطلب ہی نہیں رہا!

امام مسلم علیہ الرحمہ اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ ثقہ راویوں کی روایات سے ہر راوی کی روایت کا مقابلہ نہیں کیا جاتا بلکہ مخصوص قسم کے رُوات کی روایتوں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ:-

"اگر راوی دیگر ثقہ رُوات کے ساتھ کسی استاذ سے روایت کرنے میں شریک رہا ہو اور عام طور پر اس کی روایات ان کی روایات کے ساتھ موافق بھی ہوں، مگر کسی خاص حدیث میں وہ کوئی ایسی بات بڑھائے جو دیگر ثقہ راویوں کی روایت میں نہیں ہے تو یہ زیادتی معتبر ہے" ـــــ مثلاً: محدثِ جلیل، حضرتِ قتادہ بن دعامہ سدوسی، بصری رحمہ اللہ سے ان کے چار تلامذہ ابوعوانہ، سعید بن ابی عروبہ، ہشام دستوائی اور سلیمان تیمی رحمہم اللہ ایک حدیث روایت کرتے ہیں، جس کو حضرت قتادہ یونس بن جبیر سے اور وہ حضرت حطان بن عبداللہ رقاشی سے، اور وہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں بابُ التشہد میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں سلیمان تیمی وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا (جب امام قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو) کا اضافہ کرتے ہیں۔ یہ زیادتی باقی تین ساتھیوں کی روایت میں نہیں ہے۔ مگر چونکہ سلیمان تیمی اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ حضرت قتادہ سے روایت کرنے میں شریک رہتے ہیں اور ان کی روایات اُن کی روایات کے ساتھ عام طور پر متفق ہوتی ہیں۔ اس لئے سلیمان تیمی کی یہ زیادتی معتبر ہے۔[1]

---

[1] یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہئے کہ امام نووی رحمہ اللہ نے امام ابوداؤد وغیرہ کے قول سے اس زیادتی کو غیر محفوظ کہا ہے۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ابوخالد احمر کی زیادتی کے بارے میں یہ بات فرمائی ہے، جس کو امام مسلم رحمہ اللہ صحیح تسلیم کرتے ہوئے بھی اپنی صحیح میں نہیں لاتے ہیں۔ اور یہ عذر بیان کیا ہے کہ اس کی صحت پر محدثین کا اتفاق نہیں ہے ـــــ رہی سلیمان تیمی کی زیادتی تو وہ شبہ سے بالاتر ہے، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح میں اس کی تخریج کی ہے۔ ہم نے اسی کو بطورِ مثال پیش کیا ہے ۱۲

دُوسری مثال:۔ مذکورہ بالا روایت ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ یشکری، واسطی رحمہ اللہ سے اُن کے چار تلامذہ سعید بن منصور، قتیبہ بن سعید، محمد بن عبدالملک اموی اور ابو کامل فضیل بن حسین جحدری روایت کرتے ہیں اور صرف ابو کامل اپنی روایت میں فان اللہ قال علی لسان نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم: سمع اللہ لمن حمدہ۔ بڑھاتے ہیں۔ یہ بھی ثقہ کی زیادتی ہے اور معتبر ہے۔ کیونکہ ابو کامل خود ثقہ ہیں اور ان کی روایات عام طور پر اس کے ساتھیوں کی روایت کے موافق ہوتی ہیں پس اُنکی زیادتی مقبول ہوگی لیکن اگر کوئی عظیم الشان، جلیل القدر محدث ہو، اور اس کے تلامذہ کا ایک جم غفیر ہو، جن کو اس استاذ کی اور دوسرا اساتذہ کی روایات خوب یاد ہوں اور نہایت درستگی کے ساتھ ان کو روایت کرتے ہوں مثلاً امام ابن شہاب محمد بن مسلم قرشی زہری رحمہ اللہ یا اُن کے معاصر حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ جن کے بے شمار تلامذہ ہیں، اور جن کی حدیثیں محدثین کے پاس مفصل موجود ہیں اور دونوں کی حدیثیں اور دونوں کے تلامذہ بھی مشترک ہیں۔ اب اگر کوئی راوی ان دونوں سے یا اُن میں سے کسی ایک سے ایک یا چند ایسی روایتیں نقل کرتا ہے جن کو اُن کے دوسرا تلامذہ نہیں جانتے اور یہ متفرد راوی اُن تلامذہ کے ساتھ اُن دونوں بزرگوں کی صحیح روایات نقل کرنے میں شریک بھی نہیں رہا ہے۔ تو ایسے راوی کی روایت کا اُن ثقہ حفاظ کی روایات سے مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ موافق ہوگی تو قبول کی جائے گی ورنہ منکر قرار دیکر رد کردی جائیگی کیونکہ ہر شخص بخوبی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جو تلامذہ استاذ کی خدمت میں لمبا زمانہ رہتے ہوں اور جو غیر معمولی قوت یادداشت بھی رکھتے ہوں وہ تو اس روایت سے بے خبر ہوں اور ایک ایسا راوی جس کی ملازمت اور معرفت برائے نام ہو اس کو وہ روایت مل جائے یہ بات قابلِ یقین نہیں ہے۔ الغرض یہ ایک ایسا اندیشہ ہے جس کی وجہ سے اُس متفرد راوی کی مرویات کا جماعتِ حفاظ کی روایات کے ساتھ مقابلہ ضروری ہے۔ ہر راوی کی روایت کا مقابلہ ضروری نہیں ہے۔

لِأَنَّ حُكْمَ أَهْلِ العلم، والَّذِي يُعْرَفُ من مَذْهَبِهِم، في قبولِ ما يَتَفَرَّدُ به المحدِّثُ من الحديث: أن يكونَ قد شاركَ الثقاتِ، من أهلِ العلمِ والحفظ، في بعضِ ما رَوَوْا، وأَمْعَنَ في ذلك على الموافقةِ لهم؛ فإذا وُجِدَ ذلك، ثُمَّ زاد بعد ذلك شيئًا، ليسَ عِندَ أصحابِه، قُبِلَتْ زيادَتُهُ. فأمَّا من تراهُ يَعْمِدُ لمثلِ الزهريِّ في جلالته، وكثرةِ أصحابِه الحُفَّاظِ المُتْقِنِينَ لحديثِه، وحديثِ غيرِه أو لمثلِ[1] هشامِ بنِ عروةَ

[1] ہندوستانی نسخہ میں لمثل حدیث ہشام الخ ہے، ہم نے مصری نسخہ کی اتباع کی ہے، کیونکہ اس کا قرین جملہ لمثل الزہری ہے ۔

وحَدِيثُهُما، عند أهلِ العِلم، مَبسوطٌ، مُشْتَرَكٌ؛ قد نَقَلَ أصحابُهما عنهما حديثَهما على الإتفاق منهم في أكثره ــــ فَيَرْوِي عنهما، أو عن أحدِهِمَا، العَدَدَ من الحديثِ ــــ مما لا يعرفُه أحدٌ من أصحابهما، وليس مِمَّن قد شاركهم في الصَّحِيحِ مما عندهم ــــ فغيرُ جائزٍ قبولُ حديثِ هذا الضرب من الناس. والله اعلم۔

ترجمہ: اس لئے کہ محدثین کا جو فیصلہ اور اُن کا جو مذہب مشہور ہے، اس حدیث کو قبول کرنے کے سلسلہ میں جس کا راوی متفرد ہے وہ یہ ہے کہ راوی ثقہ حفاظ محدثین کے ساتھ شریک رہا ہو ان کی بعض مرویات میں، اور اُس نے انتہائی جدّ وجُہد کی ہو اُن کی موافقت کرنے میں تو جب کوئی راوی ایسا ثابت ہو جائے پھر وہ کوئی زائد بات بیان کرے، جو اس کے ساتھیوں کی روایت میں نہ ہو، تو اس کی زیادتی قبول کی جائے گی؛ رہا وہ راوی جسے آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ امام زہری رحمہ اللہ جیسے محدث کا قصد کرتا ہے (جو امام زہری کی طرح ہے)، جلالتِ شان میں اور شاگردوں کی کثرت میں جو حفاظِ حدیث ہیں۔ اور اُن کی اور دوسرا محدثین کی روایات کو نہایت درستگی کے ساتھ بیان کرتے ہیں ــــ یا وہ حضرت ہشام بن عروہ رحمہ اللہ جیسی شخصیت کا قصد کرتا ہے ــــ درآنحالیکہ دونوں کی حدیثیں محدثین کے پاس مفصل موجود ہیں، اور دونوں کی حدیثیں مشترک بھی ہیں۔ جن میں سے اکثر کو ان کے تلامذہ باہم متفق ہو کر ان سے روایت کرتے ہیں ــــ اب وہ راوی اِن دونوں حضرات سے، یا ان میں سے کسی ایک سے، چند ایسی حدیثیں روایت کرتا ہے، جن کو ان کے تلامذہ میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ راوی اُن تلامذہ کے ساتھ ان کی صحیح روایات نقل کرنے میں شریک بھی نہیں رہا ہے تو اس قسم کے رُوات کی روایتیں قبول کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

لغات:۔ شارك مشاركةً: باہم شریک ہونا ــــ أَمْعَنَ في ....گہرائی میں پہنچنا، بہت مبالغہ کرنا ــــ عَمَدَ (ض) عَمْدًا للشيئِ والی الشیئِ: قصد کرنا ــــ مبسوط (اسم مفعول) پھیلی ہوئی، مفصّل، بسط (ن) الثوب: پھیلانا۔

ترکیب:۔ لِأَنَّ الخ لام جارّہ تعلیلیہ (یہ جملہ ماسبق فلسنا نعرّج کی علت ہے) حکم (الی قولہ) من الحدیث أنّ کا اسم اور ان یکون (الی قولہ) علی الموافقۃ لھم خبر ــــ الذی یُعرف معطوف حُکمُ پر ــــ فی قبول الخ متعلق یُعرف سے ــــ مایتفرد الخ مضاف الیہ قبول کا ــــ من الحدیث بیان مَا کا ــــ ان یکون الخ یکون کا اسم ضمیر مستتر المحدِّث کی طرف

راجع اور جملہ قد شارك مع معطوف خبر ــــ شارك کا فاعل ضمیر مستتر هو راجع بسوئے المحدث، الثقات مفعول بہ، من اهل الخ صفت الثقات کی، فی بعض الخ متعلق شارك سے ــــ أمعن الخ معطوف جملہ شارك پر ــــ فی ذالك اور علی الموافقة متعلق أمعن سے، لهم متعلق الموافقة

قولہ:- فاذا وجد الخ اذا شرطیہ، جملہ وجد (الی قولہ) عند اصحابہ شرطیہ اور جملہ قبلت جزائیہ ــــ ذالك نائب فاعل وجد کا ــــ جملہ زاد معطوف جملہ وجد پر ــــ بعد ذالك مفعول فیہ زاد کا اور شیئاً مفعول بہ اور جملہ لیس صفت شیئاً کی ــــ لیس کا اسم مستتر اور عند اصحابہ خبر۔

قولہ:- فامامن تراہ الخ أمّا شرطیہ، من تراہ (الی قولہ) مما عندهم جملہ شرطیہ فغیر جائز الخ جملہ جزائیہ ــــ مَنْ موصول مبتدأ، جملہ تراہ الخ خبر ــــ جملہ یعمد مفعول ثانی تریٰ کا ــــ لمثل هشام الخ معطوف لمثل الزهری پر ــــ جملہ یروی عنهما الخ معطوف جملہ یعمد پر ــــ فی جلالته الخ مثل سے متعلق ہے ــــ الحفاظ پہلی صفت أصحابه کی، المتقنین دوسری صفت ــــ لحدیثه مع معطوف متعلق المتقنین سے ــــ وحدیثهما الخ جملہ حالیہ (ذوالحال زهری اور ہشام) حدیثهما مبتدأ، مبسوط اور مشترك خبریں ــــ عند اهل العلم جملہ ظرفیہ معترضہ بین المبتدأ والخبر ــــ قد نقل الخ دوسرا جملہ حالیہ (واو حالیہ محذوف) ــــ علی الإتفاق الخ ظرف مستقر ہوکر اصحابهما کا حال ای حال کونهم متفقین الخ ــــ منهم ظرف مستقر ہوکر الإتفاق کی صفت یعنی الاتفاق الکائن منهم ــــ فی اکثرہ متعلق الإتفاق سے ــــ العدد الخ مفعول بہ یروی کا ــــ من الحدیث صفت العدد کی ــــ مما لا یعرفه موصول صلہ مل کر صفت الحدیث کی ــــ من اصحابهما صفت احد کی ــــ جملہ لیس ممن الخ حالیہ (ذوالحال یروی کی ضمیر فاعل جو المحدث کی طرف عائد ہے) ــــ لیس کا اسم ضمیر مستتر اور ممن الخ ظرف مستقر ہوکر خبر ــــ فی الصحیح الخ متعلق شارك سے ــــ مما عندهم ظرف مستقر ہوکر صفت الصحیح کی ــــ غیر جائز خبر مقدم، قبول الخ مبتدأ مؤخر ــــ من الناس ظرف مستقر ہوکر هذا الضرب کی صفت ــــ واللہ اعلم مبتدأ خبر۔

بحث تمام شد

رُوات حدیث کی تیسری قسم یعنی ضعیف رُوات کے سلسلہ میں بحمد اللہ اب تک اتنی تفصیل سامنے آچکی ہے کہ اگر کوئی شخص محدثین کا راستہ اپنانا چاہے تو اُسے کچھ نہ کچھ راہ نمائی مل سکتی ہے۔ اس لئے اب

ہم یہ مضمون یہاں ختم کرتے ہیں آگے اسی مقدمہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی مزید باتیں، روایات ضعیفہ کے بیان میں موقع بہ موقع آئیں گی۔

وَقَدْ شَرَحْنا من مذهب الحديثِ وأَهْلِهِ بعضَ مايَتَوَجَّهُ بِهِ من أَرادَ سبيلَ القومِ، ووُفِّقَ لها. وسَنَزِيْدُ ان شاء الله ــــ شَرْحًا وايضاحًا، في مواضعَ من الكتاب، عند ذكر الأخبارِ المُعَلَّلَةِ، إذا أَتينا عليها، في الأماكن التي يليقُ بها الشرحُ و الايضاحُ، إن شاء الله تعالى.

ترجمہ:- اور ہم نے فنِ حدیث اور محدثین کے طریقہ کے سلسلہ کی بعض وہ باتیں واضح کردی ہیں، جن کے ذریعہ وہ شخص محدثین کی راہ اختیار کرسکتا ہے، جو چاہے اور جسے اس کی توفیق بھی ملی ہو۔ اور ان شاء اللہ ہم اس کی مزید وضاحت کریں گے اسی مقدمہ میں، متعدد جگہ، احادیثِ ضعیفہ کے بیان میں، جب ہم وہاں پہنچیں گے، جس جگہ تشریح و توضیح کا موقع ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

لغات:- المذهب (مصدر میمی) روش، طریقہ، جمع مذاهب ــــ توَجَّهَ بہ: راستہ اپنانا یقصُدُ طریقَهم ویسلُكُ مذهبهم (نووی) ــــ المعللة ای التی فیها عِلّة یعنی ضعیف روایات (مُعَلَّل حدیث کی ایک خاص قسم بھی ہے وہ یہاں مراد نہیں ہے) ــــ أتیٰ علیه: پہنچنا ــــ أماکنُ، مکان کی جمع الجمع ہے بمعنیٰ جگہ۔

ترکیب:- من مذهب الخ متعلق شَرَحَ سے ــــ اهله معطوف الحدیث پر ــــ بعض ما الخ مرکب اضافی مفعول بہ ــــ بہ متعلق یتوجه سے ــــ من أراد الخ موصول صلہ مل کر فاعل یَتَوَجَّهُ کا ــــ جملہ وُفِّقَ معطوف جملہ أرادَ پر ــــ لها کی ضمیر سبیل (مذکر و مؤنث) کی طرف راجع۔

قولہ:- سنزید الخ شَرحًا مع معطوف مفعول مطلق ــــ فی مواضع ظرف لغو ــــ من الکتاب ظرف مستقر ہوکر مواضع کی صفت ــــ عند ذکر الخ مفعول فیہ نَزِیْدُ کا

قولہ:- اذا أتینا الخ اذا ظرفیہ مضاف جملہ أتینا الخ مضاف الیہ، پھر سنزید کا مفعول فیہ ــــ علیها اور فی الأماکن متعلق أتینا سے ــــ التی یلیق الخ صفت أماکن کی ــــ بها متعلق

یلیق سے (ضمیر اماکن کی طرف راجع) ــــ الشرح مع معطوف فاعلِ یلیقُ ــــ ان شاء اللہ
پہلے ان شاء اللہ کی تکرار، بوجہ بُعد۔

تصنیف کا ایک اور سبب

شروع مقدمہ میں صحیح مسلم کی تصنیف کا سبب "شاگرد کی درخواست" بیان کیا گیا تھا۔ اب ایک اور داعیہ بیان کرتے ہیں۔ جس کے لئے تھوڑا تاریخی پس منظر جاننا ضروری ہے۔ دستور زمانہ ہے کہ جب کسی چیز کا چلن ہوتا ہے تو بہت سے دھوکہ باز کاروباری مارکیٹ میں آجاتے ہیں اور جب کسی چیز کا بازار گرم ہوتا ہے تو مفاد پرست زیج میں آکر سارا کام خراب کردیتے ہیں، وہ نقلی مال تیار کرتے ہیں اور اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ اتنا پھیلاتے ہیں کہ اصل اور نقل کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔ اس صورتِ حال سے صرف دنیوی معاملات ہی دوچار نہیں ہوتے۔ بلکہ دینی معاملات کے ساتھ بھی یہی صورتِ حال پیش آتی ہے۔ چنانچہ دورِ اوّل میں جب مسلمان جہاد سے فارغ ہوگئے تو وہ دینی معاملات کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوئے اور تفسیر قرآن، روایتِ حدیث اور استنباطِ مسائل کا بازار گرم ہوا اور تینوں ہی مفاد پرستوں کی ستم ظریفی کا شکار ہوئے۔ علم التفسیر کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ شاید ہی پانچ فی صد روایات صحیح ہوں، احادیث بھی لاکھوں کی تعداد میں گھڑی گئیں اور اجتہاد تو ہر شخص کے گھر کی لونڈی بن گیا۔

اس صورتِ حال سے نمٹنے کیلئے اکابر امت نے مجبوراً چوتھی صدی میں "اجتہاد کا دروازہ بند" ہونے کا اعلان کردیا اور امت کو مہلک انتشار سے بچالیا اور تفسیری روایات کے تمام ذخیرہ کو ناقابلِ اعتبار قرار دیدیا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے اعلان کردیا کہ تین فنون کی روایات سب ناقابلِ اعتبار ہیں جن میں ایک علم التفسیر بھی ہے[1]۔
(قال احمد: ثلاثة ليس لها أصل: التفسير والملاحم والمغازى)

فن حدیث کی صورتِ حال یہ تھی کہ کچھ بددین لوگوں نے اور کچھ بے عقل دینداروں نے گھڑ گھڑ کر حدیثوں میں اضافہ شروع کردیا۔ اور اُن کے مفاد پرست ایجنٹوں نے ان ساقط حدیثوں کی روایت شروع کردی۔ حالانکہ رُوات اگر محتاط رویہ اختیار کرتے تو واضعین کو منہ کی کھانی پڑتی، مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ ایسے نازک وقت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے رجالِ کار پیدا کئے جنھوں نے لاکھوں کی تعداد میں غیر صحیح حدیثیں یاد کیں اور ایسے نقادِ فن پیدا ہوئے جنھوں نے روایات کی تنقیح کی اور صحیح احادیث کو اس لایعنی ذخیرہ سے اس طرح نکال لیا جس طرح گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ امام مسلم علیہ الرحمہ نے بھی صحیح مسلم اسی مقصد سے مرتب فرمائی ہے۔ ارشاد

[1] تفسیری روایات کی تنقیح کا کام اس لئے نہیں کیا گیا کہ علم التفسیر کی صحیح روایات حدیث کی کتابوں میں منتقل ہوکر آگئی ہیں اور باقی روایات کا قرآن فہمی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۱۲۔

فرماتے ہیں کہ:۔
"جب ہم نے دیکھا کہ بہت سے لوگوں نے جن پر "محدث" کا لیبل لگا ہوا ہے، غلط روش اپنائی ہے اور جان بوجھ کر ضعیف اور منکر روایات بیان کرنے لگے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ناپسندیدہ رُوات سے روایت کرنے کی ائمہ فن امام مالک، امام شعبہ، ابن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان اور ابن مہدی وغیرہ نے سخت مذمت کی ہے۔ مگر وہ تمام فنی پابندیوں کو پھلانگ کر اپنی شہرت اور ناموری کیلئے "غرائب" بیان کرنے پر تل گئے ہیں تو ہمارے لئے صحیح حدیثوں کے انتخاب کا یہ پتہ مار کام آسان ہوگیا اور ہمیں یہ خدمت انجام دینی پڑی"

وبعدُ: ــــ يرحمك الله ــــ فَلَوْلَا الذى رأينا مِن سُوءِ صنيعِ كثيرٍ مِمَّن نَصَبَ نفسه مُحَدِّثًا، فيما يَلْزَمُهم من طرحِ الاحاديثِ الضعيفةِ وَالرواياتِ المُنْكَرةِ، وتَرْكِهِمُ الِاقتصارَ على الأخبارِ الصحيحةِ المشهورةِ، مما نقلَه الثقاتُ المعروفونَ بالصدقِ وَالأمانةِ، بعدَ مَعرفتِهِم وَاقرارِهم بألسنتِهِم: أنّ كثيرًا مما يقذِفونَ به الى الأغبياءِ من النّاسِ هو مُسْتَنكَرٌ، ومنقولٌ عَن قومٍ غيرِ مَرْضِيِّينَ، مِمَّن ذَمَّ الروايةَ عنهم أئمةُ الحديث، مثلُ مالكِ بنِ أنسٍ، وشعبةَ بنِ الحَجّاجِ، وسفيانَ بنِ عُيَيْنَةَ، ويحيى بن سعيدٍ القَطّانِ، وعبدِ الرحمٰن بن مهديّ، وغيرِهم من الأئمة، لَمَا سَهُلَ علينا الِانتصابُ لما سألتَ مِن التَّمييزِ وَالتَّحصيلِ. ولٰكِنْ من أجلِ ما أعْلَمْنَاكَ من نَشْرِ القومِ الأخبارَ المنكرةَ، بالأسانيدِ الضِّعافِ المجهولةِ، وَقَذْفِهِم بها الى العوامِّ، الذين لايعرفون عيوبَهَا، خَفَّ على قلوبنا اجابتُك الى ما سألتَ۔

ترجمہ:۔ بعدازاں ــ اللہ آپ پر مہربانی فرمائیں! ــــ اگر ہم نے اُن بہت سے لوگوں کے غلط طریقہ کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا، جنھوں نے اپنے آپ کو "محدث" بناکر پیش کیا ہے، اس معاملہ میں جو اُن پر لازم تھا یعنی ضعیف حدیثوں اور منکر روایتوں کو چھوڑ دینا۔ اور (ہم نے مشاہدہ نہ کیا ہوتا) اُن کے اکتفاء نہ کرنے کا اُن صحیح

اور مشہور حدیثوں پر، جن کو معتبر راویوں نے روایت کیا ہے، جو صدق و دیانت میں معروف ہیں (اور اُن کا یہ عمل)، یہ جانتے ہوئے اور زبان سے اقرار کرتے ہوئے ہے کہ بہت سی وہ حدیثیں جو وہ لوگ ناسمجھ عوام کو بے سمجھے بوجھے بغیر سُنا دیتے ہیں وہ مُنکر روایات ہیں، اور ایسے ناپسندیدہ رُوات سے مروی ہیں جن سے روایت کرنے کی مذمت کی ہے امام مالکؒ، شعبہ، ابن عیینہ، یحیٰی بن سعید قطان اور ابن مہدی وغیرہ ائمہ حدیث نے (اگر یہ غلط باتیں ہمارے مشاہدہ میں نہ آتیں) تو ہمارے لئے اس کام کیلئے تیار ہونا آسان نہ ہوتا۔ جس کی آپ نے درخواست کی ہے یعنی صحیح اور ضعیف روایتوں میں امتیاز کرنا اور صحیح روایتوں کو جمع کرنا ——— مگر اس وجہ سے جو ہم نے آپ کو بتائی یعنی محدثین کا پھیلانا اُن مُنکر حدیثوں کو جو ضعیف اور مجہول سندوں سے مروی ہیں، اور ان لوگوں کا اُن حدیثوں کو ایسے عوام تک پہنچانا جو ان روایات کی خرابیوں سے واقف نہیں ہیں (اس صورت حال کیوجہ سے) ہمارے دل پر آپ کی درخواست قبول کرنے کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔

لغات:۔ صنیع: طریقہ، رَوِش ——— نَصَبَ الشیئَ: کھڑا کرنا، اِنتَصَبَ: کھڑا ہونا ——— طَرَحَ (ف) الشیئَ: پھینک دینا ——— قَذَفَ (ض) بقولہ: بغیر سمجھے بوجھے بک دینا ——— مُستَنکَر (اسم مفعول) انجانی ——— میز الشیئَ: علیحدہ کرنا، جُدا کرنا ——— حَصَّلَ الدین تحصیلاً: جمع کرنا۔

ترکیب:۔ اس عبارت میں کل دو جملے ہیں ایک لولا سے من التمییز والتحصیل تک، دوسرا ولکن سے آخر تک، اور دونوں جملے ہم معنیٰ ہیں۔ پہلا جملہ کچھ پیچیدہ تھا اس لئے دوسرا صاف جملہ لائے ہیں۔ ——— بعدُ ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کیلئے ہے اور اس کا مضاف الیہ محذوف منوی ہے ای بعد ھذا ——— لولا حرفِ تحضیض و تندیم ہے۔ یہ دو جملوں پر داخل ہوتا ہے، پہلا جملہ اسمیہ اور دوسرا فعلیہ ہوتا ہے اور اوّل کے وجود سے ثانی کے انتفاء پر دلالت مقصود ہوتی ہے جیسے لولا نصیحۃ الاستاذ، لَھَلَکَ التلمیذُ (اگر استاذ کی نصیحت نہ ہوتی تو شاگرد برباد ہو جاتا) یعنی استاذ کی نصیحت تھی اس لئے شاگرد برباد نہ ہوا ——— مذکورہ بالا عبارت میں پہلا جملہ الذی رأینا الخ ہے اور دوسرا جملہ لما سَھُلَ الخ ہے اور چونکہ ما سَھُلَ جملہ منفیہ ہے اور لولا کا دوسرا جملہ منتفی ہوتا ہی ہے، اسلئے دو نفی مل کر اثبات ہو گئیں جیسے لولا عنایۃ الاستاذ لَمَا فَازَ الطالبُ (اگر استاذ کی مہربانی نہ ہوتی تو طالب علم کامیاب نہ ہوتا) یعنی استاذ کی مہربانی سے طالب علم کامیاب ہوا اسی طرح مصنف رحمہ اللہ کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ان نام نہاد محدثین کی غلط کاری کی وجہ سے ہمارے لئے کام آسان ہو گیا۔

لولا برائے تحضیض متضمن معنیٰ شرط ——— الذی رأینا الخ جملہ شرطیہ اور لما سَھُلَ جملہ جزائیہ

——— من سُوءِ الخ لفظاً رأینا سے متعلق ہے اور معنیٰ مفعول بہ[1] ہے ——— ممن نصب الخ ظرف مستقر ہو کر کثیر کی صفت ہے ——— محدثاً مفعولِ ثانی ہے نصب کا ——— فیما یلزمھم الخ متعلق ہے سوءِ صنیع سے ای ساء صَنِیعُھم فی الأمر الذی ھو لازمٌ علیھم دیناً (سندی) ——— من طرح الخ بیان ہے ما کا ——— ترکُھم معطوف ہے سُوءِ صنیع پر۔ ای لولا الذی رأینا من سوءِ صنیعھم، و ترکھم الاقتصار الخ (فتح المُلھم) ——— علی الاخبار الخ متعلق ہے الاقتصار سے ——— مما نقلہ الخ ظرف مستقر ہو کر الأخبار کی صفت ——— المعروفون صفت ہے الثقات کی ——— بالصدق الخ متعلق ہے المعروفون سے ——— بعدَ معرفتھم الخ مفعول فیہ ہے سُوءِ صَنیع کا ——— بِألسِنَتِھِم متعلق ہے إقرار سے ——— جملہ أنَّ کثیراً الخ مفعول بہ ہے معرفۃ کا یا اقرار کا۔ (تنازع عاملان ہے) ——— مما یقذفون الخ ظرف مستقر ہو کر کثیراً کی صفت، الی الأغبیاء متعلق یقذفون سے، من الناس ظرف مستقر ہو کر صفت الأغبیاء کی ——— ھو ضمیر فصل ——— مُستَنکَرٌ مع معطوف خبر أنَّ کثیراً کی ——— عن قوم متعلق منقول سے ——— غیر الخ قوم کی پہلی صفت اور ممن ذم الخ ظرف مستقر ہو کر دوسری صفت ——— من الأئمۃ ظرف مستقر ہو کر غیرھم کی صفت ——— لما سَھُلَ الخ لام جملہ جزائیہ پر زائدہ ——— لِمَا سَألتَ متعلق انتصاب سے اور من التمییز الخ بیان مَا موصولہ کا۔

قولہ:۔ ولکن الخ ولکن حرف عطف[2] ——— من أجلِ الخ من جارہ ابتدائیہ یا تعلیلیہ متعلق خَفَّ سے ——— ما اعلمناك موصول صلہ مل کر مضاف الیہ أجلِ کا ——— من نشر الخ بیان مَا کا، الأخبار مفعول بہ نشر (مصدر) کا المنکرۃ پہلی صفت الأخبار کی اور بالاسانید ظرف مستقر ہو کر دوسری صفت۔ قذفھم الخ معطوف نشر پر ——— الذین لا یعرفون الخ صفت العوام کی ——— اجابتك فاعل خَفَّ کا الی ما سألت متعلق اجابۃ سے۔

صرف صحیح روایتیں بیان کی جائیں

مُتّھم اور گمراہ ضدی رُوات سے روایت جائز نہیں ہے

اُوپر نام نہاد محدثین کی جو غلط کاری بیان کی گئی تھی اس سلسلہ میں مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

---

[1] فاعل اور مفعول بہ پر بعض مرتبہ حرف جر بڑھا دیا جاتا ہے جیسے کفیٰ باللہ میں فاعل پر با زائدہ ہے اور یَغفِرْ لکُم مِن ذُنُوبِکُم میں مفعول بہ پر مِن زائدہ ہے۔ اسی طرح من سُوءِ میں مفعول بہ پر مِن زائدہ ہے ۱۲ [2] جو لکن اپنی اصل وضع سے خفیف ہوتا ہے وہ حرف عطف ہے پھر اگر جملہ کا جملہ پر عطف ہو تو اسکے ساتھ واو لانا ضروری ہے یہاں جملہ کا جملہ پر عطف ہے ۱۲۔

•جو شخص صحیح اور ضعیف روایتوں میں امتیاز کرسکتا ہے، اور ثقہ رُوات اور متہم رواۃ کو پہچانتا ہے اس پر لازم ہے کہ صرف وہی حدیثیں بیان کرے، جن کے راویوں کی عدالت معلوم ہو اور متہم رُوات کی حدیثیں اور فرقِ باطلہ کے ضِدی افراد کی روایتیں نقل کرنے سے احتراز کرے"

(۱) امام مسلم رحمہ اللہ نے "متہم" لفظ "ثقہ" کے مقابل استعمال کیا ہے اس لئے متہم کے عام معنیٰ مراد لئے جائیں گے۔ یعنی راوی کی عدالت کو متاثر کرنے والی جو چار خرابیاں (کذب، تہمتِ کذب، فسق اور بدعت) ہیں وہ سب ہی اس لفظ سے مراد ہیں اور المعاندین تخصیص بعد التعمیم ہے۔

(۲) السِّتارۃ (بکسر السین) کے معنیٰ ہیں پردہ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ لفظ بمعنیٰ صیانت و عدالت استعمال کیا ہے۔ یعنی وہ رُوات جن کی صرف خوبیاں ہمارے علم میں ہیں اُن کی کوئی بُرائی ہمارے علم میں نہیں ہے، اگر واقعۃً ہیں بھی تو اُن پر پردہ پڑا ہوا ہے۔

(۳) مبتدع (بدعقیدہ) کی روایت کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس کی گمراہی کفر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے تو اس سے روایت جائز نہیں ہے جیسے غالی شیعہ مثلاً باطنیہ، قرامطہ، امامیہ یعنی اثنا عشریہ[۱] اور خطابیہ وغیرہ ــــ اور اگر اس کی گمراہی فسق کے درجہ کی ہے، جیسے تفضیلی[۲] شیعہ تو یہ دیکھیں گے کہ وہ اپنے باطل مذہب کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہے یا نہیں؟ اگر دعوت دیتا ہے تو وہ معاند ہے اور اصح مذہب یہ ہے کہ اس سے رُوایت جائز نہیں ہے، امام مُسلم رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے اور غیر داعی سے رُوایت کرنا جائز ہے۔

> واعلم ـــــ وَفَّقَكَ اللهُ تعالى ـــــ أن الواجبَ على كل أحدٍ، عَرَفَ التمييزَ بينَ صحيحِ الرواياتِ وسَقيمِها، وثقاتِ الناقلينَ لها من المُتَّهَمِينَ: أن لا يروىَ منها إلّا ما عَرَفَ صِحَّةَ مَخَارِجِهِ والسِّتَارَةَ فى ناقليهِ؛ وأن يَتَّقِىَ منها ما كان منها عن أهلِ التُّهَمِ، والمعانِدِينَ ـــــ من اهلِ البِدَعِ ـــــ

[۱] فرقہ اثنا عشریہ کی بنیاد امامت کے مسئلہ پر ہے، جس کا لازمی نتیجہ تکفیرِ صحابہ ہے اور بارہ اماموں کے بارے میں اُن کے جو عقائد ہیں وہ ختمِ نبوت کے انکار کو اور تحریفِ قرآن کے عقیدہ کو مستلزم ہیں اسلئے ان کی گمراہی کفر کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہے ۱۲

[۲] تفضیلی شیعہ وہ ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتا ہے یعنی حضرت عثمانؓ کی نوبت میں خلافت کا اُن سے زیادہ حقدار حضرت علیؓ کو قرار دیتا ہے ۱۲

ترجمہ:- اور آپ یہ بات جان لیں ـــــ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں! ـــــ کہ ہر اس شخص پر جو صحیح اور ضعیف روایتوں کے درمیان امتیاز کرسکتا ہے اور حدیث کے ثقہ راویوں کو متہم راویوں سے ممتاز کرسکتا ہے اس پر واجب ہے کہ صرف وہ حدیثیں رُوایت کرے جن کے رُوات کی درستگی اور ناقلوں کی عدالت جانتا ہے اور جو روایتیں متہم اور معاند گمراہ لوگوں سے مروی ہیں اُن سے اجتناب کرے۔

لغات: سقیم: بیمار یعنی ضعیف روایت ـــــ مُتَّھَم (اسم مفعول) الزام دیا ہوا ـــــ مخارِج مخرج کی جمع: نکلنے کی جگہ یعنی حدیث کے رُوات لأنّ الحديثَ يَخْرُجُ منهم ـــــ اِتَّقٰی اِتِّقَاءً: بچنا ـــــ اَلتُّھَمُ، تُھْمَۃٌ کی جمع: الزام ـــــ المعاند: ضدی ـــــ اَلْبِدَعُ، بِدْعَۃٌ کی جمع: باطل عقائد۔

ترکیب:- أنّ الواجب الخ اعلم کا مفعول بہ ـــــ الواجبُ اسم أنّ کا اور ان لایروی الخ خبر ـــــ جملہ عرف صفت احد کی ـــــ بین الخ مفعول فیہ التمییز کا ـــــ ثقاتِ الخ معطوف بین پر ـــــ لہا متعلق الناقلین سے ـــــ من المتھمین متعلق التمییز (مصدر) سے

قولہ: ان لایروی الخ منھا متعلق یروی سے اور ضمیر راجع بسوئے روایات ـــــ إلّا حرف استثناء، مستثنیٰ منہ شیئًا محذوف، جملہ ماعرف الخ مستثنیٰ پھر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مل کر لایروی کا مفعول بہ ـــــ فی ناقلیہ ظرف مستقر ہو کر السِّتارۃ کی صفت ـــــ ان یتقی معطوف ان لایروی پر ـــــ پہلا منھا متعلق یتقی سے ـــــ ما کان الخ مفعول بہ یتقی کا اور ما موصولہ سے پہلے مِنْ جارہ محذوف ـــــ کان کا اسم ضمیر مستتر اور دوسرا منھا ظرف مستقر ہو کر کان کے اسم سے حال، عن اھل الخ خبر کان کی ـــــ من اھل الخ صفت المعاندین کی۔

پہلی دلیل
قرآن کریم سے

اُوپر جو بیان کیا گیا کہ صرف ثقہ راویوں کی روایتیں بیان کرنا ضروری ہے اور غیر ثقہ رُوات خاص طور پر ضدی گمراہ لوگوں کی روایتیں بیان کرنا جائز نہیں ہے اس کی دلیل اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے کہ:

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لا دے تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر پہنچا دو، پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ" (الحجرات آیت ۶)

دوسری جگہ ارشاد ہے: "ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو" (البقرہ ۲۸۲) تیسری جگہ ارشاد ہے:

"اور اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو" (الطلاق ۲) ـــــ ان آیتوں سے ثابت ہوا کہ فاسق کی خبر غیر معتبر ہے اور غیر عادل کی شہادت مردود ہے، پس ان کی روایات بیان کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

والدليلُ على أنَّ الذي قُلْنَا من هذا هو اللازمُ، دونَ ما خالفهُ قولُ الله ـــ تبارَكَ وتعالىٰ ذِكْرُهُ ـــ: (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا! إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا، أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ، فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ) وقال ـــ جَلَّ ثَنَاؤُهُ ـــ: (مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ) وقال: (وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ). فَدَلَّ بما ذكرنا من هذه الآيِ: أَنَّ خَبَرَ الفاسقِ ساقِطٌ، غيرُ مقبولٍ، وأَنَّ شهادةَ غيرِ العدلِ مَرْدُوْدَةٌ.

ترجمہ:۔ اور اس بات کی دلیل کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہی لازم ہے اور اس کا خلاف جائز نہیں ہے۔ اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے (اے ایمان والو! اگر کوئی بدکار آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی میں کوئی نقصان پہنچادو، پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ) اور اللہ پاک کا یہ ارشاد ہے (ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو) اور یہ ارشاد ہے (اور اپنے میں سے دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالو) یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق کی خبر ناقابل اعتبار، نامقبول ہے اور یہ کہ غیر عادل کی گواہی مردود ہے۔

ترکیب:۔ والدلیل (الی قولہ) خالفہ مبتدا اور قول اللہ (الی قولہ تعالیٰ) ذوی عدلٍ منکم خبر ـــ علی أن الخ متعلق الدلیل صیغہ صفت ہے ـــ الذی قلنا اسم أنَّ کا، من ھذا متعلق قلنا سے (یہ من مفعول بہ پر داخل ہوا ہے) ھو ضمیر فصل اور اللازم خبر أنَّ کی ـــ دُون بمعنیٰ غیر مع مضاف الیہ جملہ ظرفیہ (مستقلہ) ـــ قول اللہ الخ تینوں قول مقولہ سے مل کر الدلیل کی خبر ـــ ذکرہٗ فاعل تعالیٰ کا

قولہ:۔ فَدَلَّ الخ بما ذکرنا الخ متعلق دَلَّ سے (یہ با فاعل پر داخل ہوئی ہے) ـــ من ھذہ الخ بیان ما کا ـــ الآیُ جمع ہے آیۃٌ کی ـــ أنَّ خبر الخ مفعول بہ دَلَّ کا (دَلَّ کا صلہ علیٰ مفعول بہ پر سے حذف کیا گیا ہے) ـــ ساقطٌ اور غیر مقبول خبریں أنَّ کی ـــ

جملہ أنَّ شہادۃ الخ معطوف جملہ أن خبر الخ پر۔

ایک شبہ کا جواب

مذکورہ بالا دلیل پر یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ آیت دوم وسوم شہادت کے بارے میں ہیں، اُن سے غیر عادل کی روایت کا غیر مقبول ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ امام مسلم علیہ الرحمہ اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ:۔ "شہادت اور روایت میں اگرچہ بعض وجوہ سے فرق ہے مثلاً شہادت میں عدد شرط ہے، روایت میں عدد شرط نہیں ہے، شہادت میں حریت شرط ہے روایت میں حریت شرط نہیں ہے، شہادت میں بصیر ہونا شرط ہے روایت میں بصیر ہونا شرط نہیں ہے، شہادت میں عداوت مانع ہے روایت میں عداوت مانع نہیں ہے۔ شہادت میں بعض صورتوں میں مذکر ہونا شرط ہے اور روایت میں مذکر ہونا شرط نہیں ہے، شہادت میں مخصوص تعلق اور مخصوص قرابت مانع ہے روایت میں مخصوص تعلق و قرابت مانع نہیں ہے۔ اسی طرح کے بعض جزئیات میں تفاوت ہے (نعمت المنعم، تفصیل تدریب الراوی ص ۳۳۱ ج ۱ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

مگر بنیادی بات میں اتحاد ہے یعنی جس طرح شہادت کے معتبر ہونے کیلئے شاہد کا عادل ہونا ضروری ہے اسی طرح خبر کے معتبر ہونے کیلئے مُخبر (راوی) کا عادل ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ علماء کے نزدیک جس طرح فاسق کی شہادت مردود ہے اس کی خبر (روایت) بھی غیر معتبر ہے۔ لہذا جن آیات میں شہادت کے قابل قبول ہونے کیلئے شاہد کا مرضی (عادل) ہونا شرط کیا گیا ہے، اُن سے روایت کے قابل قبول ہونے کیلئے عدالت کے شرط ہونے پر استدلال کرنا درست ہے۔ کیونکہ روایت بھی ایک طرح کی شہادت ہے پس جب دنیوی معاملات کی گواہی میں گواہ کا مرضی (پسندیدہ) ہونا ضروری ہے تو دینی معاملات کی گواہی میں یعنی روایت حدیث میں بھی راوی کا مرضی ہونا ضروری ہوگا۔

فائدہ:۔ روایت وہ خبر ہے جس کا تعلق کسی خاص شخص سے نہ ہو، بلکہ عام ہو حتیٰ کہ خود راوی سے بھی اس کا تعلق ہو، اور اس کا مأخذ نقل وسماع ہو ـــ اور شہادت وہ خبر ہے جس کا تعلق کسی خاص شخص یا خاص چیز یعنی مشہود لہٗ اور مشہود علیہ سے ہو، اور دوسروں سے اگر اس کا تعلق ہو تو تبعاً ہو اور وہ خبر جزئی ہو اور اس کا مأخذ مشاہدہ یا علم ہو قال المازری فی شرح البرھان: إن کان المُخبَرُ عنه عامًّا، لایختصُّ بمعینٍ بل ذلك علی جمیع الخلقِ، فی جمیع الأعصارِ والأمصارِ، فھو الروایةُ، وان کان المخبَرُ عنه خاصًّا مع امکانِ الترافُعِ الی الحکام، والتخاصُمِ، وطلبِ فصلِ القضاءِ فھو الشھادۃ (فائدہ ماخوذ از نعمت المنعم ص ۲۳ ملخصاً)

وَالخبرُ، وَإِنْ فَارَقَ معناهُ معنَى الشَّهادةِ، فی بعض الوجوهِ، فقد يجتمعان فی أَعْظَمِ مَعَانِيهِمَا؛ إذ كان خَبَرُ الفَاسِقِ غَيْرَ مَقبُولٍ، عندَ أهل العلم؛ كما أَنَّ شهَادتَهُ مَرْدُودَةٌ عند جَمِيعِهِم۔

ترجمہ:- اور خبر بعض اعتبارات سے اگرچہ شہادت سے جُداگانہ چیز ہے مگر بنیادی بات میں دونوں متحد ہیں کیونکہ فاسق کی خبر علماء کے نزدیک غیر معتبر ہے، جس طرح اس کی شہادت بالاتفاق مردود ہے

ترکیب:- الخبر مبتدأ وان الخ شرط وجزا مل کر خبر —— وانْ وصلیہ متضمن معنیٰ شرط، جملہ فارق الخ شرطیہ، اور جملہ قد یجتمعانِ الخ جزائیہ —— معناہ فاعل فارق کا اور معنی الشہادۃ مفعول بہ —— فی بعض الخ متعلق فارق سے —— فی اعظم الخ متعلق یجتمعان سے —— اذ تعلیلیہ (یہ اجتماع کی علت ہے) —— کما کاف جارہ برائے تشبیہ (اس کے لئے متعلق کی ضرورت نہیں) ما کافہ —— عند اہل العلم اور عند جمیعہم ظرفیہ جملے۔

دُوسری دَلیل

(حدیث شریف سے)

جس طرح قرآن کریم سے فاسق کی خبر کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے، اسی طرح حدیث شریف سے مُنکر روایتوں کو روایت کرنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ حدیث آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ

"جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی حدیث بیان کرتا ہے، جس کے متعلق اس کا گمان ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے!"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو احادیث مُنکر ہیں، جن کے بارے میں ظن غالب یہ ہے کہ وہ صحیح نہیں ہیں، اُن کا بیان کرنا جائز نہیں ہے۔

وَدَلَّتِ السُّنَّةُ علی نَفْيِ روايةِ المُنْكَرِ من الأخبار، كَنَحْوِ دَلَالَةِ القرآنِ على نَفْيِ خَبَرِ الفاسِقِ؛ وهو الأَثَرُ المشهورُ، عَنْ رسُولِ اللهِ صلی الله عليه وسلم: «مَنْ حَدَّثَ عَنِّي بحَدِيثٍ، يُرَىٰ أَنَّهُ كَذِبٌ، فهو أَحَدُ

الْكَاذِبِينَ»۔

حَدَّثَنَاهُ أبوبكرِ بنُ أبی شَيْبَةَ، قال، حَدَّثَنا وَكِيعٌ، عن شُعْبَةَ، عن الْحَكَمِ، عن عبدِ الرحمٰن بنِ أبی لَيْلَىٰ، عن سَمُرَةَ بن جُنْدَبٍ ح وحدثناهُ أبوبكر بن أبی شيبةَ أيضاً، قال: حدثنا وكيعٌ، عن شُعبةَ وسفيانَ، عن حبيبٍ، عن ميمونَ بن أبی شَبِيبٍ، عَن المغيرةِ بنِ شُعبَةَ، قالا: قال رسُولُ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلّم ذٰلك۔

ترجمہ:- اور احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مُنکر روایتوں کا بیان کرنا جائز نہیں ہے، جس طرح قرآن کریم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فاسق کی خبر معتبر نہیں ہے۔ اور وہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ: "جو شخص میری طرف سے کوئی ایسی حدیث بیان کرتا ہے۔ جس کے متعلق اس کا گمان ہے کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں کا ایک جھوٹا ہے!"

(۱) ہمیں یہ حدیث بیان کی ابن ابی شیبہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کی وکیع نے، وہ شعبہ سے، وہ حَکَم (ابن عُتَیبہ) سے، وہ ابن ابی لیلیٰ سے اور وہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ح (دوسری سند) نیز ہمیں یہ حدیث بیان کی ابن ابی شیبہ نے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بیان کی وکیع نے، وہ شعبہ اور ثوری سے، وہ حبیب (بن ابی ثابت) سے، وہ میمون سے اور وہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، دونوں صحابیوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد فرمایا ہے۔

تشریح:- (۱) یَرَیٰ اگر معروف ہے تو معنیٰ ہوں گے: "جانتے ہوئے" اور یُریٰ مجہول ہے تو معنیٰ ہوں گے: "گمان کرتے ہوئے" —— کیونکہ رَأْی رُؤْیۃ کے معنیٰ ہیں: "بصارت سے دیکھنا یا بصیرت سے دیکھنا" پس معروف کی صورت میں لفظی ترجمہ ہوگا: "دیکھتا ہے وہ" یعنی بصیرت سے دیکھتا ہے، جس کا مفہوم ہے: "جانتا ہے وہ" —— اور مجہول کی صورت میں ترجمہ ہوگا: "دکھلایا جاتا ہے وہ" یعنی دوسرا اس کو سُجھاتا ہے۔ پس یہ دیکھنا ایک درجہ کمزور ہوگیا، اس لئے گمان کے معنیٰ پیدا ہوگئے —— حدیث شریف میں دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مگر بہتر مجہول ہے، کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ کا استدلال اُسی صورت میں دُرست ہوتا ہے۔

(۲) الکاذبین تثنیہ، جمع دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اُوپر جمع کا ترجمہ کیا گیا ہے اس صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ راوی بھی جھوٹوں کی جماعت کا ایک فرد ہے —— اور تثنیہ کی صورت میں

ترجمہ یہ ہوگا کہ: "وہ دو جھوٹوں میں کا ایک ہے" —— پہلا جھوٹا وہ شخص ہے جس نے یہ حدیث بنائی ہے اور دوسرا وہ راوی ہے جو اس جھوٹ کو پھیلا رہا ہے۔ یعنی أنّ الکاذبَ الأول ھو البادیُ بھٰذا الکذِب، وھذا الراوی ھو ثانیھما۔

نوٹ:۔ اب عبارت آسان ہے اس لئے ترکیب نہیں کی گئی۔

حدیث میں کذب بیانی کی شناعت

کسی بھی شخص پر کذب بیانی بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:۔

"جھوٹ بولنے سے احتراز کیا کرو، کیونکہ جھوٹ بولنا بدکاری تک پہنچاتا ہے، اور بدکاری دوزخ تک پہنچاتی ہے، اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے، اور سوچ سوچ کر بولتا ہے، تاآنکہ اللہ کے نزدیک اس کا نام "بڑا جھوٹا" لکھدیا جاتا ہے (بخاری و مسلم)

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:۔

"مؤمن کی فطرت میں ہر خصلت ہوسکتی ہے، مگر خیانت اور جھوٹ نہیں ہوسکتے" (یُطبَعُ المؤمنُ علَی الخِلالِ کُلِّھا، الّا الخیانۃَ والکَذِبَ) رواہ احمد

اور اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی تو نہایت مہلک گناہ ہے، کیونکہ اس کا اثر دین پر پڑتا ہے۔ —— اور اللہ تعالیٰ پر کذب بیانی اس طرح ہوتی ہے کہ جو بات دین کی نہیں ہے اس کو دین کی بتائی جائے۔ قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں اس کی قباحت بیان کی گئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

"اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں کذب بیانی کرتی ہیں، ان کے بارے میں یہ نہ کہدیا کرو کہ فلاں چیز حلال ہے اور فلاں چیز حرام ہے، اس طرح کہہ کر تم اللہ تعالیٰ پر افتراپردازی کروگے، بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افتراپردازی کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ (دنیا کا یہ) عیش چند روزہ ہے، اور (آخرکار) ان کیلئے دردناک عذاب ہے" (النحل ۱۱۶، ۱۱۷)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی اس طرح ہوتی ہے کہ جو بات آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی اس کی نسبت آپ کی طرف کی جائے، یہ بھی سنگین جرم ہے بلکہ علماء کی ایک جماعت تو ایسے شخص کیلئے توبہ کا دروازہ بند ہونے کا قائل ہے، کیونکہ احادیثِ صحیحہ میں اس بارے میں نہایت سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ چار صحابہ کرام: حضرتِ علی، حضرتِ انس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہم سے اس سلسلہ میں حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ذیل میں وہ حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

وحدّثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ، قال: حدثنا غُندرٌ[1]، عن شعبۃ ح وحدثنا محمد بن المُثنّٰی، وابن بَشّارٍ، قالا: حدثنا محمد بن جعفر، قال: حدثنا شعبۃُ، عن منصورٍ، عن رِبْعِیِّ بنِ حِرَاشٍ، أنّہٗ سَمِعَ علیًّا —— رضی اللہ عنہ —— یَخطُبُ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "لا تَکذِبُوا علَیَّ؛ فإنّہٗ من یَکذِبْ علَیَّ یَلِجِ النّارَ"

ترجمہ: (۲) ربعی بن حراش نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں فرماتے ہوئے سُنا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مجھ پر کذب بیانی نہ کرو، کیونکہ جو شخص مجھ پر کذب بیانی کرے گا، جہنم میں جائے گا"

وحدّثنی زُھیر بن حربٍ، قال: حدثنا اسماعیلُ —— یَعنِی ابنَ عُلَیَّۃَ[2] —— عن عبد العزیز بنِ صُھَیبٍ، عن انس بن مالک، قال: إنّہٗ لَیَمنَعُنِی أن أُحدِّثَکُم حدیثًا کثیرًا: أنّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: "مَن تعمّدَ علَیَّ کذِبًا، فَلْیَتَبَوّأْ مَقعَدَہٗ مِنَ النّارِ".

ترجمہ:۔ (۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بکثرت حدیثیں بیان کرنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روکتا ہے کہ: "جو شخص بالقصد مجھ پر جھوٹ باندھے، وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے!"

تشریح:۔ (۱) ان أُحدِّثَکُم سے پہلے مِنْ حرف جر محذوف ہے، اور أنْ مصدریہ سے پہلے حرف جر کا حذف عام ہے (۲) لِیَتَبَوَّأْ (فعل امر صیغہ واحد مذکر غائب) از تَبَوَّأَ المکانَ وبہ: اقامت اختیار کرنا، ٹھہرنا، ٹھکانا بنانا —— مَقْعَدٌ: بیٹھنے کی جگہ، سیٹ —— تَبَوَّأَ المَقْعَدَ: سیٹ ریزرو کرانا۔

---

[1] غُندَرٌ حضرت محمد بن جعفر کا لقب ہے: جس کے معنیٰ ہیں (۱) موٹا تازہ لڑکا (۲) جھکی آدمی —— محمد بن جعفر کو یہ لقب محدث جلیل ابن جریج رحمہ اللہ نے ایک موقعہ پر دیا تھا، جو زبان زد خلائق ہوگیا ۱۲

[2] عُلَیَّۃ حضرت اسماعیل کی والدہ ہیں۔ والد کا نام ابراہیم ہے۔ حضرت اسماعیل والدہ کی طرف نسبت کے ساتھ مشہور ہوگئے تھے مگر وہ یہ نسبت پسند نہیں کرتے تھے، اسلئے امام مسلم رحمہ اللہ ہر جگہ یعنی کہکر تعارف کرائیں گے ۱۲

Scanned by CamScanner

(۳) جو مفعولِ مطلق تاکید کیلئے ہوتا ہے۔ اس کے فعل پر نفی داخل کی جائے تو نفی صرف مفعولِ مطلق کی ہوتی ہے، پس حضرت انس رض کے قول میں تحدیثِ کثیر کی نفی ہے، مطلق تحدیث کی نفی نہیں ہے —— اور کثرت و قلت اضافی امور ہیں۔ پس حضرت انس رض کا شمار اگرچہ مُکثِرین (بکثرت حدیث بیان کرنے والے اصحاب) میں ہے مگر اُن کی تکثیر خود ان کی مسموعات کے اعتبار سے غَیْضٌ مِنْ فَیْضٍ (سمندر کے چند قطرے) ہے۔

وحَدثنا محمد بنُ عُبَيْدٍ الْغُبَرِيُّ، قال: ثنا ابوعوانة، عن ابي حَصِينٍ، عن ابي صالح، عن ابي هريرةَ، قال، قال رسول الله صَلى الله عليه وسَلّم: «مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

ترجمہ:- (۴) حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ «جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے، چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے!»

وحَدثنا مُحَمَّدُ بنُ عبدِ اللهِ بن نُمَيْرٍ، قال: نا ابي، قال: ثنا سعيد بن عُبَيْدٍ، قال: نا علي بن ربيعةَ الوالبي، قال: أتَيْتُ الْمَسْجِدَ —— والمغيرةُ أميرُ الكوفةِ —— قال: فقال المغيرة: سمعتُ رسُول الله صَلى الله عليه وسَلّم، يقول: «إنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

ترجمہ:- (۵) علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں پہنچا —— اور یہ واقعہ اُس زمانہ کا ہے جب حضرتِ مغیرہ رض کوفہ کے امیر (گورنر) تھے —— علی نے کہا! پس حضرت مغیرہ رض نے فرمایا کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ: «مجھ پر جھوٹ ویسا نہیں ہے جیسا اوروں پر، پس جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے، چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے!»

وحَدثني علي بنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، قال: نا علي بنُ مُسْهِرٍ، قال: نا محمد بن قَيْسٍ الاسديُّ، عن علي بن ربيعةَ الأسديِّ، عن المغيرةِ بنِ

شُعْبَةَ، عن النبي صَلى الله عَلَيْه وسَلم، بِمِثْلِهِ، وَلَمْ يَذْكُرْ: «إنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ»

ترجمہ:- (٦) علی کے دوسرے شاگرد محمد بن قیس کی روایت بھی سعید بن عُبید کی روایت کی طرح ہے۔ مگر ان کی رِوایت میں إن کذبًا الخ نہیں ہے۔

تشریح:- ۲ سے ۶ تک جو حدیث بیان ہوئی ہے وہ نہایت اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے، بعض حضرات کی رائے میں یہ حدیث متواتر ہے۔ اس حدیث کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ اس کو عشرۂ مبشّرہ نے رِوایت کیا ہے۔ اس روایت کے بارے میں چند ضروری باتیں عرض ہیں۔

(۱) اہلِ سنّت کے نزدیک کِذب (جھوٹ) خلافِ واقعہ بات بیان کرنے کو کہتے ہیں، خواہ عمداً ہو یا سہواً، مگر چونکہ بھول چوک میں گناہ نہیں ہوتا اس لئے حدیث میں مُتَعَمِّدًا کی قید بڑھائی گئی ہے۔ والکذبُ: الإخبار عن الشيئ على غير ما هو عليه، وان لم يتعمّد؛ لكن التعمد شرطُ الاثم (فیض القدیر ج۲ ص۵)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی مُطلقاً حرام ہے، خواہ دینی احکام میں ہو یا ترغیب و ترہیب میں یا وعظ و ارشاد میں، اور اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ بعض گمراہ یا جاہل لوگوں کا خیال ہے کہ ترغیب و ترہیب اور وعظ و نصیحت کیلئے روایات گھڑنا جائز ہے۔ مگر ان کا یہ خیال غلط ہے۔ اُن کی دو دلیلیں ہیں۔

(الف) حدیث میں کذبَ علیَّ آیا ہے پس صِرف وہ کذب بیانی جو دین کیلئے مضر ہو ناجائز ہے اور ترغیب و ترہیب اور وعظ و ارشاد کیلئے حدیثیں گھڑنے کا مقصد چونکہ لوگوں کو دین سے قریب کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے جائز ہے پس وہ کَذَبَ عَلَيَّ کا مصداق نہیں ہوں گی، بلکہ کَذَبَ لَہٗ کہلائیں گی۔

رد: اگر ان لوگوں کی یہ دلیل تسلیم کرلی جائے تو پھر تمام بدعات دین ہوجائیں گی، کیونکہ مبتدعین دین کو نقصان پہنچانے کیلئے بدعات ایجاد نہیں کرتے، بلکہ اپنے زعم میں وہ ان بدعات کے ذریعہ دین کی تکمیل کرتے ہیں —— اصل بات یہ ہے کہ ہر غلط انتساب کَذَبَ عَلَیْہ کا مصداق ہے اوّل اس طرح کہ جب وضع کا سلسلہ شروع ہوگا تو اس پر کوئی پابندی نہیں لگ سکے گی، احکام میں بھی حدیثیں وضع کی جائیں گی، بلکہ کی گئی ہیں ثانیاً ہر وضع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام قائم کرے گا کہ آپ نے دین کی تمام باتیں نہیں بتائیں۔ کچھ رہ گئی تھیں۔ جسے یہ واضعین مکمّل کر رہے ہیں۔ العیاذ باللہ!

(ب) مذکورہ بالا حدیث کے بعض طُرق میں مَن کَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا لِيُضِلَّ بِهِ النَّاسَ[1] آیا ہے یعنی

---

[1] یہ زیادتی مسندِ بزّار اور سنن دارمی میں ہے (قواعد التحدیث ص۱۷۵)

جوکذب بیانی لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے ہو وہی ناجائز ہے، ترغیب و ترہیب اور وعظ و نصیحت کیلئے اگر کذب بیانی کی جائے تو چونکہ اس کا مقصد لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے اس لئے وہ جائز ہے۔

اُن لوگوں کی یہ دلیل بھی باطل ہے:-

اَوّلاً اس لئے کہ یہ زیادتی باطل ہے، کسی صحیح روایت میں یہ زیادتی نہیں آئی ہے (نووی)

ثانیاً اگر یہ زیادتی صحیح تسلیم کی جائے تو وہ تاکید کیلئے ہوگی کما فی قولہ تعالیٰ: "فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ (طحاوی)

ثالثاً لِيُضِلَّ میں لام تعلیلیہ نہیں ہے بلکہ لام عاقبت ہے یعنی وہ کذب بیانی جس کا انجام گمراہی ہے (نووی)

(۳) امام احمد، حمیدی اور ابوبکر صَیرفی کے نزدیک واضع حدیث کی توبہ مقبول نہیں ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے ان لوگوں کی رائے کو "کمزور رائے" اور قواعد شرعیہ کے خلاف کہا ہے اور "قول مختار" یہ بیان کیا ہے کہ اگر وہ سچی توبہ کرے تو مقبول ہے، اور توبہ کے بعد اس کی روایتیں قبول کی جائیں گی ——— اور سچی توبہ کیلئے تین شرطیں ہیں (۱) گناہ سے بالکل رک جانا (۲) گناہ پر پشیمان ہونا۔ (۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرنا۔

قول مختار کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد کافر کی روایت معتبر ہے درآنحالیکہ کفر سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے۔ مگر اسلام قبول کرنے کے بعد وہ گناہ معاف ہوجاتا ہے حدیث میں ہے اِنَّ الاسلامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قبله، پس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کذب بیانی بھی توبہ کے بعد معاف ہوجائے گی حدیث میں ہے۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ۔

بیان حدیث سے پہلے تحقیق ضروری ہے

کذب بیانی حدیث شریف کے سلسلہ میں جب سنگین گناہ ہے تو ضروری ہے کہ حدیث بیان کرنے سے پہلے اس کی خوب تحقیق کرلی جائے۔ تدوین حدیث سے پہلے رُوات کے احوال کے ذریعہ تحقیق کی جاتی تھی اب حدیث کی کتابوں کے بارے میں تحقیق ضروری ہے۔ کیونکہ بعض کتابوں میں صحیح، ضعیف بلکہ موضوع تک کا خیال کئے بغیر حدیثیں جمع کی گئی ہیں اس لئے اُن کتابوں سے سند کی تحقیق کے بغیر حدیث بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں جو کتابیں صحت کے التزام کے ساتھ لکھی گئی ہیں ان پر ایک عام مسلمان اعتماد کرسکتا ہے اور ان میں سے حدیث بیان کرسکتا ہے ——— ذیل میں امام مسلم رحمہ اللہ وہ روایتیں ذکر فرماتے ہیں، جن سے بیان حدیث سے پہلے روایات کی تحقیق کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔

وحدثنا عبيد الله بن معاذ العنبري، قال: نا أَبِيْ ح وحدثنا محمد بن الْمُثَنّٰى، قال: نا عبد الرحمٰن بن مَهْدِيٍّ، قالا: ثنا شعبةُ، عن خُبَيب بن عبد الرحمٰن، عن حفص بن عاصم، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ".

ترجمہ:- (۷) حفص بن عاصم (تابعی) کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو بات بھی سُنے بیان کردے"

ترکیب:- بالمرء پر با زائدہ ہے، یہ لفظاً مجرور اور محلاً منصوب ہے کیونکہ یہ کفٰی کا مفعول ہے ——— کذبا تمیز ہے ——— اور جملہ یحدث الخ بتاویل مصدر ہو کر کفٰی کا فاعل ہے ——— بکل الخ متعلق یحدث سے ای کفی التحدیثُ الکذا بی المرءَ إثمًا۔ قال القرطبی: والباءُ فی بالمرء زائدة مهنا على المفعولِ، وفاعل كفٰى: أن يحدث (فیض القدیر للمناوی ج۵ ص۳)

وحدثنا ابوبكر بن ابی شيبةَ، قال: نا علی بن حفص، قال: نا شعبةُ، عن خُبَيب بن عبد الرحمٰن، عن حفص بن عاصم، عن ابی هُرَيرةَ، عن النبی صلی الله عليه وسلم: بِمِثْلِ ذٰلك.

ترجمہ: (۸) اس روایت کے الفاظ بھی وہی ہیں جو ۷ میں گذرے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ روایت مرسل تھی یہ مسند ہے۔

تشریح:- امام شعبہ سے یہ حدیث اُن کے متعدد تلامذہ روایت کرتے ہیں مگر سب حدیث کو مرسل بیان کرتے ہیں۔ صرف علی بن حفص مرفوع روایت کرتے ہیں یعنی سند کے آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہیں۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے پہلے ۷ پر شعبہ رحمہ اللہ کے دو شاگرد، معاذ عنبری اور ابن مہدی کی مرسل روایت ذکر کی تھی اب تیسرے شاگرد علی بن حفص کی سند سے مرفوع ذکر کی اور اشارہ کیا کہ یہ حدیث دونوں طرح صحیح ہے کیونکہ علی ثقہ ہیں اور ثقہ کی زیادتی معتبر ہے اور رَفعُ (حدیث کو مسند کرنا) زیادتی ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے بھی سنن میں کتاب الادب باب فی الکذب میں دونوں طرح حدیث روایت کی ہے

اور فرمایا ہے کہ لمریُسْنِدہٗ الاھذا الشیخ یعنی علی بن حفص المدائنی۔

وحدثنی یحی بن یحیٰ، قال: انا ھُشَیمٌ، عن سلیمان التیمیّ، عن ابی عثمانَ النھدی، قال: قال عمر بنُ الخطاب: "بحَسْبِ المرء مِنَ الکَذِبِ اَنْ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ"

ترجمہ: (۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "انسان کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ جو بات بھی سنے بیان کردے"

ترکیب: با جارہ زائدہ، حَسْب (بسکون السین) مصدر مضاف: المرء مضاف الیہ، من الکذب متعلق مصدر ہے۔ پھر بحسب الخ مبتدأ اور جملہ یحدث بتاویل مفرد ہوکر خبر۔

وحدثنی ابو الطاھر احمد بن عمرو بن عبد اللہ بن عمرو بن سَرْحٍ، قال: انا ابن وھب، قال: قال لی مالکٌ: "اعلَمْ أنہ لیس یَسْلَمُ رجلٌ حدَّثَ بکل ما سمع، ولا یکونُ إماماً أبداً، وھو یحدِّث بکُلِّ مَا سَمِعَ"۔

ترجمہ: (۱۰) عبد اللہ بن وہب مصری کہتے ہیں کہ مجھ سے امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "تم یہ بات جان لو کہ جو شخص ہر سنی ہوئی حدیث بیان کرتا ہے وہ (جھوٹ سے) بچ نہیں سکتا؛ اور آدمی کبھی پیشوا نہیں بن سکتا، درآنحالیکہ وہ ہر سنی ہوئی حدیث بیان کرتا ہو"۔

لغت: سَلِمَ (س)، سَلَامَۃً مِنَ الشَّیْءِ: نجات پانا، بچنا، بری ہونا۔

حدثنا محمد بن المثنیٰ، قال: نا عبد الرحمٰن، قال: نا سفیانُ، عن ابی اسحٰق، عن ابی الاَحْوَصِ، عن عبد اللہ، قال: "بِحَسْبِ الْمَرْءِ من الْکَذِبِ، أن یحدِّث بکل ما سمع"۔

ترجمہ: (۱۱) حضرت ابن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ: "آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات بیان کردے"

وحدثنا محمد بن المثنیٰ، قال: سمعتُ عبدَ الرحمٰن بن مَھدیٍّ، یقول: "لَا یَکُوْنُ الرَّجُلُ إمَامًا یُقْتَدیٰ بہٖ، حَتّیٰ یُمْسِکَ عَنْ بَعْضِ مَا سَمِعَ"۔

ترجمہ: (۱۲) ابن مہدی فرماتے ہیں کہ: "آدمی کبھی ایسا پیشوا نہیں بن سکتا جس کی پیروی کی جائے، تا آنکہ وہ بعض سنی ہوئی حدیثوں کو بیان کرنے سے رک جائے"

تشریح: روایات ۸ تا ۱۲ کا حاصل یہ ہے کہ ہر سنی ہوئی بات صحیح نہیں ہوتی۔ اس کے عموم میں حدیثیں بھی داخل ہیں، تدوین حدیث سے پہلے رجال سے سنی ہوئی ہر حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں تھا۔ اس لئے غور و فکر اور تحقیق کرنے کا مشورہ دیا جاتا تھا۔ اب یہی مشورہ حدیث کی کتابوں کے بارے میں دیا جائے گا۔ کیوں کہ کتابوں میں لکھی ہوئی ہر حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ پس کسی بھی کتاب میں دیکھکر جو لوگ وعظ وغیرہ میں اناپ شناپ حدیثیں بیان کرنا شروع کردیتے ہیں وہ کذب بیانی سے بچ نہیں سکتے۔ نہ کبھی وہ مقتدیٰ اور پیشوا بن سکتے ہیں، بلکہ اُن کی یہ بے احتیاطی ان کی رسوائی کا سبب بن جاتی ہے۔

اناپ شناپ حدیثیں بیان کرنیکی مضرّت

بے تحقیق اناپ شناپ حدیثیں بیان کرنا آدمی کو رسوا کردیتا ہے، ایسے محدث پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور لوگ اس کی حدیثوں کی تکذیب کرنے لگتے ہیں۔ بصرہ کے قاضی، فضیلت مآب تابعی، حضرت ایاس بن معاویہ بن قرّہ (متوفی ۱۲۲ھ) جن کی ذکاوت، فہم و بصیرت، فصاحت و بلاغت اور ہوشیاری ضرب المثل تھی، نے ایک شاگرد کو یہی بات سمجھاتے ہیں۔

وحَدّثنا یحی بن یحی، قال: انا عمر بن علی بن مُقَدَّمٍ، عن سُفیانَ بن حسین، قال: سَألنی إیاسُ بن مُعاویۃَ، فقال: إنِّیْ اُراكَ قد کَلِفْتَ بعلمِ القرآنِ، فَاقْرأْ علَیَّ سُورۃً، وفسِّر، حتیٰ أنْظُرَ فیمَا

عَلِمْتَ، قال: ففعلتُ، فقال لی: "احفَظْ عَلَیَّ ما أقولُ لك: إيّاكَ والشَّناعةَ فی الحديث، فإنّه قلّما حَمَلَها أحدٌ، إلّا ذَلَّ فی نفسِهٖ، وكُذِّبَ فی حديثِهٖ"۔

ترجمہ: (۱۳) سفیان بن حسین کہتے کہ مجھ سے ایاس بن معاویہ نے کہا کہ میں علم تفسیر کے ساتھ تمہاری دلچسپی دیکھ رہا ہوں۔ لہٰذا تم میرے سامنے کوئی سورت پڑھ کر اس کی تفسیر بیان کرو تاکہ میں دیکھوں کہ تم نے کیا پڑھا ہے؟ سفیان کہتے ہیں کہ میں نے حکم کی تعمیل کی، تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ! "جو بات میں تم سے کہتا ہوں اس کو میری طرف سے خوب محفوظ رکھو — : "انا پ شناپ حدیثیں بیان کرنے سے بچو، کیونکہ عام طور پر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ خود ہی رسوا ہو جاتا ہے۔ اور حدیث کے بارے میں اس کی تکذیب کی جاتی ہے":

ہر شخص کے سامنے ہر حدیث بیان نہ کی جائے

ہر صحیح حدیث بھی ہر شخص کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہئے، بلکہ لوگوں کی استعداد ملحوظ رکھنی چاہئے، ورنہ فتنہ ہوگا۔ مثلاً احکام کی وہ حدیثیں جن کے مفہوم میں مجتہدین کرام کا اختلاف ہوا ہے، اگر تشریح کے بغیر عام لوگوں کے سامنے بیان کی جائیں گی۔ تو لوگوں کیلئے الجھن کا سبب ہوں گی۔ حضرت ابن مسعودؓ اسی پر تنبیہ فرما رہے ہیں۔

وحدثنی ابوالطاهر، وحَرْمَلَةُ بنُ يحیى، قالا: انا ابن وهب، قال: اخبرنی يونس، عن ابن شهاب، عن عبيد الله بن عبد الله بن عُتْبَةَ، ان عبدَ اللهِ بن مسعودٍ، قال: "ما أنتَ بمحدِّثٍ قوماً حديثاً، لا تبلُغُه عقولُهم، إلّا كانَ لِبعضِهم فِتْنَةً"۔

ترجمہ: (۱۴) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ "تم جب بھی کسی قوم کے سامنے کوئی ایسی حدیث بیان کروگے، جو ان کی عقل کی رسائی سے باہر ہو، تو وہ کچھ لوگوں کیلئے فتنہ بن جائے گی"۔ (لفظی ترجمہ یہ ہے:۔ نہیں ہو تم بیان کرنے والے کسی قوم سے کوئی ایسی حدیث جس تک نہ پہنچیں اُن کی عقلیں مگر ہوگی وہ ان میں سے بعض کیلئے فتنہ)

نئی نئی حدیثیں

واعظوں کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے وہ لوگوں کو متأثر کرنے کیلئے، پھر اُن سے دنیوی مفاد حاصل کرنے کیلئے اُن کو نئی نئی حدیثیں سنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کچھ واعظ تو خود گھڑتے ہیں اور اکثر حدیث کی غیر معتبر کتابوں میں سے بیان کرتے ہیں۔ یہ لوگ امت کیلئے بڑا فتنہ ہیں۔ ان لوگوں کے ذریعہ امت کی اصلاح تو کم ہوتی ہے، نقصان زیادہ پہنچتا ہے۔ امام مسلم علیہ الرحمہ اس سلسلہ کی دو مرفوع حدیثیں ذکر فرماتے ہیں۔

وحدثنی محمد بن عبد الله بن نُمَيْرٍ، وزهير بنُ حربٍ، قالا: ثنا عبد الله بن يزيدَ، قال: حدثنی سعيد بن ابی أيوب، قال: حدثنی ابو هانِئٍ، عن ابی عثمان مُسلِمِ بن يَسَارٍ، عن ابی هريرةَ، عن رسولِ الله صلى الله عليه وسَلم، أنَّهُ قال: سيكونُ فی آخِرِ أمّتی أُناسٌ يُحَدِّثونكم بما لم تَسْمَعُوا، أنتُم ولا آباؤُكم، فإيّاكُم وإيّاهُم"

ترجمہ: (۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "میری امت کے آخری دور میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔ جو تم سے ایسی حدیثیں بیان کریں گے، جو نہ تم نے سنی ہوں گی۔ نہ تمہارے باپ دادانے، سو تم ان سے بچتے رہنا۔

وحدثنی حَرْمَلَةُ بن يحیى بنِ عبد اللهِ بن حرملة بن عمرانَ التُّجِيبِیُّ، قال: ثنا ابن وهب، قال: حدثنی ابو شُرَيْحٍ، أنه سمع شَرَاحِيلَ بنَ يزيدَ، يقولُ: أخبرنی مُسلمُ بن يَسَارٍ، أنه سَمِعَ أبا هريرةَ، يقول: قال رسولُ الله صَلى الله عليه وسَلم: "يكونُ فی آخِرِ الزمانِ دَجّالُونَ، كَذّابُونَ، يأتُونكُم من الأحاديثِ بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤكم، فإيّاكُم وإيّاهم، لا يُضِلّونكُم، ولا يَفْتِنُونكُم۔

ترجمہ: (۱۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "آخر زمانہ میں مکار، جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے، جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے، جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ دادانے،

"سو تم ان سے بچتے رہنا، وہ لوگ تم کو گمراہ نہ کردیں، اور تم کو فتنہ میں مبتلا نہ کردیں"

تشریح:۔ دجّال (صیغۂ مبالغہ) مکار، مُلمّع ساز، بڑا جھوٹا۔ دَجَلَ (ن) دَجْلاً: جھوٹ بولنا۔ دَجَّلَ الشیئَ: ڈھانپنا، دَجَّلَ الإناءَ: سونے کے پانی سے ملمع کرنا ——— دجّال اُس شخص کا صفاتی نام بھی ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا اور بڑا فتنہ پھیلائے گا۔ یہاں اُسی قماش کے دوسرے لوگ مراد ہیں۔

شیاطین کی حدثیں

شیاطین (سرکش) جس طرح جنات میں ہوتے ہیں، انسانوں میں بھی ہوتے ہیں، سورۃ الانعام آیت ۱۱۲ میں اس کی صراحت ہے۔ یہ شیاطین جھوٹی حدثیں پھیلانے میں بڑا حصہ لیتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے ارشادات پڑھیے۔

وحدثني ابوسعيدٍ الأشجُّ، قال: نا وكيع، قال: نا الأعمشُ، عن المُسَيَّبِ بن رافع، عن عامر بن عبدةَ، قال: قال عبد الله: "إنَّ الشَّيطانَ ليتمثَّلُ في صُورةِ الرجلِ، فيأتي القَوْمَ، فيُحدِّثُهم بالحديثِ من الكَذِب، فيتفرَّقُونَ، فيقولُ الرجل منهم: سمعتُ رجلاً أعرِفُ وجهَهُ، ولا أدري ما اسمُهُ يُحدِّثُ.

ترجمہ (۱۷) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ: "شیطان انسان کی صورت اختیار کرتا ہے، پھر وہ لوگوں کے پاس آتا ہے اور ان کو جھوٹی حدثیں سناتا ہے۔ پھر جب لوگ منتشر ہوتے ہیں تو اُن میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے، جس کی صورت سے تو میں آشنا ہوں، مگر نام نہیں جانتا (پھر اس شیطان سے سنی ہوئی جھوٹی روایت نقل کرتا ہے)

وحدثني محمد بن رافع، قال: نا عبد الرزاق، قال: انا معمرٌ، عن ابن طاؤسٍ، عن ابيه، عن عبد الله بن عمرو بن العاص، قال: "إنَّ في البحر شياطينَ مسجونةً، أوثقها سليمانُ، يُوشِكُ أن تخرجَ، فتقرأَ على الناسِ قرآناً"

ترجمہ:۔ (۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ: "سمندر میں مقید کچھ شیاطین ہیں، جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے قید کیا ہے، قریب ہے کہ وہ نکلیں، پس وہ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنائیں"

تشریح:۔ مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا ایک خواب مذکور ہے کہ ان کے ایک ہاتھ میں شہد اور دوسرے ہاتھ میں گھی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر یہ دی تھی کہ تقرأ الکتابین: التوراۃ والقرآن (اصابہ ج ۲ ص ۳۵۲) چنانچہ آپ اسرائیلات سے خوب واقف تھے اسلئے ممکن ہے کہ آپ کا یہ ارشاد اسرائیلات سے مأخوذ ہو، جس کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے ——— یا پھر آپ کا منشا بطور تمثیل یہ سمجھانا ہو کہ گمراہی پھیلانے والے، جب نکلیں گے تو بے تابانہ نکلیں گے۔ جس طرح جیل خانہ سے بوقتِ رہائی قیدی نکلتا ہے۔ پھر وہ قرآن وحدیث کے نام پر لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ واللہ اعلم۔

تحقیق کے بعد حدیث قبول کی جائے

جب احادیث شریفہ میں "دراندازی" کے امکانات ہیں تو ضروری ہے کہ تحقیق کے بعد حدثیں قبول کی جائیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آخری دور میں، جب حدثیوں کے معاملہ میں لوگوں نے بے احتیاطی شروع کی۔ تو حدثیں قبول کرنے میں احتیاط شروع کی، تاکہ وہ بعد کے لوگوں کیلئے سنّت بنے۔ ذیل میں اس سلسلہ کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

وحدثني محمد بن عبادٍ، وسعيدُ بن عمرو الأشعثيُّ، جميعاً، عن ابن عُيَيْنةَ ——— قال سعيد: انا سفيان ——— عن هشام بن حُجَيرٍ، عن طاؤس، قال: جاء هذا الى ابن عباس ——— يعني بُشَيْرَ بن كعب ——— فجعل يُحدِّثُهُ، فقال له ابن عباس: عُدْ لحديثِ كذا وكذا، فعادَ لَهُ، ثم حدَّثه، فقال لَهُ: عُدْ لحديثِ كذا وكذا، فعادَ لَهُ، فقال له: ما أدري! أعرفتَ حديثي كلَّهُ وأنكرتَ هذا، أم أنكرت حديثي كلّه وعرفت هذا؟ فقال له ابن عباس: "إنّا كنّا نُحدِّثُ عن رسولِ الله صلى الله عليه وسلم إذ لم يكن يُكذَبُ عليه، فلما ركب الناسُ الصَّعبَ والذَّلولَ، تركنا الحديث عنه".

ترجمہ:۔ (۱۹) طاؤس کہتے ہیں کہ یہ شخص حضرت ابن عباسؓ (متوفی ۶۸ھ) کے پاس آیا ——— ہشام کہتے ہیں کہ طاؤس کی مراد بُشیر بن کعب ہے، ——— پس وہ حدیثیں بیان کرنے لگے، تو (چند حدیثیں سننے کے بعد) ابن عباس نے اُن سے کہا کہ فلاں فلاں حدیثیں دوبارہ سنایئے، چنانچہ انھوں نے وہ دوبارہ سنائیں، پھر وہ ان کے سامنے اور حدیثیں بیان کرنے لگے، تو (چند حدیثوں کے بعد پھر) ابن عباسؓ نے کہا کہ فلاں فلاں حدیثیں دوبارہ بیان کیجئے۔ چنانچہ انھوں نے وہ دوبارہ بیان کیں، پھر بُشیر نے ابن عباس سے کہا کہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ نے میری سب حدیثوں کو معتبر سمجھا اور اُن چند کے بارے میں آپ کو شبہ ہوا یا میری سب حدیثوں کو غیر معتبر سمجھا اور ان چند کو معتبر جانا؟ تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: "ہم حدیثیں بیان کئے جاتے تھے (یا بیان کرتے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولا جاتا تھا پھر جب لوگ اچھی بُری سواری پر چڑھنے لگے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کی جانے والی حدیثوں کو قبول کرنا چھوڑ دیا (یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیثیں بیان کرنا چھوڑ دیا)

تشریح:۔ (۱) بُشیر بن کعب ابوایوب عدوی بصری مخضرم تابعی ہیں اور ثقہ راوی ہیں اور حضرت ابن عباس کے تقریباً ہم عمر ہیں۔ امام مسلم نے ان کا صرف یہاں تذکرہ کیا ہے مگر باقی ارباب صحاح نے ان کی حدیث لی ہے۔ ایک موقع پر وہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آکر مسلسل حدیثیں سُنانے لگے تو ابن عباسؓ نے فرمایا کَاَنِّیْ اَسْمَعُ حَدِیْثَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ (گویا میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیثیں سن رہا ہوں!) یعنی ابن عباسؓ نے ان کی تکثیرِ حدیث کو پسند نہیں کیا۔

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ جو پیچھے لوٹا کر حدیثیں پڑھوائی ہیں اس کا مقصد فقط حفظ وضبط کی جانچ کرنا ہے۔

(۳) ما أدري الخ کا مقصد استفہام نہیں ہے، بلکہ استعجاب (حیرت ظاہر کرنا) ہے۔

(۴) نحدث کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مگر بہتر مجہول پڑھنا ہے۔ بین القوسین معروف کا ترجمہ دیا گیا ہے ——— مجہول کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسلمان ایک دوسرے سے حدیثیں بیان کرتے تھے اور وہ بے دغدغہ قبول کی جاتی تھیں، کیونکہ سب قابل اعتبار اور محتاط تھے، پھر جب لوگوں نے بے احتیاطی شروع کردی تو ہم نے ہرکس وناکس کی حدیث کا اعتبار ختم کردیا۔ ——— اور معروف کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم لوگوں سے حضور کی حدیثیں بیان کرتے تھے مگر جب لوگوں نے حدیثوں کی حفاظت میں کوتاہی شروع کردی تو ہم نے بیان کرنا موقوف کردیا۔

وحدثنی محمد بن رافع، قال: نا عبد الرزاق، قال: انا معمر، عن

ابن طاؤس، عن أبيه، عن ابن عباس، قال: "إِنَّمَا كُنَّا نَحْفَظُ الحَدِيْثَ وَالحديثُ يُحْفَظُ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ——— فَأَمَّا إذا ركبتم كل صَعْبٍ وذلول، فهيهاتَ!

ترجمہ (۲۰) حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: "ہم حدیثیں یاد کر لیا کرتے تھے ——— اور حضورؐ کی حدیثیں تو یاد کی ہی جاتی ہیں ——— مگر جب آپ لوگ ہر اچھی بُری سواری پر چڑھنے لگے تو بات بہت دُور چلی گئی (یعنی اعتبار جاتا رہا)

تشریح:۔ صَعْب:۔ سواری چھوڑ دینے کی وجہ سے سرکش ہوجانے والی سواری ——— ذَلُول: آسانی سے تابع ہونے والی سواری ——— "اچھی بُری سواری پر چڑھنا" کنایہ ہے بے احتیاطی سے۔

وحدثنی ابوایوب سليمانُ بن عبيد الله الغَيْلانى، قال: نا ابو عامر ——— يعنى العقدى ——— قال: نا رَباح، عن قيس بن سعد، عن مجاهد، قال: جاء بُشَيْر بن كعب العدويّ الى ابن عباس، فجعل يحدِّث، ويقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ قال: فجعل ابن عباس لا يَأْذَنُ لحديثه، ولا ينظر اليه؛ فقال: يا ابن عباس! مالى لا أُرَاكَ تَسْمَعُ لحديثى؟! أُحدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا تَسْمَعُ! فقال ابن عباس: إِنَّا كُنَّا مرةً إذا اسمعنا رجلاً، يقول: قال رسول الله صَلى الله عليه وسَلم ابْتَدَرَتْهُ أَبصارُنا، وأَصْغَيْنَا إليه بآذاننا؛ فلما رَكِبَ الناس الصَّعْبَةَ وَالذَّلُوْلَ، لَمْ نَأْخُذْ من الناس إِلاَّ مَا نَعْرِفُ

ترجمہ:۔ (۲۱) مجاہد کہتے ہیں کہ بشیر عدوی حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے، اور حدیثیں بیان کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ: "رسول اللہ صلعم نے فرمایا، رسول اللہ صلعم نے فرمایا! مجاہد نے بیان کیا کہ ابن عباس نے ان کی حدیثوں سے توجہ ہٹالی، اور ان کی طرف سے نگاہ پھیرلی، تو بشیر نے کہا کہ: ابن عباس! کیا بات ہے آپ میری حدیثیں نہیں سُنتے؟ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتا ہوں اور آپ سُن نہیں رہے!

——— حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ "ایک وقت تھا جب ہم کسی کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوا سنتے تو اس کی طرف ہماری نگاہیں اٹھ جاتیں، اور ہم اپنے کان اس کی طرف متوجہ کر دیتے، پھر جب لوگوں نے اچھی بری ہر قسم کی سواریوں پر چڑھنا شروع کر دیا تو اب ہم صرف وہی حدیثیں لیتے ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔

تشریح:۔ فن اصول حدیث میں جو معروف و منکر کی اصطلاحات مستعمل ہیں وہ غالباً حضرت ابن عباسؓ کے اسی ارشاد سے ماخوذ ہیں۔

وضع حدیث کا کاروبار روکنے کیلئے اور صحیح اور معتبر حدیثوں کو جاننے کیلئے صحابہ کرام کے آخر دور میں تین چیزیں شروع کی گئی تھیں۔

(۱) **اسنادِ حدیث**:۔ ——— یعنی حدیث سند کے ساتھ بیان کرنا کہ بیان کرنے والے نے کس سے سنا؟ پھر مروی عنہ نے کس سے سنا؟ اس سے فائدہ یہ ہوا کہ بے باکی اور بے احتیاطی کے ساتھ حدیث بیان کرنیکا سلسلہ کم ہو گیا۔

(۲) **نقدِ رُوات** (رُوات کو پرکھنا) ——— کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا؟ کسے بات اچھی طرح محفوظ ہے اور کون کچا؟ کس کا کس سے سماع ہے اور کس سے نہیں؟ تاکہ ثقہ حافظ کی وہ حدیث قبول کی جائے جس کی سند بظاہر متصل ہو۔ اور باقی روایتوں کے بارے میں احتیاط برتی جائے۔

(۳) **اکابر سے توثیق** ——— یعنی صحابہ، کبار تابعین اور ائمہ فن سے اپنے مسموعات کی توثیق کر لینا ——— اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے دین کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا تھا اس کی تکمیل اس طرح ہوئی کہ صحابہ کرام کی زندگیوں میں برکت فرمائی تاکہ تابعین ان کی طرف رجوع کر کے حدیثوں کی توثیق کر سکیں، پھر تابعین میں ایسے جلیل القدر حضرات پیدا ہوئے اور بعد میں ایسے بے شمار ائمہ فن پیدا ہوئے جن کی طرف رجوع کر کے حدیثوں کے بارے میں اطمینان حاصل کیا جاتا تھا۔ اُس زمانہ میں ایک موٹا اصول یہ مقرر کیا گیا تھا کہ معروف حدیثیں قبول کی جائیں اور منکر (غیر معروف) حدیثیں بیان کرنے والوں کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے تاکہ یہ سلسلہ آگے نہ بڑھے۔ آگے یہی تین باتیں برعکس ترتیب سے بیان کی جا رہی ہیں۔

اکابر سے حدیثوں کی توثیق

حدیثوں کی صحت معلوم کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ فن حدیث کے اکابر سے رجوع کیا جائے۔ جس طرح لوگ اپنا سونا چاندی پرکھوانے کیلئے ماہر سنار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان سے معلوم کیا جائے

کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی غیر صحیح؟ چنانچہ تابعین، اکابر صحابہ سے رجوع کرتے تھے۔ ذیل میں اس سلسلہ کی چند مثالیں دیکھئے:۔

> وحدثنا داؤد بن عمرو الضَّبِّيُّ، قال: نا نافع بن عمر، عن ابن ابی مُلَيْكَةَ، قال: كتبت الى ابن عباس، أسأله أن يكتب لی كتاباً، ويُخفِيَ عَنِّيْ، فقال: ولدٌ ناصح! أنا أختارُ له الأمورَ اختياراً، وأُخفِي عنه، قال: فدعا بقضاءِ عليٍّ رضی الله عنه، فجعل يكتبُ منه أشياءَ؛ ويَمُرُّ به الشيئُ، فيقولُ: والله! ما قضى بهذا عليٌّ، إلَّا أن يكونَ ضَلَّ.

ترجمہ (۲۲) طائف کے قاضی، مشہور تابعی عبد اللہ بن عبید اللہ بن ابی مُلیکہ (متوفی ۱۱۷ھ) کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو خط لکھا جس میں آنجناب سے درخواست کی کہ مجھے حضرت علیؓ کے فیصلوں کی ایک تحریر لکھ دیں، اور (غیر معتبر باتیں) مجھ سے چھپا لیں (یعنی نہ لکھیں) حضرت ابن عباسؓ نے (خط پڑھ کر) فرمایا کہ: "خیر خواہ لڑکا ہے (یعنی سمجھ دار ہے) میں اس کے لئے اچھی باتیں منتخب کروں گا اور غیر معتبر باتیں نہیں لکھونگا" راوی نے کہا پھر آنجناب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے منگوائے اور اس میں سے نقل کرنے لگے، اور بعض باتیں جب ان کی نگاہ سے گذرتی تو فرماتے کہ: "بخدا! یہ حضرت علیؓ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا، اِلَّا یہ کہ وہ گمراہ ہو گئے ہوں!" (اور معلوم ہے کہ وہ گمراہ نہیں ہوئے، پس یہ فیصلے ان کے نہیں ہیں بلکہ ان کے نام سے گھڑے گئے ہیں)

> حدثنا عمرو الناقد، قال: نا سفيان بن عيينة، عن هشام بن حُجَيْرٍ، عن طاؤس، قال: أُتِيَ ابنُ عباسٍ بكتابٍ فيه قضاءُ عليٍّ، فمحاهُ إلَّا قدرَ، واشار سفيانُ بنُ عيينة بذراعِهِ.

ترجمہ (۲۳) طاؤس العلماء ذکوان بن کیسان یمانی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس (توثیق کیلئے) ایک نوشتہ لایا گیا جس میں حضرت علیؓ کے فیصلے درج تھے۔ ابن عباسؓ نے وہ ساری تحریر مٹادی مگر اتنی، اور ابن عیینہ نے اپنے ذِراع (کہنی سے بیچ کی انگلی تک کا حصہ) سے اشارہ کیا (یعنی ایک ہاتھ تحریر باقی رکھی باقی مٹادی، کیونکہ اتنی ہی صحیح تھی باقی موضوع تھی۔)

تشریح:۔ زمانۂ قدیم میں تحریر لمبائی میں لکھتے تھے اور اسکو گول لپیٹ لیتے تھے اور وہ سجل کہلاتی تھی۔

حَدَّثَنَا حسن بن علی الْحُلْوَانِیُّ، قال: نا یحی بن آدم، قال: نا ابنُ إدریس، عن الأعمش، عن ابی اسحٰق، قال: لَمَّا أَحْدَثُوا تلك الأشیاء بعدَ علیٍّ، قال رجلٌ من أصحابِ علیٍّ: قَاتَلَهُمُ اللهُ! أَیَّ عِلْمٍ أَفْسَدُوا!

ترجمہ: (۲۴) ابو اسحٰق سبیعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ کی وفات کے بعد جب لوگوں نے "وہ چیزیں (موضوعات) ایجاد کیں تو حضرت علی رضؓ کے ایک شاگرد نے (جن سے توثیق چاہی گئی تھی) فرمایا کہ: "اللہ غارت کرے ان لوگوں کو! کیسا علم ان لوگوں نے بگاڑ دیا!"

تشریح:۔ حضرت علی رضؓ کے شاگرد کا اشارہ ان باتوں کی طرف تھا جو روافض اور شیعوں نے حضرت علی رضؓ کے علوم میں اور ان کی حدیثوں میں بڑھادی تھیں اور جو قطعاً باطل اور موضوع تھیں، ان لوگوں نے صحیح باتوں میں ان باتوں کو اس طرح رلادیا تھا کہ کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا (نوویؒ)

حَدَّثَنَا علی بن خَشْرَمٍ، قال: انا ابوبکرٍ — یعنی ابنَ عَیَّاشٍ — قال: سمعتُ المغیرةَ، یقول: "لَمْ یَکُنْ یَصْدُقُ علیٰ علیٍّ فی الحدیثِ عنه، إلّا من أصحابِ عبدِ الله بن مسعودٍ".

ترجمہ (۲۵) مغیرہ بن مِقْسَم ضبّی کہتے ہیں کہ: "حضرت علی رضؓ سے حدیثیں روایت کرنے میں سچ نہیں بولا کرتے تھے مگر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ" (مِنْ بیانِ جنس کیلئے یا زائدہ ہے (نووی)

تشریح:۔ بظاہر حضرت مغیرہ رحمہ اللہ نے یہ بات کسی کے یہ دریافت کرنے پر فرمائی ہوگی کہ حضرت علی رضؓ کے کن تلامذہ سے حضرت علی کی حدیثیں لی جائیں؟ حضرت مغیرہ نے بتایا کہ حضرت علی رضؓ کے وہ تلامذہ جو حضرت ابن مسعود رضؓ کے بھی تلامذہ ہیں وہی صحیح حدیثیں بیان کرتے ہیں۔

نقدِ رُوات

وضع حدیث کا مقابلہ کرنے کے لئے اور صحیح حدیثوں کی حفاظت کے لئے دوسری تدبیر "راویوں پر تنقید" شروع کی گئی تھی۔ ذیل میں اس سلسلہ کی روایات ملاحظہ فرمائیں۔

حَدَّثَنَا حسن بن الربیع، قال: نا حماد بن زیدٍ، عن أیوب وهشام، عن محمد ح قال: وحدثنا فُضیل، عن هشام؛ قال: وحدثنا مخلد بن حسین، عن هشام، عن محمد بن سیرین، قال: "إنّ هذا العلمَ دینٌ، فَانْظُرُوا عَمَّنْ

تأخُذُونَ دِینَکُمْ؟"

ترجمہ:۔ (۲۶) ہم سے حسن نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حماد نے بیان کیا، وہ ایوب اور ہشام سے وہ دونوں ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں۔ (دوسری سند) حسن کہتے ہیں کہ ہم سے فضیل نے بیان کیا، وہ ہشام سے روایت کرتے ہیں۔ (تیسری سند) حسن کہتے ہیں کہ ہم سے مخلد نے بیان کیا، وہ ہشام سے وہ ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ: "یہ علم (فن حدیث) دین ہے، پس دیکھو کہ کس سے تم اپنا دین حاصل کرتے ہو؟" (یعنی آنکھ بند کرکے ہر کس وناکس سے حدیث نہ لیا کرو، کیونکہ احادیث محض علم نہیں ہیں، بلکہ دین ہیں، پس اگر غلط حدیث قبول کرلو گے تو اپنا دین برباد کرلو گے، پس خوب غور کرلیا کرو کہ حدیث کا راوی معتبر ہے یا نہیں؟

حَدَّثَنَا ابوجعفر محمد بن الصَّبَّاح، قال: ثنا اسمٰعیل بن زکریاء، عن عاصم الأحول، عن ابن سیرین، قال: لَمْ یَکُونُوا یَسْئَلُونَ عن الاسناد، فلما وقعت الفتنةُ، قالوا: سَمُّوا لنا رجالَکم، فَیُنْظَرُ الی اهلِ السُّنَّةِ، فیُؤْخَذُ حدیثُهُمْ، ویُنْظَرُ الی أهلِ البِدَعِ، فلا یُؤْخَذُ حدیثُهُمْ.

ترجمہ:۔ (۲۷) ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ سلف حدیث بیان کرنے والوں سے سند معلوم نہیں کیا کرتے تھے، مگر جب فتنہ رونما ہوا۔ تو انھوں نے حدیث بیان کرنے والوں سے پوچھنا شروع کیا کہ اپنی سند بیان کرو، تاکہ اہلِ سنت راوی دیکھے جائیں اور ان کی حدیث قبول کی جائے اور فرقِ باطلہ کے افراد دیکھے جائیں اور اُن کی حدیث نہ لی جائے۔

تشریح:۔ فتنہ سے مراد جنگ صفین کے بعد کے حالات ہیں۔ جب شیعیت، ناصبیت (خارجیت) وغیرہ کی دعوت شروع ہوئی تو اس وقت جو صحابہ کرام بقیدِ حیات تھے انھوں نے اسنادِ حدیث کی داغ بیل ڈالی اور راویوں کی جانچ شروع کی۔

حَدَّثَنَا اسحٰق بن ابراهیم الْحَنْظَلِیُّ، قال: انا عیسیٰ — وهو ابن یونس — قال: ثنا الأوزاعی، عن سلیمان بن موسیٰ، قال: لقیتُ طاؤسًا، فقلت: حَدَّثَنی فلانٌ کَیْتَ وکَیْتَ؟ قال: "إن کان صاحبُکَ مَلِیًّا فَخُذْ عنه"

ترجمہ:۔ (۲۸) سلیمان اَشدق کی حضرت طاؤس رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی، سلیمان نے اُن سے (برائے توثیق) ذکر کیا کہ: مجھے فلاں شخص نے یہ یہ حدیثیں بیان کی ہیں طاؤس نے فرمایا کہ: "اگر تمہارا

استاذ تو انگر (یا پُر) ہو تو اس کی روایت لو"

تشریح:۔ مَلِیًّا کے معنیٰ تو انگر بھی ہیں اور پُر یعنی بھرا ہوا بھی ہیں۔ حضرت طاؤس کی مراد اس لفظ سے یہ ہے کہ اگر تمہارا استاذ ثقہ ضابط اور متقن ہو، جس کی دینداری اور علم و معرفت پر اعتماد کیا جا سکتا ہو تو اس کی حدیث لو، ورنہ نہ لو (نووی)

> وحدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی، قال: انا مروانُ — یعنی ابن محمد الدمشقی — قال: ثنا سعید بن عبد العزیز، عن سلیمان بن موسیٰ، قال: قلت لطاؤس: إن فلاناً حدثنی بکذا وکذا؟ قال: ان کان صاحبک مَلِیًّا فخذ عنہ۔

ترجمہ:۔ (۲۹) یہ روایت ۲۸ کی دوسری سند ہے، یہ سعید بن عبد العزیز کی ہے اور وہ امام اوزاعی کی تھی، مضمون دونوں کا ایک ہے۔

> حدثنا نصر بن علی الجَهْضَمِیُّ، قال: ثنا الأَصْمَعِی، عن ابن ابی الزناد، عن ابیہ، قال: أَدْرَكْتُ بالمدینۃِ مائۃً، کلُّهم مأمونٌ، ما یُؤْخَذُ عنہم الحدیثُ، یقال: «لیس من اھلہ»۔

ترجمہ:۔ (۳۰) جلیل القدر تابعی ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان کہتے ہیں کہ: "میں نے مدینہ شریف میں ایسے سو حضرات کو پایا ہے جو سب جھوٹ سے محفوظ تھے، مگر ان سے حدیث نہیں لی جاتی تھی، کہا جاتا تھا کہ "وہ حدیث کا اہل نہیں ہے!" (یعنی محض دیندار اور سچا ہونا قبول روایت کیلئے کافی نہیں ہے فن حدیث کی بھرپور صلاحیت ضروری ہے)

> حدثنا محمد بن ابی عمر المکی، قال: ثنا سفیان ح وحدثنی ابو بکر بن خَلَّادٍ الباھلی — واللفظ لہ — قال، سمعتُ سُفیانَ بن عُیَیْنَۃَ، عن مِسْعَرٍ، قال: سمعتُ سعدَ بن إبراھیم، یقول: «لا یُحَدِّثُ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إلا الثِّقَاتُ»

ترجمہ:۔ (۳۱) مسعر نے مدینہ منورہ کے قاضی حضرت سعد بن ابراہیم کو کہتے سنا کہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں صرف ثقہ (معتبر) حضرات ہی بیان کریں"۔

اسنادِ حدیث کی اہمیت

وضع حدیث کا مقابلہ کرنے کیلئے دورِ اوّل میں جو احتیاطی تدبیریں اختیار کی گئی تھیں، ان میں سے ایک اسنادِ حدیث بھی ہے۔ اسنادِ حدیث کی اہمیت درج ذیل روایات سے ظاہر ہے — اسناد (افعال) کے لغوی معنیٰ ہیں: چڑھانا، اٹھانا کہا جاتا ہے اَسْنَدَہٗ فی الجبل: پہاڑ پر چڑھایا۔ اصطلاح میں اسناد کے معنیٰ ہیں: "بات کی سند قائل تک پہنچانا"

> وحدثنی محمد بن عبد اللہ بن قُهْزَاذَ — من أهلِ مَرْوَ — قال: سمعتُ عبدانَ بن عثمان، یقول: سمعتُ عبد اللہ بن المبارکِ، یقول: «الإسنادُ من الدین، ولولا الإسنادُ لقال من شاء ما شاء!»

ترجمہ:۔ (۳۲) حضرت عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں کہ: "اسناد دین میں سے ہے! اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا کہتا!"

تشریح:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن المبارک کسی کے اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ علم حدیث جس کی بڑی فضیلت بیان کی جاتی ہے اس میں حدیث تو برائے نام ہے، زیادہ تر حدثنا فلانٌ، حدثنا فلانٌ ہے، اور اس کی بھلا کیا فضیلت ہو سکتی ہے؟! —— حضرت ابن المبارک رحمہ اللہ کے زمانہ تک اسنادِ حدیث کا اس قدر رواج ہو گیا تھا کہ ایک ایک حدیث کی سینکڑوں سندیں ہو گئی تھیں، گویا سندوں ہی کا نام فن حدیث رہ گیا تھا۔

ابن المبارک رحمہ اللہ نے مذکور اعتراض کا جواب دیا کہ یہ خیال درست نہیں ہے کہ حدثنا فلانٌ، حدثنا فلانٌ میں ثواب نہیں ہے۔ یہ حدثنا حدثنا بھی دینی امر ہے، کیونکہ یہ سب حدیث شریف کی حفاظت کیلئے ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کا جو جی چاہتا کہتا، یہ اسناد ہی ہے جو جھوٹوں کے منہ میں لگام دیتی ہے!

> قال: وقال محمد بنُ عبد اللہ: قال: حدثنی العباس بن ابی رِزْمَۃَ، قال: سمعتُ عبدَ اللہ، یقول: «بیننا وبینَ القومِ القوائمُ» یعنی الاسناد۔

ترجمہ: (۳۳) امام مسلم فرماتے ہیں: اور ابن قہزاذ نے کہا، انھوں نے کہا کہ مجھ سے عباس بن ابی رزمہ نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن المبارک کو کہتے سنا کہ: "ہمارے اور لوگوں کے درمیان "پائے" ہیں" —— وہ اسناد کو مراد لے رہے ہیں۔

تشریح: ابن المبارک رحمہ اللہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ حدیثیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم نے خود نہیں سنی ہیں، بلکہ صحابہ نے سنی ہیں، اور صحابہ کا دور ہم سے دور ہے، جس تک ہم واسطوں ہی سے پہنچ سکتے ہیں۔ انہی واسطوں کو پایوں (پیڑیوں، سیڑھیوں) سے تعبیر کیا ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے الکفایۃ (ص ۳۹۳) میں ابن المبارک کے جو الفاظ روایت کئے ہیں اُن سے مراد بالکل متعین ہو جاتی ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

مَثَلُ الذی یَطلُبُ أَمْرَ دِینِہٖ بلا إسنادٍ کَمَثَلِ الذی یَرْتَقِی السَّطْحَ بلا سُلَّمٍ۔ (الاجوبۃ الفاضلہ ص ۲۱)

اس شخص کی مثال جو دینی بات کو بغیر سند کے حاصل کرتا ہے اس شخص جیسی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھتا ہے۔

اتصالِ سند کی اہمیت

سند میں دو باتوں کی تحقیق کی جاتی ہے (۱) تمام راوی ثقہ ہیں یا کوئی ضعیف ہے؟ (۲) سند متصل ہے یا اس میں کہیں انقطاع ہے؟ ——— اگر تمام راوی ثقہ ہوں اور سند متصل ہو تو حدیث قبول کی جاتی ہے یعنی اُس سے مسائلِ دینیہ میں استدلال کیا جاتا ہے۔ ابن المبارک رحمہ اللہ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بتایا کہ سند کے تمام راوی اگرچہ ثقہ ہیں مگر سند متصل نہیں ہے اسلئے حدیث قابل استدلال نہیں ہے۔

وقال محمد: سمعتُ ابا اسحاق ابراھیم بن عیسیٰ الطالقانی، قال: قلتُ لعبد اللہ بن المبارك: یا ابا عبد الرحمٰن! الحدیثُ الذی جاء: "إنَّ من البِرِّ بعدَ البرِ أن تُصلِّیَ لِأَبَوَیْكَ مع صَلاتِكَ، وتَصُومَ لهما مع صومك؟" قال: فقال عبد اللہ: یا ابا اسحٰق! عَمَّنْ هذا؟ قال: قلتُ له: هذا من حدیث شهاب بن خِرَاشٍ، فقال: ثقةٌ! عَمَّنْ؟ قال: قلتُ: عن الحجاج بن دینارٍ، قال: ثقةٌ! عَمَّنْ؟ قال: قلت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؛ قال: یا ابا اسحاق! إن بین الحجاج بن دینارٍ وبین النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَفَاوِزَ، تَنْقَطِعُ فیها أَعْنَاقُ الْمَطِیِّ، ولکن لیس فی الصَّدَقَۃِ اختِلافٌ

ترجمہ: اور ابن قہزاد نے کہا کہ میں نے ابو اسحٰق طالقانی کو کہتے سنا، انھوں نے کہا کہ میں نے ابن المبارک سے دریافت کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن! یہ حدیث کیسی ہے کہ: "نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ اپنے والدین کیلئے بھی نماز پڑھو، اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لئے بھی روزے رکھو"؟ طالقانی

نے کہا: پس ابن المبارک نے دریافت کیا کہ ابو اسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے؟ طالقانی نے کہا: میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ شہاب بن خراش کی حدیثوں میں سے ہے، پس ابن المبارک نے فرمایا کہ یہ ثقہ ہیں، وہ کس سے روایت کرتے ہیں؟ طالقانی نے کہا: میں نے عرض کیا کہ (وہ) حجاج بن دینار سے (روایت کرتے ہیں) ابن المبارک نے فرمایا کہ یہ (بھی) ثقہ ہیں، وہ کس سے روایت کرتے ہیں؟ طالقانی نے کہا: میں نے عرض کیا کہ (وہ کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابن المبارک نے فرمایا کہ: ابو اسحٰق! حجاج بن دینار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تو ایسے بیابان ہیں جن کو پار کرتے ہوئے سواریاں ہلاک ہو جاتی ہیں! ——— مگر صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لغات: مَفَاوِزُ جمع ہے مَفَازَۃٌ کی: جس کے معنیٰ ہیں۔ لَقٌّ وَدَقٌّ بیابان ——— أَعْنَاق جمع ہے عُنُقٌ کی جس کے معنیٰ ہیں گردن ——— اَلْمَطِیُّ جمع ہے مَطِیَّۃٌ کی جس کے معنیٰ ہیں سواری۔ اِنْقَطَعَ: کٹنا ——— لفظی ترجمہ: کٹ جاتی ہیں ان بیابانوں میں سواریوں کی گردنیں یعنی ہلاک ہو جاتی ہیں۔

تشریح: (۱) حجاج بن دینار واسطی ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی ہیں، اور ساتویں طبقہ کے ہیں۔ یہ طبقہ کبار تبع تابعین کا ہے، جیسے امام مالک، سفیان ثوری وغیرہ۔ اس طبقہ کی روایت میں کم از کم دو واسطے ضروری ہیں ایک تابعی کا اور دوسرا صحابی کا، جیسے امام مالک رحمہ اللہ کی سب سے مختصر سند عن نافع عن ابن عمر ہے اور زائد سے زائد وسائط کی کوئی تعداد متعین نہیں ہے۔ پس اگر حجاج بن دینار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر روایت کرتے ہیں تو کم از کم دو واسطے ضرور چھوٹ گئے ہیں اور زیادہ کا حال اللہ کو معلوم ہے پس سند میں بہت بڑا انقطاع ہے، اسی کو ابن المبارک نے بیابانوں کی حیلولت سے تعبیر فرمایا ہے۔ (۲) ایصالِ ثواب درست ہے یا نہیں؟ اور درست ہے تو کن کن عبادتوں کا ثواب اموات کو پہنچایا جا سکتا ہے؟ معتزلہ کے نزدیک کسی عمل کا ایصالِ ثواب درست نہیں ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک صرف صدقہ، دعا اور حج کا ایصالِ ثواب درست ہے۔ باقی عبادتوں کا، خاص طور پر بدنی عبادتوں کا ایصالِ ثواب درست نہیں ہے۔ احناف اور حنابلہ کے نزدیک ہر عمل کا ایصالِ ثواب درست ہے ——— امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کی دلیل یہ ہے کہ صدقہ، دعا اور حج کے علاوہ دیگر عبادتوں کا ایصالِ ثواب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابۂ کرام سے ثابت نہیں ہے۔ ابن المبارک نے اس کا جواب دیا ہے کہ ثبوت کی ضرورت بھی کیا ہے؟ جب صدقہ کا ایصالِ ثواب بالاجماع ثابت ہے تو اسی پر باقی عبادتوں کو قیاس کیا جائے گا۔ کسی مسئلہ کے ہر ہر جزء کا ثبوت ضروری نہیں ہے ورنہ پھر قیاس کی ضرورت ہی کیا تھی؟!

عدالتِ رُوات کی اہمیت

حدیث کے قابل قبول ہونے کے لئے سند کے اتصال کے علاوہ رُوات کی عدالت بھی ضروری ہے اگر سند کا ایک راوی بھی غیر ثقہ ہو تو وہ حدیث ضعیف ہے اور اس کے قابلِ استدلال ہونے میں اختلاف ہے ذیل کی روایتیں اسی مسئلہ سے متعلق ہیں۔

وقال محمد: سمعتُ علی بن شقیق، یقولُ: سمعتُ عبد الله بن المبارك، یقول علی رُؤسِ الناس: "دَعُوا حدیثَ عمرو بن ثابتٍ، فَإِنَّہٗ کانَ یَسُبُّ السَّلَفَ"

ترجمہ:۔ (۳۵) محمد بن قہزاذ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن شقیق کو کہتے سنا کہ میں نے ابن المبارک کو برملا کہتے سنا ہے کہ: "عمرو بن ثابت کی حدیث کو چھوڑ دو، کیونکہ وہ سلف کو (یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو) برا بھلا کہتا تھا۔

تشریح:۔ ابو المقدام عمرو بن ثابت کوفی (متوفی ۱۷۲ھ) نہایت ضعیف راوی ہے، یہ شخص ابن المبارک کا معاصر تھا، جب اس کا انتقال ہوا اور جنازہ ابن المبارک کی مسجد کے سامنے سے گذرا تو ابن المبارک مسجد میں چلے گئے اور دروازہ بند کر دیا اور نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے، کیونکہ یہ شخص کٹر شیعہ اور خبیث رافضی تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کافر ہو گئے تھے، علاوہ پانچ کے، نیز یہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیا کرتا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین پر ترجیح دیتا تھا۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں سے صرف امام ابو داؤد نے استحاضہ کی بحث (باب اذا اقبلتِ الحیضۃ الخ) میں اس کی ایک روایت تعلیقاً ذکر کی ہے اور فرمایا ہے کہ عمرو بن ثابت رافضی، رجلُ سُوْءٍ، وَلٰکنّہ کان صدوقاً فی الحدیث (عمرو غالی شیعہ اور برا آدمی تھا مگر حدیث میں ٹھیک تھا) باقی اربابِ صحاح نے حدیث میں بھی اس کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھا[1]

وحدّثنی ابو بکر بن النّضرِ بنِ ابی النّضرِ، ..... قال: حدّثنی ابو النّضرِ هاشمُ بنُ القاسمِ، قال: ثنا ابُو عَقیلٍ — صاحبُ بُهَیّةَ — قال: کنتُ جالساً عند القاسم بن عبید الله، ویحی بن سعید، فقال یحی للقاسم: یا ابا مُحمّدٍ!

[1] تفصیلی حالات کیلئے دیکھیں تہذیب ج۸ ص۹، میزان ج۳ ص۲۴۹، الضعفاء للعقیلی ج۳ ص۲۶۱، التاریخ الکبیر للبخاری ج۳/۲ ص۳۱۹ والصغیر ج۲ ص۱۷۵)

انه قبیح علیٰ مِثْلِكَ، عَظِیْمٌ، أنْ تُسْأَلَ عَنْ شیئٍ من أمرِ هذا الدین، فلا یوجد عندك منه علمٌ، ولا فَرَجٌ، أو: علمٌ ولا مَخْرَجٌ! فقال له القاسم: وعَمَّ ذاك؟ قال: لِأنّكَ ابنُ إمامَیْ هُدیً: ابنُ ابی بکرٍ وعُمَرَ! قال: یقول له القاسم: "أَقْبَحُ من ذاك عند من عَقَلَ عن الله أنْ أقولَ بغیرِ علمٍ، أو آخُذَ عن غیرِ ثقةٍ" قال: فسکت، فما أجابه۔

ترجمہ:۔ (۳۶) (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ اور تلمیذہ) بُہیّہ کے (آزاد کردہ اور) تلمیذ ابو عقیل کہتے ہیں کہ میں قاسم بن عبید اللہ اور یحییٰ بن سعید قطان کے پاس بیٹھا ہوا تھا یحیی نے قاسم سے کہا کہ: "ابو محمد! آپ جیسے شخص کیلئے یہ بات نہایت نازیبا ہے کہ آپ سے دین کی کوئی بات پوچھی جائے اور آپ کے پاس اس کے متعلق کوئی علم یا کوئی حل نہ ہو!"، قاسم نے یحیی سے پوچھا: "کس وجہ سے؟" یحیی نے کہا کہ: "بایں وجہ کہ آپ دین کے دو پیشوا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے فرزند ہیں!"، ابو عقیل کہتے ہیں کہ قاسم نے یحیی کو جواب دیا کہ: "اس سے زیادہ بری چیز اس شخص کے نزدیک جس کو اللہ نے دین کا علم دیا ہے، یہ بات ہے کہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہوں یا غیر معتبر شخص سے علمِ دین حاصل کروں" ابو عقیل کہتے ہیں کہ یحیی یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

وحدثنی بشر بن الحکم العَبْدِیُّ، قال: سمعتُ سفیان، یقول: أَخْبَرُوْنِی عن ابی عَقیل، صَاحب بُهَیّةَ، أَنَّ ابْنًا لعبد الله بن عمر، سَأَلُوْهُ عن شیئٍ، لم یکن عنده فیه علمٌ، فقال له: یحی بن سَعِیْدٍ: وَاللهِ! إِنِّیْ لَأُعْظِمُ أن یکونَ مِثْلُكَ وأَنْتَ ابْنُ إِمَامَیِ الهُدی — یعنی عمرَ وابنَ عمرَ — تُسْأَلُ عن أمرٍ لیسَ عِندكَ فیه عِلم! فقالَ: أَعْظَمُ من ذٰلكَ — واللهِ! عند اللهِ، وعند من عَقَلَ عن الله — ان أقولَ بغیر علمٍ، أو أُخْبِرَ عن غیر ثقةٍ؛ قالَ: و شَهِدَهُمَا ابو عقیلٍ یحی بن المتوکل، حینَ قالا ذٰلكَ۔

ترجمہ:۔ (۳۷) سفیان بن عُیینہ کہتے ہیں کہ مجھے لوگوں نے بہیّہ کے تلمیذ ابو عقیل سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت ابن عمرؓ کے ایک فرزند سے لوگوں نے کوئی بات دریافت کی، ان کے پاس اس سلسلہ میں کوئی علم نہیں تھا، تو یحیی بن سعید قطان نے ان سے کہا کہ: "بخدا! مجھ پر یہ بات بہت شاق گذری کہ آپ

جیسے شخص سے جو دین کے دو پیشواؤں کے صاحبزادے ہیں ——— یحیی کی مراد دو پیشواؤں سے حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ ہیں ——— کوئی بات دریافت کی جائے اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں کوئی علم نہ ہو! قاسم نے جواب دیا کہ "بخدا! اس سے زیادہ گراں ——— خدا کے نزدیک اور اس شخص کے نزدیک جسے دین کا علم حاصل ہے ——— یہ بات ہے کہ میں علم کے بغیر کوئی بات کہوں، یا غیر معتبر شخص سے روایت کروں" ——— سفیان کہتے ہیں کہ اس گفتگو کے وقت ابو عقیل یحیی بن المتوکل ان دونوں کے پاس موجود تھے۔

تشریح:۔ (۱) حضرت قاسم کا ارشاد کہ غیر معتبر راوی سے روایت لینا علماء کے نزدیک نہایت قبیح ہے اس ارشاد سے عدالتِ راوی کی اہمیت صاف ظاہر ہے۔

(۲) حضرت قاسم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پرپوتے اور حضرت ابن عمرؓ کے پوتے ہیں۔ اُن کا نسب نامہ اس طرح ہے، قاسم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب۔ اور والدہ کی طرف سے حضرت قاسم، حضرت صدیق اکبرؓ کے پروتی زادہ ہیں۔ کیونکہ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق کی صاحبزادی، قاسم بن عبید اللہ کی والدہ ہیں ——— چنانچہ یحیی کے قول ابنُ اِمَامَیِ الھدی کی تفسیر بعض نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے کی اور بعض نے عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، یہ دونوں تفسیریں صحیح ہیں۔

(۳) اس روایت کے سلسلہ میں امام مسلم رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ابو عقیل یحیی بن المتوکل ضعیف راوی ہے۔ پھر "صحیح" میں امام مسلم اس کی روایت کیوں لائے ہیں؟ ——— اس اعتراض کا صحیح جواب یہ ہے کہ امام مسلم یہ روایت "صحیح" میں نہیں لائے ہیں بلکہ مقدمۂ صحیح میں لائے ہیں اور مقدمہ من وجہٍ صحیح میں داخل ہے اور من وجہٍ باہر ہے اس لئے صحیح کی تمام شرطیں مقدمہ میں ملحوظ نہیں رکھی ہیں۔

(۴) اس روایت پر ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں انقطاع اور جہالت ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے ابن عیینہ سے یہ واقعہ بیان کیا ہے ان کا نام اور حال معلوم نہیں ہے ——— اس اعتراض کا ایک جواب تو وہی ہے جو اوپر گذرا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بطور شاہد لائی گئی ہے، اصول میں روایت ۳۶ لائی گئی ہے۔ جس میں انقطاع نہیں ہے۔

ضعیف راویوں پر جرح

ضعیف راویوں پر جرح (تنقید) نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ واجب ہے، فن حدیث کے تمام ائمہ

اس پر متفق ہیں، امام ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ سے اس سلسلہ میں پوچھا گیا تو سب نے یہ جواب دیا کہ اگر راوی میں کوئی کمزوری ہے تو اس سے لوگوں کو مطلع کر دینا چاہئے، کیونکہ جرح کا مقصد لوگوں کی برائی یا غیبت نہیں ہے بلکہ دین کی صیانت وحفاظت ہے۔ اس مسئلہ پر تفصیلی کلام آگے آرہا ہے۔ ذیل میں دور تک آپ وہ روایات دیکھیں جن میں ائمۂ جرح وتعدیل نے مختلف ضعیف رُوات پر جرح کی ہے۔ ان روایات سے آپ کو ائمۂ جرح وتعدیل کی جرح کا انداز معلوم ہوگا۔

> وحدّثنا عمرو بنُ عليٍّ، ابو حفصٍ، قالَ: سمعتُ يحيى بنَ سعيدٍ، قال: سألتُ سفيانَ الثوريَّ، وشعبةَ، ومالكًا، وابنَ عيينةَ: عن الرجل لايكونُ ثبْتًا في الحديث، فيأتيني الرجلُ، فيسألُني عنه؟ قالوا: أَخْبِرْ عنه: أنّه ليس بِثَبْتٍ.

ترجمہ:۔ (۳۸) یحیی قطانؒ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ رحمہم اللہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو علم حدیث میں ثبت (پختہ) نہیں ہے پس ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور اس کے بارے میں دریافت کرتا ہے کہ وہ کیسا راوی ہے؟ ان سب حضرات نے جواب دیا کہ "اس کے بارے میں بتلا دو کہ وہ مضبوط راوی نہیں ہے"

(۱) شَہر بن حَوْشَب

شہر بن حوشب اشعری، شامی (متوفی سنہ ۱۱۲ھ) معمولی درجہ کے راوی ہیں، کثیر الارسال والاوہام ہیں سنن اربعہ میں ان کی روایت لی گئی ہے۔ سید القراء، محدث جلیل، ابو عون عبد اللہ بن عون بن ارطبان بصری رحمہ اللہ نے ان پر کلام کیا ہے [1]

> وحَدّثنا عُبيد الله بن سَعيدٍ، قَال: سَمعتُ النَّضْرَ، يَقُولُ: سُئِلَ ابنُ عَوْنٍ، عَن حَديثٍ لِشَهْرٍ، وهو قائمٌ على أُسْكُفَّةِ الباب فقال: إنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ! إنَّ شَهْرًا نَزَكُوْهُ!! قال ابو الحسين مُسلم بن الحجّاج: يقول: أَخَذَتْهُ أَلْسِنَةُ الناسِ، تَكَلَّمُوا فيه.

ترجمہ:۔ (۳۹) نضر بن شُمیل کہتے ہیں کہ ابن عون سے دریافت کیا گیا، شہر بن حوشب کی حدیثوں کے بارے میں، درآنحالیکہ ابن عون دروازے کی دہلیز پر کھڑے تھے، تو انھوں نے جواب دیا کہ "شہر کو

[1] احوال کیلئے دیکھئے تہذیب ص ۳۶۹/۴۔ میزان ص ۲۸۳/۲ الضعفاء للعقیلی ص ۱۹۱/۲ تقریب ص ۳۵۵/۲)

لوگوں نے نیزے مارے ہیں! شہر کو لوگوں نے نیزے مارے ہیں!! امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا:
ابن عون کہہ رہے ہیں کہ: لوگوں نے ان کی برائی کی ہے یا ان پر عیب لگایا ہے"

لغت:- فارسی میں چھوٹے نیزے کو "نیزک" کہتے ہیں، ابن عون رحمہ اللہ نے اس کی تعریب اور تصریف کی ہے۔ نَزَكُوْهُ: لوگوں نے ان کو چھوٹے نیزے سے مارا ہے۔

> وحَدّثنی حَجَاجُ بن الشَّاعر، حَدثنا شَبَابَةُ، قالَ قالَ شعبةُ: وقد لقیتُ شهرًا، فَلَمْ أَعْتَدَّ به

ترجمہ:- (۴۰) شبابہ بن سوار کہتے ہیں کہ امام شعبہ نے فرمایا کہ: "میری شہر بن حوشب سے ملاقات ہوئی ہے، میں نے ان کا اعتبار نہیں کیا ہے۔

لغت:- إِعْتَدَّ: شمار ہونا، کہا جاتا ہے هٰذا شیئٌ لَایُعْتَدُّ بِهٖ:- یہ ایسی چیز ہے جس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، اور اس کی طرف التفات نہیں کیا جاتا

(۲) عَبَّادُ بنُ کثیر

عَبَّاد بن کثیر ثقفی بصری نہایت ضعیف اور متروک راوی ہے۔ پہلے صفحہ ۴۲ پر اس کا ذکر آیا ہے۔ امام ثوری اور امام شعبہ نے اس پر کلام فرمایا ہے۔[1]

> وحَدّثنی محمد بن عبد الله بن قُهْزَاذَ ــــ من أهلِ مَرْوَ ــــ قال: أَخْبَرَنِي علی بن حسین بن وَاقِدٍ، قال: قال عبد الله بن المبارك: قلتُ لسفیانَ الثوریِّ: إِنَّ عباد بن كثیرٍ من تَعْرِفُ حالَهُ! وَإِذا حَدَّثَ جَاءَ بِأَمْرٍ عَظِیمٍ! فَتَرَیٰ أَن أَقولَ للناس: "لا تَأْخُذُوا عنه؟"، قال سفیانُ: بلی! قال عبد الله: فكنتُ فی مجلسٍ، ذُكِرَ فیه عَبَّادٌ، أَثْنَیْتُ علیه فی دینه، وأَقولُ: "لا تأخذوا عنه"

ترجمہ:- (۴۱) ابن المبارک کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: "عباد بن کثیر وہ شخص ہے جس کا حال آپ کو معلوم ہے! اور جب وہ حدیث بیان کرتا ہے تو بلا ڈھا دیتا ہے! تو کیا آپ کی رائے ہے کہ میں لوگوں سے کہہ دیا کروں کہ اس کی حدیث نہ لو؟" سفیان ثوری نے کہا کہ: "کیوں نہیں!" (یعنی ضرور کہہ دیا کرو) ابن المبارک کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں کسی ایسی مجلس میں ہوتا جس میں عباد کا تذکرہ آتا، تو میں اس کی دینداری کی تعریف کرتا، اور کہہ دیا کرتا کہ اس سے حدیث نہ لو۔

> حَدّثنا مُحمّد، حَدثنا عَبدُ الله بن عثمانَ، قال: قالَ أَبِي: قالَ عَبدُ الله بن المبارك: انْتَهَیْتُ الی شعبةَ، فقال: "هذا عبادُ بن كثیرٍ، فاحْذَرُوهُ"

ترجمہ:- (۴۲) ابن المبارک کہتے ہیں کہ میں امام شعبہ رحمہ اللہ کے پاس گیا، پس انہوں نے کہا کہ: "یہ عباد بن کثیر ہے، اس سے بچتے رہو"

(۳) مُحَمَّدُ بن سَعِیدٍ مَصْلُوبٌ

اس شخص کا تذکرہ پہلے صفحہ ۴۲ پر آچکا ہے۔ یہ شخص بڑا جھوٹا تھا اور حدیثیں گھڑا کرتا تھا عراق میں پہنچا تو اس کی طرف بہت رجوع ہوا، سفیان ثوری رحمہ اللہ نے لوگوں سے کہا کہ مجھے موقع دو میں اس شخص کی جانچ کروں۔ چنانچہ ثوری رحمہ اللہ اس کے پاس تشریف لے گئے، وہاں دونوں میں کیا بات چیت ہوئی وہ معلوم نہیں، مگر جب واپس آئے تو فرمایا کہ: الرجلُ كَذَّابٌ (یہ شخص بڑا جھوٹا ہے) ذیل میں یہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔[1]

> وحَدّثنی الفَضْلُ بنُ سَهْلٍ، قال: سَأَلْتُ مُعَلَّیٰ الرَّازِیَّ، عن محمد بن سَعِیدٍ، الذی روی عنه عباد بن كثیرٍ؟ فَأَخْبَرَنِي عن عیسی بن یونس، قال: كُنْتُ علی بَابِهِ، وسفیانُ عندَهُ، فلما خرجَ، سَأَلْتُهُ عنه، فأخبرنی أَنَّه كَذَّابٌ۔

ترجمہ:- (۴۳) فضل کہتے ہیں کہ میں نے معلّٰی رازی سے اس محمد بن سعید (مصلوب) کے بارے میں دریافت کیا، جس سے عباد بن کثیر روایت کرتا ہے۔ تو معلّٰی نے مجھے بتلایا کہ عیسیٰ بن یونس کہتے ہیں کہ میں اس کے دروازے پر تھا اور سفیان ثوری اس کے پاس تھے، پس جب وہ باہر نکلے تو میں نے اُن سے محمد بن سعید مصلوب کے بارے میں دریافت کیا، تو انھوں نے مجھے بتلایا کہ: "وہ بڑا جھوٹا ہے۔"

(۴) صوفیا کی حدیثیں

صوفیا اور صالحین کی حدیثوں کا محدثین کے نزدیک کچھ زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ اُن حضرات سے بچند وجوہ نادانستہ طور پر حدیث شریف کے باب میں بے احتیاطی ہو جاتی ہے۔ کچھ حضرات تو سب لوگوں کے ساتھ اچھا گمان رکھتے ہیں۔ اس لئے ضعیف راویوں سے بھی حدیثیں لے لیتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ترغیب و ترہیب، وعظ و

ارشاد اور فضائل اعمال میں حدیثیں گھڑنے کو جائز سمجھتے ہیں اور کچھ حضرات فضائل اعمال میں ضعیف روایات سے آگے بڑھ کر موضوعات بھی بیان کرنے لگتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کو فن حدیث میں مہارت نہیں ہوتی ہے اس لئے ان سے نادانستہ طور پر غلطیاں ہو جاتی ہیں، چنانچہ ائمۂ جرح و تعدیل کے نزدیک ان کی روایتیں قابلِ اعتبار نہیں ہیں۔

وحَدّثني مُحمّد بن ابي عَتّابٍ، قال: أخبرني عفّان، عن محمّد بن يحيى بن سعيد القطان، عن ابيه، قال: "لَمْ نَرَ الصّالحينَ في شيئٍ أكْذَبَ منهم في الحديث!" قال ابنُ ابي عتّابٍ: فلقيتُ أنا محمّد بن يحيى بن سَعيد القطّانِ، فسألتُه عنه. فقالَ عن أبيه: "لَمْ تَرَ أهلَ الْخَيْرِ في شيئٍ أكْذَبَ منهم في الحَديث" قال مُسلم: يقولُ: يَجْرِي الْكَذِبُ على لِسَانِهِمْ، ولا يَتَعَمّدُونَ الْكَذِبَ.

ترجمہ:۔ (۴۴) ابن ابی عتاب کہتے ہیں کہ مجھے عفّان بن مسلم نے بتلایا محمد سے روایت کرتے ہوئے، وہ اپنے والد یحیی سے روایت کرتے ہیں، یحیٰی بن سعید قطّان نے فرمایا کہ: "ہم نے نیک لوگوں کو کسی چیز میں اتنا زیادہ جھوٹ بولتے نہیں دیکھا جتنا حدیث (روایت کرنے) میں" ابن ابی عتّاب کہتے ہیں کہ پھر میری ملاقات محمد سے ہوگئی تو میں نے اُن سے اُن کے والد کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ: "تم نیک لوگوں کو کسی چیز میں اتنا زیادہ جھوٹ بولتے نہیں دیکھو گے جتنا حدیث (روایت کرنے) میں" ـــــ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "حضرت یحیی کے قول کا مطلب یہ ہے کہ (حدیث میں) جھوٹ ان کی زبان سے نکل جاتا ہے، قصداً وہ جھوٹ نہیں بولتے"

ترکیب:۔ الصالحین پہلا مفعول بہ لم نر (بالنون) یا لم تر (بالتاء الفوقانیہ) کا، اکذب دوسرا مفعول بہ ـــ فی شیئٍ متعلق اکذب (مؤخر) سے ـــ مِنْهم بھی اَکْذَبَ سے متعلق اور ضمیر الصالحین کی طرف راجع (مُفَضَّلْ اور مُفَضَّلْ علیہ ایک ہیں) فی الحَدیْث بھی الکذب سے متعلق۔

نوٹ:۔ سیوطی رحمہ اللہ نے تدریب الراوی ص۲۸۲ ج ۲ میں حضرت یحیٰی کے الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں۔ قالَ يحى القطّانُ: ما رأيتُ الكذبَ في أحدٍ أكْثرَ منهُ فيمن يُنسب الى الخير

(میں نے جتنا صلاح و خیر کی طرف منسوب لوگوں میں جھوٹ دیکھا ہے اتنا کسی اور میں نہیں دیکھا) یعنی صالحین اور لوگوں سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں ـــــ یہ بات اگر روایت بالمعنیٰ ہے تو صحیح نہیں ہے۔ حضرت یحیی کے قول کے صحیح معنیٰ یہ ہیں کہ نیک لوگ اور چیزوں کی بہ نسبت حدیث میں زیادہ جھوٹ بولتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(۵) غالبُ بن عبیدُ اللہ

غالب بن عبید اللہ جزری عقیلی (متوفی ۱۳۵ھ) نہایت ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کو "منکر الحدیث" کہا ہے[1]

حَدّثني الفضل بن سَهْلٍ، قال: ثنا يزيدُ بن هارون، قال: أخبرني خليفةُ بنُ موسىٰ، قال: دخلتُ على غالب بن عبيد الله، فجعل يُمْلِيْ عَلَيَّ: "حدّثني مكحول حدثني مكحول" فَأَخَذَهُ البولُ، فقام، فنظرت في الكراسة، فاذا فيها: "حَدّثني أبانٌ عن انس وحدثني أبانٌ عن فلانٍ" فتركتُهُ، وقمتُ.

ترجمہ:۔ (۴۵) خلیفہ کہتے ہیں کہ میں غالب بن عبید اللہ کے پاس گیا، تو وہ مجھے حدیثیں لکھوانے لگا کہ: "حَدّثني مكحول، حَدّثني مكحول" (یعنی حضرت مکحول کو اپنا استاذ ظاہر کر کے ان کی سند سے حدیثیں لکھوانے لگا) پس اُسے پیشاب کا تقاضہ ہوا، چنانچہ وہ اٹھ گیا، تو میں نے اس کی کاپی میں دیکھا تو اس میں: "حدثني أبانٌ عن أنس، حدثني أبانٌ عن فلانٍ"، تھا (یعنی کتاب میں کچھ تھا اور وہ لکھوا کچھ رہا تھا) چنانچہ میں نے اس کو چھوڑ دیا اور اٹھ گیا۔

(۶) ابوُ المِقدام ہشام بصری

ابو المقدام ہشام بن زیاد بصری متروک راوی ہے۔ ذیل میں جس واقعہ کا ذکر ہے اس کو عقیلی نے الضعفاء الکبیر ص۳۳۹ ج ۴ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس میں اس شخص نے ایک طویل بے اصل روایت بیان کی ہے[2]۔

---

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں میزان ص۳۳۱ ج۳ عقیلی ص۴۳۱ ج۳ لسان ص۴۱۴ ج۴ التاریخ الکبیر للبخاری ص۱۰۱ ج۱/۴ والصغیر له ص۱۳۰ ج۲،

[2] تفصیلی حالات کیلئے دیکھیں تہذیب ص۳۱ ج۱۱ تقریب ص۳۱۸ ج۲ میزان ص۲۹۸ ج۴ التاریخ الکبیر للبخاری ص۱۹۹ ج۲/۴ والصغیر له ص۱۶۶ ج۲،

قال: وسمعتُ الحسن بن علی الحُلوانی، یقول: رأیتُ فی کتاب عفّانَ حدیثَ هشامٍ ابی المقدامِ —— حَدیثُ عمرَ بنِ عبد العَزیز —— قال هشامٌ: حدثنی رجلٌ یقال له یحیی بن فلان، عن محمد بن کعب. قال: قلتُ لعفّانَ: یقولون، هشام سمعه من محمد بن کعب! فقال: اِنَّما ابْتُلِیَ مِن قِبَلِ هذا الحدیث، کان یقول: حدثنی یحیی، عن محمدٍ؛ ثُمَّ ادَّعٰی بعدُ، أنه سمعهٗ من مُحمّدٍ.

ترجمہ:۔ (۴۶) امام مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حسن حلوانی کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے عفّان کی کتاب میں ہشام ابوالمقدام کی حدیث دیکھی ہے —— عمر بن عبدالعزیز کا واقعہ —— (اس کی سند اس طرح تھی) قال هشام: حدثنی رجلٌ یقال له یحیی بن فلان، عن محمد بن کعب الخ حلوانی کہتے ہیں کہ میں نے عفّان سے کہا کہ: "لوگ کہتے ہیں کہ ہشام نے یہ حدیث براہِ راست محمد بن کعب سے سنی ہے!" عفّان نے کہا کہ: "اِسی حدیث کی وجہ سے ہشام مصیبت میں پھنسے ہیں، پہلے وہ کہا کرتے تھے کہ حدثنی یحیی، عن محمد پھر بعد میں دعویٰ کرنے لگے کہ یہ حدیث انھوں نے بذاتِ خود محمد بن کعب سے سنی ہے۔

تشریح:۔ (۱) اپنے ضعیف استاذ کو حذف کرکے استاذ الاستاذ سے روایت کرنا تدلیس کہلاتا ہے اور اس طرح کی تدلیس حرام ہے[۱]۔ (۲) حدیث عمر اگر مبتدأ محذوف هُوَ کی خبر ہو تو مرفوع ہوگا اور ماقبل سے بدل یا اَعْنِیْ محذوف ہو تو منصوب ہوگا۔ مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہے۔

(۷) سلیمان بن حجاج طائفی

سلیمان بن حجاج طائفی مجہول الحال راوی ہے، دَراوَرْدی عبدالعزیز بن محمد اور ابن المبارک نے ان سے روایت کی ہے[۲]

حَدَّثَنِیْ محمد بن عبد الله بن قُهزاذ، قال: سمعتُ عبدَ اللهِ بن عثمانَ بن جَبَلَةَ، یقولُ: قلتُ لعبد الله بن المبارك: من هذا الرجلُ الذی رَوَیْتَ عنه حدیث عبد الله بن عمرٍو: "یومُ الفطرِ یومُ الْجَوائِزِ"؟ قال: سُلیمانُ بن الْحَجّاج؛ [قلتُ] اُنْظُرْ ما وضعتَ فی یدك منه!

[۱] تدلیس اور اس کی اقسام کے لئے "تحفۃ الدرر" دیکھیں۔

[۲] تفصیلی حالات کیلئے دیکھیں لسان ص ۳/۸۰ میزان ص ۲/۱۹۸ عقیلی ص ۲/۱۳۳ التاریخ الکبیر للبخاری ص ۲/۲/۸ الثقات لابن حبان ص ۸/۲۷۳

ترجمہ:۔ (۴۷) عبداللہ بن عثمان معروف بہ عَبْدانُ کہتے ہیں کہ میں نے ابن المبارک سے پوچھا کہ: "وہ کون راوی ہے جس سے آپ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی یہ روایت کہ: "عید الفطر انعامات پانے کا دن ہے!" روایت کرتے ہیں؟" ابن المبارک نے کہا کہ: "وہ سلیمان بن حجّاج ہے (میں نے کہا کہ) آپ دیکھ لیں کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں اس شخص سے کیا چیز دَھرلی ہے!"

تشریح:۔ لسان المیزان میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مقدمہ مسلم سے یہ پوری روایت نقل کی ہے۔ اس میں (حَدیث عبد الله بن عمرو) نہیں ہے اور انظر سے پہلے قلتُ ہے —— "یوم الفطر یوم الجوائز" یہ روایت کنز العمال (ص ۸/۶۴۴ طبع جدید) میں تاریخ ابن عساکر کے حوالہ سے ذکر کی ہے مگر وہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کی نہیں ہے اور کسی کتاب میں حضرت عبداللہ کے حوالہ سے مجھے یہ روایت نہیں ملی ہے۔ پس نہیں کہا جاسکتا کہ مسلم شریف کے موجودہ نسخوں میں یہ ٹکڑا صحیح ہے یا نہیں؟ —— اور انظر سے پہلے قلتُ ہونا ضروری ہے، کیونکہ اسکے بغیر عبارت کا مطلب صحیح نہیں ہوتا۔

عبدان بڑے درجہ کے محدّث ہیں، ابن المبارک کے ہم وطن ہیں۔ اور عمر میں بائیس ۲۲ سال چھوٹے ہیں، مگر بہت سے اساتذہ سے روایت کرنے میں ابن المبارک کے ساتھی ہیں۔ عبدان نے ابن المبارک کو توجہ دلائی کہ آپ جو سلیمان بن حجاج سے روایت کرتے ہیں اس کے بارے میں غور فرمالیں کہ وہ روایت نقل کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ —— معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عبدان کے توجہ دلانے پر ابن المبارک نے اس کی روایت موقوف کردی ہے۔ چنانچہ آج سلیمان کے حوالہ سے یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ہے۔ وَاللہُ اَعْلَم۔

(۸) رَوح بن غُطیف

رَوح بن غطیف ثقفی جزری منکر الحدیث، ساقط الاعتبار اور حدیثیں گھڑنے والا راوی ہے۔ حدیث تعاد الصَّلٰوۃ مِن قَدْرِ الدرهم من الدَّم اسی شخص نے گھڑی ہے[۱]

قال ابنُ قُهْزاذ: وسمعتُ وهبَ بنَ زمعةَ، یَذْکُرُ عن سُفیانَ بنِ عبد الملك، قال، قال عبد الله —— یعنی ابنَ المبارك —— رأیتُ رَوْحَ بن غُطَیْف —— صاحب الدم قدرِ الدرهم —— وجَلَسْتُ إلیه مجلسًا، فجعلتُ أَسْتَحْیِیْ من أصحابی، أن یَرَوْنی جالِسًا معهٗ، کُرْهَ حَدِیْثِهٖ.

[۱] تفصیلی حالات کیلئے دیکھیں التاریخ الکبیر للبخاری ص ۲/۱/۳۰۸ والصغیر لہ ص ۱/۲۳۶ لسان ص ۲/۴۶۷ میزان ص ۲/۶۰ عقیلی ص ۲/۵۶ الضعفاء والمتروکون لابن الجوزی ص ۱/۲۸۵ الضعفاء والمتروکون للدارقطنی ص ۱۱۲،

ترجمہ:۔ (۴۸) ابن قہزاد کہتے ہیں کہ میں نے وہب سے سُنا، وہ سفیان سے روایت کرتے ہیں، کہ ابن المبارک نے فرمایا کہ: میں نے "بقدر درہم خون" والے رَوح بن غُطیف کو دیکھا ہے، اور اس کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہوں۔ پس میں اپنے تلامذہ سے شرمانے لگا اس بات سے کہ وہ مجھے اُس کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھ لیں، اس کی حدیث کو ناپسند کرنے کی وجہ سے۔

ترکیب:۔ من أصحابي متعلق استحيي سے ـــ أن يروني اى من أن يروني مفعول بہ استحيي کا ـــ کرہ الخ مفعول لہٗ۔

نوٹ:۔ بقدر درہم خون سے نماز لوٹانے کی موضوع حدیث امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر میں اور عقیلی نے الضعفاء الکبیر میں سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔

(۹) بقیۃ بنُ الولید

ابو یُحْمِد بَقِیَّۃُ بنُ الولید بن صائد کلاعی حمصی (ولادت ۱۱۰ھ وفات ۱۹۷ھ) اچھے راوی ہیں، بخاری شریف میں تعلیقاً ان کی روایت ہے، صحاح ستہ کی باقی کتابوں میں بھی ان کی روایات ہیں، امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "اگر وہ غیر معروف رُوات سے روایت کریں تو نہ لی جائے اور معروف رُوات سے روایت کریں تو ان کی حدیث لی جاتے" ابو اسحٰق فَزاری بھی یہی فرماتے ہیں، جیسا کہ آگے روایت ۵۸ پر آرہا ہے۔ ابو مُسْہِر کہتے ہیں کہ أحاديثُ بَقِيَّةَ ، ليستْ بِنَقِيَّةٍ ، فكُنْ منها على تَقِيَّةٍ. عقیلی کہتے ہیں: يَروي عن قوم متروكين ومجهولين حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں صَدُوقٌ، كثيرُ التدليسِ عن الضعفاء۔ آگے روایت ۸۹ میں ان کی تدلیس کا تذکرہ آرہا ہے۔[1]

> وَحدثني ابن قُهْزَاذَ، قال: سمعتُ وهْبًا، يقول: عن سفيان، عن عبد الله بن المبارك، قال: "بَقِيَّةُ صَدُوقُ اللسان، ولكنه يَأْخُذُ عَمَّنْ أَقْبَلَ وأَدْبرَ.

ترجمہ (۴۹) ابن المبارک نے فرمایا کہ: "بقیہ زبان کے سچے ہیں، مگر ہر آنے جانے والے سے روایت لیتے ہیں" (یعنی ثقہ غیر ثقہ سب ہی سے روایت کرتے ہیں اس لئے ان کی روایتوں کی تحقیق ضروری ہے)۔

(۱۰) حارث اعور کوفی

ابو زہیر حارث بن عبد اللہ ہمدانی، خارفی، الاعور الکوفی (متوفی ۶۵ھ) کی ابن معین، نسائی، احمد

[1] تفصیل احوال کیلئے دیکھیں تہذیب ۴۷۳:۱ تقریب ۱۰۵:۱ میزان ۳۳۱:۱ عقیلی ۱۶۲:۱ الضعفاء للدارقطنی ۱۲۲:۱ الضعفاء لابن الجوزی ۱۴۶:۱ التاریخ الصغیر للبخاری ۲۵۶:۱

ابن صالح، ابن ابی داؤد وغیرہ نے توثیق کی ہے اور ثوری، ابن المدینی، ابو زرعہ رازی، ابن عدی، دارقطنی، ابن سعد، ابو حاتم، شعبی، ابراہیم نخعی وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں۔ كان غاليًا في التشيع واهيًا في الحديث۔ ذہبی کہتے ہیں: والجمهور على توهينه مع روايتهم لحديثه في الأبواب، سنن اربعہ میں ان کی روایات ہیں البتہ نسائی میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں۔[1]

> حَدَّثَنَا قتيبة بن سعيد، حدثنا جرير، عن مغيرةَ، عن الشَّعْبِيِّ، قال: حدثني الحارثُ الأعورُ الهمدانيُّ، وكَانَ كَذَّابًا۔

تَرجمہ (۵۰) امام شعبی عامر بن شَرَاحِیل نے فرمایا کہ: "مجھ سے حارث اعور ہمدانی نے حدیث بیان کی اور وہ بڑا جھوٹا تھا!

> حدثنا ابو عامر عبد الله بن بَرَّادٍ الأشعريُّ، قال: نا أبو أسامةَ، عن مُفَضَّلٍ، عن مغيرةَ، قال: سَمعتُ الشَّعْبِيَّ، يقول: حدثني الحارث الأعورُ، وهو يَشْهَدُ أنه أَحَدُ الكاذبِينَ۔

تَرجمہ (۵۱) امام شعبی نے فرمایا کہ: "مجھ سے حارث اعور نے حدیث بیان کی، اور امام شعبی گواہی دیتے ہیں کہ حارث جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے"

تشریح:۔ امام شعبی حارث پر یہ جرح بھی فرماتے تھے اور ان کی روایتیں بیان بھی کرتے تھے۔ روایت ۵۰ و ۵۱ میں حارث اعور پر مذکورہ تبصرہ کرنے کے بعد امام شعبی نے ان کی جو روایت بیان کی ہوگی وہ یہاں مذکور نہیں ہے، صرف تبصرہ ذکر کیا گیا ہے۔ علماء نے امام شعبی کی تکذیب کو اس پر محمول کیا ہے کہ شعبیؒ نے حارث کی رائے (شیعیت) میں تکذیب کی ہے، روایتِ حدیث میں تکذیب نہیں کی ہے۔

> وَحَدثنا قتيبة بن سعيد، قال: نا جرير، عن مغيرةَ، عن ابراهيم، قال: قال علقمةُ: قرأتُ القرآنَ في سنتين! فقال الحارثُ: القرآنُ هَيِّنٌ، الوحيُ أشدُّ!

تَرجمہ:۔ (۵۲) (ایک موقعہ پر) حضرت علقمہ نے کہا کہ: "میں نے دو سال میں قرآن پڑھا ہے!" اس پر حارث نے کہا کہ: "قرآن آسان ہے، وحی اُس سے زیادہ مشکل ہے!"

[1] تفصیل حالات کیلئے دیکھیں تہذیب ۱۴۵:۲ تقریب ۱۴۱:۱ میزان ۴۳۵:۱ الضعفاء لابن الجوزی ۱۸۱:۱

وحدثنی حجاج بن الشاعر، قال: نا احمد — یعنی ابن یونس — قال: نا زائدۃ، عن الاعمش، عن ابراھیم، أن الحارث قال، تعلمتُ القرآن فی ثلاثِ سنینَ، والوحیَ فی سنتَین، أو قال: الوحیَ فی ثلاث سنین، وَ القرآنَ فی سنتین!

ترجمہ:۔ (۵۳) ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حارث اعور نے کہا کہ: میں نے قرآن تین سال میں سیکھا ہے اور وحی دو سال میں! یا یہ کہا کہ: "وحی تین سال میں اور قرآن دو سال میں"

تشریح:۔ ابن سبا نے روافض میں پہلے تو یہ خیال پھیلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو اور خاص طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کچھ مخصوص "بھید کی باتیں" بتائی ہیں۔ پھر گھڑ کر روایتیں چلانی شروع کیں اور اپنے متبعین کو یہ یقین دلایا کہ یہ وہی "اسرار" ہیں، جو عام نہیں کئے گئے روایت ۵۲ اور ۵۳ میں حارث نے "وحی" سے انہی "اسرار" کو مراد لیا ہے —— یہ "اسرار" آج تک اسرار ہیں، روافض کا دعویٰ ہے کہ ان کو شیعہ ہی جانتے ہیں۔ دوسروں کو وہ نہیں بتلائے جاسکتے، کیونکہ وہ اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ حارث شدت سے یہی "فہم کی دشواری" مراد لے رہا ہے۔

وحدثنی حجاج بن الشاعر، قال، حدثنی احمد — وھو ابن یونس — قال: نا زائدۃ، عن منصور والمغیرۃ، عن ابراھیم: أنَّ الحارثَ اتُّھِمَ۔

ترجمہ:۔ (۵۴) حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ، "حارث مطعون کیا گیا ہے" (یعنی بدعقیدگی کے ساتھ)

وحدثنا قتیبۃ بن سعید، قال: نا جریر، عن حمزۃَ الزیّاتِ، قال: سمِعَ مُرّۃُ الھمدانیُّ من الحارث شیئًا، فقال لہ: اقعُدْ بالبابِ، قال، فدخل مُرّۃُ، وأخذ سَیفَہٗ، قال: وَأحسَّ الحارث بالشرِّ فذھب.

ترجمہ:۔ (۵۵) زیات کہتے ہیں کہ مُرّہ ہمدانی نے حارث سے کوئی بات سنی، تو اس سے کہا کہ آپ دروازے پر بیٹھیں۔ حمزہ کہتے ہیں پھر مرہ گھر میں گئے، اور اپنی تلوار لی، حمزہ کہتے ہیں کہ حارث کو خطرہ کی بھنک پڑ گئی، چنانچہ وہ چلا گیا (اور بچ گیا، ورنہ اس دن حارث کا قصہ پاک تھا!)

(۱۱) مُغیرَہ بن سَعید (۱۲) ابُوعبدُالرحیم

(۱) ابو عبداللہ مغیرہ بن سعید بجلی، کوفی، کذاب، بڑا خبیث رافضی تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو احیاء موتی پر قادر مانتا تھا، شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی توہین سب سے پہلے اسی ملعون نے کی تھی اور آخر میں نبوت کا دعوی کر بیٹھا تھا جسکی وجہ سے اس کو آگ میں جلا دیا گیا تھا۔[۱]

(۲) ابو عبدالرحیم شقیق ضبی، کوفی، قاص، خارجیوں کا رئیس اور ضعیف راوی ہے، کوفہ میں وعظ کہتا تھا اس لئے قاص سے مشہور ہوا۔ دولابی نے کتاب الکنی میں بیان کیا ہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مراد درج ذیل روایت میں ابو عبدالرحیم سے یہی شخص ہے[۲]

وحدثنی عبید اللہ بن سعید، قال: حدثنی عبد الرحمٰن — یعنی ابنَ مھدی — قال: نا حماد بن زید، عن ابن عون، قال: قال لنا ابراھیم: إیاکُم والمغیرۃَ بنَ سعید، وأباعبدِالرحیم. فإنَّھُما کذّابان

تَرجمہ:۔ (۵۶) ابن عون کہتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: "تم مغیرۃ بن سعید اور ابو عبدالرحیم سے بچتے رہو، کیونکہ وہ دونوں بڑے جھوٹے ہیں۔"

(۱۳) وَاعِظوں کی حَدیثیں

محدثین کے نزدیک صوفیا کی طرح پیشہ ور واعظوں کی حدیثوں کا بھی زیادہ اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ طبقہ اپنی چند کمزوریوں کی وجہ سے عام طور پر غیر معتبر حدیثیں بیان کرتا ہے اس طبقہ کی سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہے کہ ایسی تقریر ہو کہ مجمع جھوم جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد معروف مضامین بیان کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے ان لوگوں کو عجیب سے عجیب تر باتیں گھڑنی پڑتی ہیں یا دوسروں کی گھڑی ہوئی سنانی پڑتی ہیں۔ اسی طرح یہ طبقہ علم میں پختہ بھی نہیں ہوتا اس لئے بہت سی کمزور بلکہ غلط باتیں بیان کر دیتا ہے اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ فن حدیث کی مہارت ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی اور وعظ میں حدیثیں بیان کرنا وہ اپنا موروثی حق سمجھتے ہیں، اسلئے جو بھی حدیث سامنے آجاتی ہے اُسے بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

---

[۱] تفصیل حالات کیلئے دیکھیں میزان ۴/۱۶۰ لسان ۶/۷۵ الضعفاء للدارقطنی ۳۷۰ الضعفاء لابن الجوزی ۳/۱۳۴،

[۲] تفصیل احوال کیلئے دیکھیں الضعفاء لابن الجوزی ۲/۴۳ والضعفاء للعقیلی ۲/۱۸۶ لسان ۳/۱۵۱ میزان ۲/۲۷۹

اسی وجہ سے ائمہ جرح وتعدیل نے واعظوں کی حدیثوں کو غیر معتبر قرار دیا ہے ــــــ مگر یہ کلیہ نہیں ہے، بعض حضرات اس سے مستثنیٰ بھی ہیں

وَحدثنی ابوکامل الجَحْدَرِیُّ، قال: ناحماد - وھو ابنُ زید قال: ناعاصم، قال: کُنَّا نَأْتِی اباعبدِالرحمٰن السُّلَمِیَّ، ونحنُ غِلْمَةٌ اَیْفَاعٌ، فکان یقول لنا: "لا تُجَالِسُوا القُصَّاصَ غیرَ ابی الاحوص وایاکم وشقیقًا! قال: وکان شقیقٌ ھذا یَرٰی رَأْیَ الخوارج ولیس بابی وائل

ترجمہ (۵۷) عاصم کہتے ہیں کہ ہم تابعی جلیل حضرت ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن حبیب سُلَمی رحمہ اللہ کے پاس (حدیثیں پڑھنے) جایا کرتے تھے جب کہ ہم نوجوان لڑکے تھے، پس وہ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ واعظوں کے پاس حدیثیں پڑھنے نہ جایا کرو، البتہ حضرت ابو الاحوص عوف بن مالک بن نَضْلَہ کوفی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور شقیق سے بچا کرو ــــــ عاصم کہتے ہیں کہ یہ شقیق خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا ــــــ اور یہ وہ شقیق نہیں ہیں جن کی کنیت ابو وائل ہے (بلکہ ان کی مراد ابو عبد الرحیم شقیق ضبّی کوفی ہے جس کا ذکر ص۲۳ پر گذر چکا ہے)

تشریح:۔ (۱) ابو وائل شقیق بن سلمہ اسدی کبار تابعین میں سے ہیں اور حضرت ابن مسعودؓ کے خاص شاگرد اور حدیث شریف کے نہایت مضبوط راوی ہیں۔

(۲) غِلْمَةٌ، غُلَامٌ کی جمع ہے: سبز خط نوجوان ــــــ اَیْفَاعٌ جمع ہے یَفَعٌ اور یَفَاعٌ کی بمعنی قریب البلوغ، نوجوان لڑکا ــــــ جَالَسَ مُجَالَسَۃً کے لغوی معنی ہیں کسی کی صحبت میں بیٹھنا۔ اور اصطلاح میں اس کا مفہوم ہے روایات حاصل کرنے کے لئے کسی کی صحبت میں جانا ــــــ القُصَّاصُ (بضم القاف) جمع ہے اَلْقَاصُّ کی جس کے معنی ہیں قصہ گو، واعظ، خطیب

(۱۴) جابر بن یزید جُعفی

ابو عبد اللہ جابر بن یزید جُعفی کوفی (متوفی ۱۲۷ھ) مشہور ضعیف راوی ہے، ابوداؤد ترمذی، اور ابن ماجہ کا راوی ہے، پہلے یہ شخص ٹھیک تھا پھر سبائی شیعہ ہو گیا تھا چنانچہ بعض ائمہ نے سابق احوال کے اعتبار سے اس کی توثیق کی ہے اور اس کی روایتیں لی ہیں، اور دوسرے حضرات نے آخری احوال کے اعتبار سے اس پر جرح کی ہے اور اس کی روایتیں ترک

کر دی ہیں، امام اعظمؒ نے جو جابر کے ہم وطن تھے جابر پر سخت جرح کی ہے[1]۔

حَدثنا ابوغَسَّانَ محمد بن عمرو الرازیُّ، قال: سمعت جریرًا یقول: لقیتُ جابرَ بنَ یزید الجُعْفِیَّ، فلو أَکْتُبْ عنہ، وکان یُؤْمِنُ بالرجعۃِ

ترجمہ (۵۸) جریر کہتے ہیں کہ میری جابر جعفی سے ملاقات ہوئی ہے، مگر میں نے اس سے حدیثیں نہیں لکھیں، وہ رجعت کا عقیدہ رکھتا تھا (تفصیل روایت ص۲۲ میں آرہی ہے)

حَدثنا الحسن الحُلْوانی، قال: نا یحیی بن آدم، قال: نامِسْعَرٌ، قال: نا جابر بن یزید قَبْلَ اَن یُحْدِثَ مَا اَحْدَثَ

ترجمہ (۵۹) مِسْعر کہتے ہیں کہ ہم سے جابرِ جُعفی نے حدیث بیان کی، نئی بات ایجاد کرنے سے پہلے (لفظی ترجمہ: اسکے پیدا کرنے سے پہلے اس چیز کو جو اس نے پیدا کی) یعنی جس زمانہ میں جابر کے عقائد درست تھے۔ اس زمانہ میں، میں نے جابر سے یہ روایت سنی ہے، پھر انھوں نے اپنے تلامذہ کے سامنے وہ روایت ذکر کی جو یہاں مذکور نہیں ہے، یہاں روایت کا صرف ابتدائی حصہ نقل کیا گیا ہے یہ بتلانے کے لئے کہ اُس زمانہ کی روایت معتبر ہے۔

وَحدثنی سلمۃ بن شَبِیْبٍ قال: نا الحمیدی، قال: ناسفیانُ، قال: کان الناسُ یَحْمِلُوْنَ عن جابر قبلَ ان یُظْهِرَ ما اَظْهَرَ، فلما اَظْهَرَ ما اَظْهَرَ اتَّهَمَہُ الناسُ فی حدیثہ، وترکہ بعض الناس، فقیل لہ: وما اَظْهَرَ؟ قال: الایمان بالرجعۃِ

ترجمہ (۶۰) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ جب تک جابر جعفی نے اپنی بداعتقادی ظاہر نہیں کی تھی لوگ اس سے حدیثیں لیا کرتے تھے پھر جب اس نے اپنی بداعتقادی ظاہر کی تو لوگوں نے اس پر اس کی حدیثوں کے بارے میں بدگمانی کی اور بعض لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا، ابن عیینہ سے پوچھا

[1] تفصیلی حالات کے لئے دیکھیں تہذیب ص۴۶ ج۲، تقریب ص۱۲۳ ج۱، میزان ص۳۷۹ ج۱، الضعفاء للعقیلی ص۱۹۱ ج۱، الضعفاء للدارقطنی ص۱۶۸، الضعفاء لابن الجوزی ص ، التاریخ الصغیر للبخاری ص ج۲۔

گیا کہ اس نے کیا بداعتقادی ظاہر کی؟ انھوں نے جواب دیا کہ: رجعت کا عقیدہ۔ (جس کی تفصیل روایت ۶۴ میں آرہی ہے۔

وحدثنی حسن الحلوانی، قال: نا ابو یحیی الحمّانی، قال: نا قَبِیصَةُ، واخوہ انهما سمعا الجَرّاحَ بن مَلِیحٍ یقول، سمعتُ جابرًا یقول: عندی سبعون الفَ حدیثٍ عن ابی جعفرٍ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کُلُّها

ترجمہ (۶۱) جرّاح کہتے ہیں کہ میں نے جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پاس ستر ہزار حدیثیں ہیں۔ جو ابو جعفر محمد باقر رحمہ اللہ سے مروی ہیں اور سب مرفوع ہیں۔

وحدثنی حجاج بن الشاعر، قال: نا احمد بن یونس، قال: سمعتُ زهیرًا یقولُ: قال جابر، او: سمعتُ جابرًا یقول: ان عندی لَخَمْسِینَ الفَ حدیثٍ، ماحدَّثتُ منها بشیءٍ، قال، ثم حدَّث یومًا بحدیثٍ فقال: هذا من الخمسین الفًا۔

ترجمہ (۶۲) زہیر کہتے ہیں کہ جابر نے کہا، یا میں نے جابر کو کہتے ہوئے سنا کہ میرے پاس ایسی پچاس ہزار حدیثیں ہیں، جن میں سے ایک بھی میں نے لوگوں سے بیان نہیں کی ہے۔ زہیر کہتے ہیں: پھر ایک دن اُس نے ایک حدیث بیان کی اور کہنے لگا کہ یہ اُن پچاس ہزار میں سے ہے،

وحدثنی ابراهیم بن خالد الیَشْکُرِیُّ، قال: سمعتُ ابا الولید، یقول: سمعتُ سَلَّامَ بنَ ابی مُطِیعٍ یقول: سمعتُ جابرًا الجعفی، یقول: عندی خمسون ألف حدیث، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ (۶۳) سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ میں نے جابر جُعفی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میرے پاس ایسی پچاس ہزار حدیثیں ہیں جو سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں۔ (یہ روایت ۶۱ کے ہم معنی ہے)

وحدثنی سلمة بن شبیب، قال، نا الحمیدی، قال، نا سفیان

قال، سمعتُ رجلًا سَأَلَ جابرًا عن قوله تعالیٰ: فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِي أَبِي، أَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِي، وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ۔ ؟ قال: فقال جابرٌ: لَمْ يَجِئْ تَأْوِيلُ هٰذِهِ ــــ قال سفیانُ: وکَذَبَ! ــــ فقلنا: وما أراد بهذا؟ فقال إنّ الرّافِضَةَ تقول: إن علیًّا فی السحاب، فلا نخرج مع من یخرج من وَلَدِه، حتی ینادی منادٍ من السَّماء ــــ یرید علیًّا ــــ: أنّه ینادی: اخرُجُوا مع فلانٍ ــــ یقول جابرٌ: فذا تأویلُ هٰذه الآیةِ، وکَذَبَ: کانت فی إخوةِ یوسفَ.

ترجمہ (۶۴) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے سُنا، جس نے جابر جعفی سے اس آیت کا مطلب پوچھا تھا،

فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِي، وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (یوسف ۸۰)

میں اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹوں گا جب تک میرا ابا مجھے اجازت نہ دیں یا اللہ میرے حق میں کوئی فیصلہ فرمائیں، اور وہ بہترین فیصلہ فرمانے والے ہیں

اس آدمی نے کہا پس جابر نے جواب دیا کہ: "ابھی اس آیت کا مصداق ظاہر نہیں ہوا ہے۔" سفیان کہتے ہیں کہ۔ جابر نے جھوٹ کہا!" ــــ حمیدی کہتے ہیں کہ ہم نے سفیان سے پوچھا کہ جابر کی غرض کیا تھی؟ سفیان نے بتایا کہ رافضیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی رض بادلوں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے جو بھی شخص خروج (حکومت وقت سے بغاوت) کرتا ہے، ہم اسکے ساتھ اس وقت نکلتے ہیں جب ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے، ــــ جابر حضرت علی رض کو مراد لے رہا ہے ــــ (یعنی اَبِیْ سے مراد حضرت علی رض ہیں) ــــ وہ پکار کر کہتا ہے کہ: "فلاں شخص کے ساتھ خروج (بغاوت) کرو" ــــ جابر کہتا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہی ہے، اور وہ جھوٹ بکتا ہے، یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے بارے میں ہے۔

تشریح:- عقیدۂ رجعت کی شیعوں کے یہاں متعدد تفسیریں ہیں، ایک وہ ہے جو اوپر روایت میں گذری، دوسری تفسیر امام غائب کا خروج (ظہور) ہے اس صورت میں اَلْاَرْضَ سے مراد غار سُرَّ مَنْ رَأٰی کا وہ کنواں لیتے ہیں جس میں امام غائب چھپے بیٹھے ہیں ــــ اور ایک

قدیم تفسیر عقیدہ رجعت کی یہ بھی تھی کہ حضرت علیؓ دوبارہ زندہ ہوکر دنیا میں تشریف لائیں گے اس صورت میں اَلْاَرْض سے مراد قبر اور اَبِیْ سے مراد اللہ تعالیٰ کو لیتے ہیں۔

جابر جعفی کا عقیدہ غالباً یہ تیسرا تھا، کیونکہ وہ سورۃ النمل کی آیت ۸۲ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْہِمْ اَخْرَجْنَا لَھُمْ دَابَّۃً مِّنَ الْاَرْضِ میں دابۃ سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لیتا ہے (میزان الاعتدال)

وقال ابن حبان، کان سَبَئِیًّا من اَصحاب عبد اللہ بن سبا، کان یقول، اِنَّ علیًّا یرجع الی الدنیا (میزان الاعتدال) واللہ اعلم

> وحَدثنا سَلَمَۃُ، قال: نا الحمیدی، قال، نا سفیان، قال، سمعتُ جابراً یحدِّثُ بِنَحْوٍ من ثلاثین الفَ حدیثٍ، مَا اَسْتَحِلُّ اَنْ اَذْکُرَ مِنْہا شیئًا، واَنَّ لِیْ کذا وکذا!

ترجمہ:- (۶۵) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے تقریباً تیس ہزار ایسی حدیثیں سُنی ہیں جن میں سے ایک کو بھی ذکر کرنا جائز نہیں سمجھتا، اگرچہ مجھے دولت کے انبار مل جائیں ــ (لفظی ترجمہ: اور یہ کہ ہو میرے لئے اتنا اتنا)

(۱۵) حارث بن حَصِیرہ

ابوالنعمان حارث بن حصیرہ ازدی کوفی ضعیف راوی ہے، یہ جابر جعفی کا شاگرد، عقیدۂ رجعت کا قائل اور غالی (کٹر) شیعہ تھا، غالباً شروع کے احوال اس کے بھی اچھے تھے اس لئے بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہے اور امام بخاری نے الادب المفرد میں اور امام نسائی نے سنن میں اور کتابُ خصائص عَلِی میں اس کی روایت لی ہے[1]

تفضیلی اور غالی شیعہ تفضیلی شیعہ وہ ہے جو حضرت علیؓ سے محبت رکھتا ہے اور ان کو تمام صحابہ سے افضل سمجھتا ہے، اور حضرت عثمانؓ سے حضرت علیؓ کو خلافت کے مسئلہ میں راجح سمجھتا ہے جیسے ابوالاسود دُئلی، مولانا جامی، اور علامہ تفتازانی کے بارے میں ایسا خیال کیا جاتا ہے، رہا وہ شخص جو حضرت علیؓ کو شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں تہذیب ۲/۱۴۰، میزان ۱/۴۳۲، الضعفاء للعقیلی ۱/۲۱۲ وللدارقطنی ۱۷۹

پر مسئلہ خلافت میں ترجیح دیتا ہے وہ تفضیلی شیعہ نہیں ہے بلکہ غالی شیعہ ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی ہدی الساری (ص ۴۵۹) میں تحریر فرماتے ہیں۔

والتشیُّعُ، محبةُ علی وتقدیمه علی الصحابةِ، فمن قدّمه علی ابی بکر وعمر فهو غالٍ فی تشَیُّعِهٖ، ویُطلق علیه: رافضیٌّ والا فشِیْعِیٌّ، فَاِنِ انْضَافَ الیٰ ذلك السَّبُّ او التصریح بالبغض، فغالٍ فی الرفض. وان اعْتَقَدَ الرجعةَ الی الدنیا فاشدُّ فی الغلو.

ترجمہ:- شیعیت حضرت علیؓ کی محبت اور ان کو صحابہ سے افضل سمجھنے کا نام ہے، پس جو شخص حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ خلافت میں زیادہ حقدار سمجھتا ہے وہ تشیع میں غلو کرنے والا ہے اور اس کو رافضی کہا جاتا ہے، ورنہ شیعی کہا جاتا ہے (یعنی صرف افضل سمجھنے کی صورت میں) پھر اگر مسئلہ خلافت میں تقدیم کے ساتھ سب وشتم اور بغض ونفرت کا اظہار بھی ہو تو وہ رافضیت میں غلو کرنے والا ہے اور اگر حضرت علیؓ کے دوبارہ دنیا میں آنے کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ رافضیت میں غلو سے بھی آگے کی چیز ہے۔

> وقال مسلم، وسمعتُ اباغَسَّان محمد بن عَمرو الرازی، قال، سألتُ جریر بن عبد الحمید فقلتُ، الحارث بن حَصِیْرَۃَ، لقیتَہُ؟ قال: نعم! شیخٌ طویل السکوت، یُصِرُّ علی اَمرٍ عظیم۔

ترجمہ (۶۶) ابوغسان کہتے ہیں کہ میں نے جریر سے دریافت کیا، کہ آپ کی حارث سے ملاقات ہوئی ہے، انھوں نے کہا کہ جی ہاں! وہ خاموش طبع بوڑھا تھا، جو سنگین بات پر اصرار کرتا تھا (یعنی رجعت کا عقیدہ رکھتا تھا)

(۱۶) دونامعلوم راویوں پر کلام

ذیل کی روایتوں میں دو نامعلوم راویوں پر تنقید ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کا مقصد طلبہ کو جرح کا انداز سمجھانا ہے، اور اسکے لئے مجروح کا نام معلوم ہونا ضروری نہیں ہے ـــــ امام مسلمؒ کا مقصد ضعیف رُوات کی معرفت نہیں ہے، اس کے لئے تو بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں

> حَدثنی احمد بن ابراهیم الدَّوْرَقی قال، حدثنی عبد الرحمٰن بن مهدی، عن حماد بن زید، قال، وَذکر ایوبُ رجلاً یومًا، فقال،

Scanned by CamScanner

لم یکن بمستقیم اللسان! وذکر آخر فقال: ھو یَزِیْدُ فی الرَّقْمِ

ترجمہ (۶۷) حماد کہتے ہیں کہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ نے ایک دن ایک شخص کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ: "وہ درست زبان نہیں تھا!" اور ایک دوسرے شخص کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ: وہ قیمت بڑھایا کرتا تھا: (یعنی دونوں شخص حدیث شریف کے معاملہ میں قابل اعتماد نہیں تھے)

تشریح:۔ یزید فی الرقم کے اصلی معنی ہیں چیزوں پر پڑی ہوئی قیمتوں میں تغیر کر دینا، اور گاہکوں کو دھوکا دے کر زائد قیمت وصول کرنا، پھر بطور کنایہ یا بطور مجاز متعارف اس کے معنی ہونے لگے حدیثوں میں جھوٹ بولنا اور اساتذہ سے لکھی ہوئی حدیثوں میں اپنی طرف سے بڑھا دینا اور شاگردوں کو دھوکہ دے کر اپنی موضوعات چلا دینا قال ابن الاثیر: ثم استعملہ المحدثون فیمن یکذب، ویزید فی حدیثہ (نہایہ فی غریب الحدیث مادہ رقم)

حَدثنی حجاج بن الشاعر، قال، نا سلیمانُ بن حرب، قال نا حماد بن زید، قال، قال ایوب، اِنَّ لی جارًا ـــ ثم ذکر من فضلہ ـــ ولو شَہِدَ علی تَمْرَتَیْنِ مارأیتُ شہادتَہ جائزۃ۔

ترجمہ:۔ (۶۸) ایوب سختیانی نے فرمایا کہ میرا ایک پڑوسی ہے ـــ پھر ایوب نے اس کے فضائل بیان کئے ـــ اگر وہ میرے سامنے دو کھجوروں کے بارے میں گواہی دے تو بھی میں اس کی گواہی کو معتبر نہیں سمجھوں گا! (یعنی دنیا کی اتنی معمولی چیز کے بارے میں بھی میں اس کا اعتبار نہیں کروں گا، پھر حدیث شریف جیسے اہم معاملہ میں، جو خالص دینی معاملہ ہے میں اس کا کیوں کر اعتبار کر سکتا ہوں؟!)

(۱۷) ابو اُمیّہ عبد الکریم بصری

ابو امیہ عبد الکریم بن ابی المخارق المعلم البصری (متوفی ۱۲۶ھ) پر امام ابن عیینہ، ابن مہدی، یحییٰ قطان، امام احمد، ابن عدی اور ایوب سختیانی نے جرح کی ہے، ان کی بخاری شریف میں ایک روایت ہے، نسائی میں چند اور ترمذی اور ابن ماجہ میں کافی روایتیں ہیں[1]۔

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں تہذیب ص۳۷۶ ج۶، تقریب ص۵۱۶ ج۱، میزان ص۶۴۶ ج۲، الضعفاء للعقیلی ص۶۲ ج۳ وللدارقطنی ص۲۸۸ ولابن الجوزی ص۱۱۲ ج۲، التاریخ الکبیر للبخاری ص۸۹ ج۳ والصغیر ج۱ ص۳۰۸۔

وحدثنی محمد بن رافع وحجاج بن الشاعر، قالا، نا عبد الرزاق قال، قال معمر: ما رأیتُ ایوبَ اغْتَابَ اَحَدًا قَطُّ، اِلّا عبدَ الکریم یعنی ابا اُمیۃ ـــ فانہ ذکرہ، فقال، رحمہ اللہ! کان غَیْرَ ثِقَۃٍ، لقد سألنی عن حدیثٍ لِعِکْرِمَۃَ، ثم قال، سمعت عکرمۃَ۔

ترجمہ (۶۹) معمر کہتے ہیں کہ میں نے ایوب سختیانی کو کبھی کسی کی غیبت کرتے نہیں سُنا، سوائے عبد الکریم کے، جس کی کنیت ابو اُمیّہ ہے، ایوب نے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ: اللہ اسکے حال پر رحم کریں! وہ ثقہ (معتبر) نہیں ہے، اس نے مجھ سے حضرتِ عکرمہ کی ایک حدیث پوچھی ہے (یعنی پڑھی ہے) مگر جب بیان کرتا ہے تو سمعتُ عکرمۃَ کہتا ہے۔

نوٹ:۔ جرح غیبت نہیں ہے، یہ بحث روایت ۹۲ کے ذیل میں آ رہی ہے۔

(۱۸) ابو داؤد اعمیٰ

ابو داؤد نفیع بن الحارث، اَلْقَاصُّ الاعمیٰ، کوفی، نہایت ضعیف بلکہ متروک ہے، ترمذی اور ابن ماجہ کا راوی ہے[1]۔

حدثنی الفضل بن سَہْلٍ، قال، حدثنی عفان بن مسلم، قال: نا ھَمّام، قال: قَدِمَ علینا ابو داؤدَ الاَعمیٰ فجعل یقول، ثنا البَرَاءُ وثنا زید بن ارقم، فذکرنا ذلک لقتادۃَ، فقال: کَذَبَ! ما سمع منہم، انما کان ذلک سائلًا یَتَکَفَّفُ الناسَ، زَمَنَ طاعونِ الجارِف

ترجمہ:۔ (۷۰) ہمام کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں ابو داؤد اعمیٰ آیا، پس اس نے کہنا شروع کیا حدثنا البراءُ ..... حدثنا زید بن اَرقم (یعنی اپنے آپ کو ان صحابہ کا شاگرد بتا کر ان کی سند سے روایتیں بیان کرنے لگا) پس ہم نے اس کا حضرت قتادہ سے تذکرہ کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: "اس نے جھوٹ کہا! اُس نے ان حضرات سے حدیث نہیں سُنی ہے، وہ تو طاعون جارف (جھاڑو پھیر دیا) کے زمانہ میں لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگا کرتا تھا۔"

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھئے تہذیب ص۴۷۰ ج۱۰، تقریب ص۳۰۶ ج۲، میزان ص۲۷۲ ج۴، الضعفاء الکبیر للعقیلی ص۳۰۶ ج۴۔

وحدثنی حسن بن علی الحلوانی، قال، نا یزید بن ہارون، قال، انا ھمام، قال، دخل ابوداؤد الاعمیٰ علی قتادۃ، فلما قام، قالوا: ان ھذا یزعُمُ انہ لقِیَ ثمانیۃَ عشرَ بدریًّا، فقال قتادۃ: ھذا کان سائلا قبلَ الجارفِ، لا یعرِضُ لشیئٍ من ھذا، ولا یتکلمون فیہ، فواللہ ما حدثنا الحسن عن بدریٍّ مشافھۃً، ولا حدثنا سعیدُ بن المسیّب عن بدری مشافھۃً، الّا عن سعد بن مالک۔

ترجمہ (۱۷) ہمام کہتے ہیں کہ ابوداؤد اعمیٰ حضرت قتادہ کے پاس آیا، پھر جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو طلبہ نے کہا کہ یہ شخص گمان کرتا ہے کہ اس نے اٹھارہ بدری صحابہ سے ملاقات کی ہے، پس حضرت قتادہ نے فرمایا کہ: یہ تو طاعون جارف سے پہلے بھیک مانگا کرتا تھا، فن حدیث سے کوئی سروکار نہیں رکھتا تھا، اور نہ اس فن میں کوئی گفتگو کرتا تھا، پس خدا کی قسم! نہ تو حضرت حسن بصری نے ہمیں کوئی حدیث بذاتِ خود کسی بدری صحابی سے سن کر بیان کی اور نہ حضرت سعید نے ہمیں کوئی حدیث بذاتِ خود کسی بدری صحابی سے سُن کر بیان کی، سوائے حضرت سعد بن ابی وقاص کے۔

تشریح:۔ جارف (اسم فاعل) طاعون، تباہ کن موت، جھاڑو پھیر وبا، از جَرَفَ (ن) الشیئَ، کل یا اکثر حصہ کو لے جانا ____ پہلی صدی میں ایسی وبائیں متعدد آئی ہیں مگر چونکہ حضرت قتادہ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی ہے اس لئے اسکے بعد کی کوئی وبا ہی روایت میں مراد ہے ۶۱ھ کے بعد ۸۰ھ میں ایک وبا پھیلی تھی جو طاعونُ الفَتَیَاتُ (نوجوان لڑکیوں والی وبا) کہلاتی ہے، اس وبا میں زیادہ تر کنواری لڑکیاں مری تھیں اس لئے یہ نام مشہور ہوا تھا، غالبًا حضرت قتادہ کی مراد یہی وبا ہے ____ اور حضرت قتادہ کے آخری قول کا مطلب یہ ہے کہ حسن بصری اور سعید بن المسیب جو عمر اور فضل میں ابوداؤد اعمیٰ سے بہت بڑے ہیں ان کی تو بدری صحابہ سے ملاقات نہیں ہوئی کیونکہ وہ ان سے بلا واسطہ کوئی روایت نہیں کرتے۔ البتہ حضرت سعید کی صرف ایک بدری صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص سے ملاقات ہوئی ہے۔ پھر اس اعمیٰ کی اتنے بدری صحابہ سے ملاقات کیسے ہوگئی! یقینًا وہ جھوٹا ہے۔

(۱۹) ابوجعفر ہاشمی مدنی

ابوجعفر عبداللہ بن مِسْوَر مدائنی (اس کو مدنی بھی کہا جاتا ہے) ہاشمی کذاب اور واضع حدیث

تھا اس کا تذکرہ پہلے ص۱۴۱ پر گذر چکا ہے۔

حدثنا عثمان بن ابی شَیْبَۃَ، قال، نا جریر، عن رَقَبَۃَ: انَّ اباجعفرٍ الھاشمیَّ المدنیَّ کان یَضَعُ احادیثَ، کلامَ حقٍّ، ولیستْ من احادیثِ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وکان یرویھا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ:۔ رَقَبَۃُ بن مَصْقَلَۃ کہتے ہیں کہ ابوجعفر ہاشمی مدنی حدیثیں گھڑا کرتا تھا یعنی صحیح باتوں کو حدیث بنا کر بیان کیا کرتا تھا، حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نہیں ہوتے تھے (مگر) وہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کرتا تھا۔

ترکیب:۔ کلام حق منصوب ہے اور احادیث سے بدل ہے

(۲۰) عَمرو بن عُبَید

ابوعثمان عَمرو بن عُبید بن باب بصری (متوفی ۱۴۳ھ) مشہور معتزلی ہے، اپنے اعتزال کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا تھا، بڑا عبادت گذار تھا مگر روایت حدیث میں ضعیف ہے۔[1]

حدثنا الحسن الحلوانی، قال، حدثنا نُعیم بن حَمّادٍ ____ قال ابو اسحٰق ابراھیم بن محمد بن سفیان: وحدثنا محمد بن یحییٰ، قال، حدثنا نُعیم بن حَمّادٍ ____ قال: نا ابوداؤد الطَّیالِسیُّ، عن شعبۃ، عن یونس بن عُبید، قال، کان عمرو بن عُبید یَکْذِبُ فی الحدیثِ۔

ترجمہ (۷۳) (امام مسلم فرماتے ہیں کہ) ہم سے حسن حُلوانی نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نُعیم نے بیان کیا ____ (دوسری سند۔ امام مسلم رحمہ کے تلمیذ اور صحیح مسلم کے راوی) ابواسحاق کہتے ہیں کہ ہمیں محمد بن یحییٰ ذُہلی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نُعیم نے بیان کیا ____ نعیم کہتے

[1] تفصیلی حالات کیلئے دیکھئے تہذیب ص۷۰ تقریب ص۲۶۲ الضعفاء للدار قطنی ص۳۰۵ وللعقیلی ص۲۷۷ ولابن الجوزی ص۲۲۹ میزان ص۲۷۳۔

ہیں کہ ہمیں طیالسی نے بیان کیا، وہ شعبہ سے، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں، یونس کہتے ہیں کہ عمرو بن عبید حدیثیں روایت کرنے میں جھوٹ بولا کرتا تھا:

تشریح:- امام مسلم رحمہ اللہ امام ذہلی رحمہ اللہ کی کوئی حدیث اپنی صحیح میں نہیں لائے ہیں، کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی حمایت میں امام ذہلی کی سب روایتیں ان کو واپس کردی تھیں، تفصیل مقدمہ میں امام مسلم رحمہ اللہ کے حالات میں دیکھیں۔ یہ دوسری سند ابواسحٰق رحمہ اللہ نے بعد میں بڑھائی ہے۔

حدثنی عمرو بن علی ابوحفص، قال: سمعتُ معاذ بن معاذ، یقول، قلتُ لعوفِ بن ابی جمیلةَ، اِنَّ عَمرو بنَ عبیدٍ حدثنا عن الحسن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من حَمَلَ علینا السِّلاحَ فلیس منّا، قال: کذب، واللہِ! عَمْروٌ، ولکنہ اراد ان یَحُوزَھا الی قولہ الخبیث۔

ترجمہ (۴): معاذ عنبری نے عوف بن ابی جمیلہ سے (جو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے جلیل القدر شاگرد ہیں اور ان کی تمام حدیثوں سے واقف ہیں) کہا کہ عمرو بن عبید نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جس نے ہم پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں ہے" عوف نے کہا کہ بخدا! عمرو نے جھوٹ کہا، البتہ وہ چاہتا ہے کہ اس حدیث کو اپنے گندے عقیدہ کے ساتھ جمع کرے۔

تشریح:- (۱) حَازَ (ن) حَوْزًا وحِیَازَةً الشیئَ، اکٹھا کرنا، جمع کرنا

(۲) من حمل الخ صحیح حدیث ہے امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب الایمان باب من حمل علینا الخ میں اس کو متعدد سندوں سے روایت کیا ہے، حضرت عوف نے جو عمرو کی تکذیب کی ہے وہ یا تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی سند سے روایت کرنے میں کی ہے کیونکہ یہ حدیث حضرت حسن کی سند سے مروی نہیں ہے یا اس بات میں تکذیب کی ہے کہ عمرو نے یہ حدیث حضرت حسن سے نہیں سُنی ہے

(۳) معتزلہ کے نزدیک مرتکب کبیرہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اور اگرچہ وہ دائرۂ کفر میں داخل نہیں ہے مگر تاابد جہنم میں رہیگا۔ عوف نے فرمایا کہ عمرو اس حدیث سے اپنے باطل عقیدہ پر استدلال کرنا چاہتا ہے، اور اس استدلال کو وزنی بنانے کیلئے حضرت حسن کی سند سے روایت کرتا ہے کیونکہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تمام عالم اسلام میں اور خاص طور پر بصرہ اور اس کے قرب وجوار میں بڑی

حیثیت تھی۔

وحدثنا عبید اللہ بن عُمر القَوَارِیرِیُّ، قال، ثنا حماد بن زید، قال کان رجل قد لَزِمَ ایوبَ، وسمع منہ، ففقدہٗ ایوبُ فقالوا لہ، یا ابابکر! انہ قد لَزِمَ عمرو بن عبید، قال حماد، فبینا انا یومًا مع ایوب، وقد بَکَّرْنَا الی السوق، فَاسْتَقْبَلَہُ الرجُل، فسلَّمَ علیہ ایوبُ، وسألہ، ثم قال لہ ایوبُ، بلغنی اَنَّکَ لَزِمْتَ ذلک الرجلَ — قال حماد، سَمَّاہُ یعنی عَمْرًا — قال، نعم، یا ابابکر اِنَّہٗ یَجِیئُنَا بِاَشْیاءَ غرائبَ، قال، یقول لہ ایوبُ، اِنما نَفِرُّ[1] او، نَفْرَقُ من تلک الغرائب

ترجمہ (۵): حماد کہتے ہیں کہ ایک شخص ایوب سختیانی رحمہ اللہ کا خاص شاگرد تھا، اور اس نے حضرت ایوب سے حدیثیں بھی سنی تھیں، ایک دن ایوب نے اس کو غائب پایا تو (اسکے بارے میں طلبہ سے دریافت کیا) طلبہ نے عرض کیا کہ "ابوبکر! وہ تو عمرو بن عبید کے پاس رہنے لگا ہے"۔ — حماد کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ایوب کے ساتھ تھا اور ہم سویرے بازار جا رہے تھے کہ وہ شخص حضرت ایوب کے سامنے آگیا، ایوب نے اس کو سلام کیا اور خیر خیریت پوچھی، پھر اس سے پوچھا کہ ہم نے سُنا ہے کہ تم اس شخص کے ساتھ رہنے لگے ہو؟ — حماد کہتے ہیں کہ ایوب نے اس شخص کا نام لیا تھا یعنی عمرو بن عبید — اس شخص نے جواب دیا کہ "جی ہاں" اے ابوبکر! وہ ہم سے عجیب چیزیں بیان کرتا ہے: (یعنی نہایت دلچسپ اور عجیب وغریب حدیثیں روایت کرتا ہے) حماد کہتے ہیں کہ اس شخص سے ایوب نے کہا کہ: "ہم ایسی عجیب وغریب حدیثوں سے دور بھاگتے ہیں": یا یہ فرمایا کہ ڈرتے ہیں

وحدثنی حجاج بن الشاعر، قال، حدثنا سلیمان بن حَرْب، قال، نا ابن زید — یعنی حَمَّادًا — قال، قیل لایوبَ اِنَّ عَمْرو بن عبید روی عن الحسن قال: لایُجْلَدُ السَّکْرَانُ مِنَ النَّبِیْذِ؟ فقال: کذب! اَنَا سمعتُ الحسنَ یقول: یُجْلَدُ السَّکْرَانُ من النَّبِیْذِ:

ترجمہ (۶): حماد کہتے ہیں کہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عمرو بن عبید حضرت

---

[1] ہندی نسخوں میں اِنَّمَا ہے اور مصری نسخہ میں "أَنَا" ہے۔

حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ روایت کرتا ہے کہ جو شخص نبیذ پی کر مست ہو جائے اس کو حد نہ لگائی جائیگی
(کیا یہ بات صحیح ہے؟) ایوب نے کہا کہ وہ جھوٹ کہتا ہے! میں نے خود حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے
سنا ہے کہ: جس کو نبیذ پینے سے نشہ آجائے اس کو حد لگائی جائے گی۔

> وَحدثنی حجاج، قال، نا سلیمان بن حرب، قال: سمعتُ سَلَّامَ
> بن ابی مُطیع، یقول، بلغَ ایوبَ أنی اٰتِی عمرًا. فَأقْبَلَ عَلَیَّ یومًا. فقال:
> أرأیتَ رجلًا لَا تَأْمَنُهُ علی دینه کیف تَأْمَنُهُ علی الحدیث؟!

ترجمہ (۷۷) سلّام کہتے ہیں کہ ایوب سختیانی کو یہ خبر پہنچی کہ میں عمرو بن عُبید کے پاس جایا
کرتا ہوں تو ایک دن میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ: بتاؤ! جس شخص کے دین سے تم مطمئن
نہیں ہو اس کی حدیثوں پر کیسے اطمینان کر لیتے ہو؟!" (یعنی تم عَمرو کے مذہبِ اعتزال کو غلط سمجھتے ہو
پھر اُس بددین سے حدیثیں کیوں لیتے ہو؟!)

> وحدثنی سلمة بن شبیب، قال: نا الحمیدی، قال: نا سفیان
> قال: سمعتُ أبا موسی، یقولُ: نا عَمرو بن عبیدٍ قبل أن یُحْدِثَ

ترجمہ (۷۸) ابو موسیٰ اسرائیل بن موسیٰ کہتے ہیں کہ عَمرو بن عُبید نے ہمیں نئی بات (اعتزال)
نکالنے سے پہلے حدیث بیان کی (تشریح کیلئے روایت ۵۹ دیکھیں)

(۲۱) ابو شیبہ قاضی واسط

ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ، عبسی، کوفی، قاضیٔ واسط (متوفی سنہ ۱۶۹ھ) محدثِ شہیر ابو بکر
بن ابی شیبہ (صاحبِ مُصَنَّفُ ابن ابی شیبہ) کا دادا ہے، ابو داؤد اور ابن ماجہ کا راوی ہے،
متروک الحدیث اور نہایت ضعیف ہے[1]

> حدثنی عبید اللہ بن مُعاذ العنبری. قال: نا أبی. قال: کتبتُ

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں. لسان ص ۲۶۸/۱ میزان ص ۴۷/۱ و ص ۵۲۳/۴ تہذیب ص ۱۴۴/۱ تقریب ص ۳۹/۱ الضعفاء للدار قطنی ص ۹۹ و لابن الجوزی ص ۴۱/۱ وللعُقیلی ص ۵۹/۱ التاریخ الکبیر للبخاری ص ۲۶۷/۱ والصغیر ص ۱۷۰/۱

> الی شعبةَ، أسْألُهُ عن ابی شَیْبَةَ قَاضِی وَاسِطٍ؟ فکتبَ إلَیَّ: لاتکتُبْ
> عنه شیئًا، ومَزِّقْ کتابی۔

ترجمہ (۷۹) مُعاذ عنبری کہتے ہیں کہ میں نے امام شعبہ کو خط لکھا اور ابو شیبہ قاضیٔ واسط
کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے مجھے جواب لکھا کہ: اس سے کوئی حدیث نہ لکھو (یعنی اسکے
پاس حدیث پڑھنے نہ جاؤ) اور میرا خط پھاڑ دو۔ (کیونکہ خدانخواستہ میری تحریر قاضی صاحب کے
ہاتھ لگ گئی تو وہ میرے در پے آزار ہوں گے)

(۲۲) صالح مُرّیؒ

ابو بشر صالح بن بشیر بن وَادِع مُرّی بصری (متوفی سنہ ۱۷۳ھ) نیک، صالح آدمی تھے مگر
وعظ کہتے تھے اور روایتِ حدیث میں ضعیف تھے، امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے ان کی حدیث
لی ہے[1]

> وَحدثنا الحلوانی، قال: سمعتُ عَفَّانَ قال حَدَّثْتُ حمادَ بنَ
> سلمة، عن صالح المرّی بحدیثٍ عن ثابتٍ. فقال: کَذَبَ، وحَدَّثْتُ
> هَمَّامًا، عن صالح المری بحدیثٍ، فقال: کَذَبَ

ترجمہ (۸۰) عفّان کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کے سامنے (برائے توثیق) صالح مُرّی
کی ثابت سے روایت بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ: اُس نے جھوٹ کہا! (اسی طرح) ہمام سے
صالح مُرّی کی ایک حدیث بیان کی تو انھوں نے بھی فرمایا کہ: اس نے جھوٹ کہا:

(۲۳) حسن بن عُمارہ

حسن بن عُمارہ بَجَلی، ابو محمد کوفی (متوفی سنہ ۱۵۳ھ) بغداد کے قاضی تھے، روایتِ
حدیث میں نہایت ضعیف بلکہ متروک قرار دیئے گئے ہیں، امام بخاری نے صحیح میں تعلیقاً اور امام

[1] احوال کیلئے دیکھیں تہذیب ص ۳۸۲/۴. تقریب ص ۳۵۸/۱. میزان ص ۲۸۹/۲ الضعفاء للدار قطنی ص ۲۴۵ وللعُقیلی ص ۱۹۹/۲،

ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایت لی ہے۔[1]

وحدثنا محمود بن غیلان، قال، ثنا ابوداود، قال: قال لی شعبةُ: ایتِ جریرَ بنَ حازمٍ، فقُل له: لَا یَحِلُّ لك ان تَرْوِیَ عنِ الحسنِ بنِ عُمارةَ، فَإنَّهُ یَکْذِبُ. قال ابوداود، قلتُ لشعبةَ، وکیف ذاك؟ فقال، حدثنا عنِ الْحَکَمِ بأشیاءَ لم اَجِدُ لها اصلاً، قال: قلت له: بِأَیِّ شیْءٍ؟ قال، قلتُ لِلْحَکَمِ، أَصَلَّی النبیُّ صلی الله علیه وسلم علی قَتْلٰی أُحُدٍ؟ فقال، لم یُصَلِّ علیهم، فقال الحسن بن عُمارةَ: عن الحکم عن مِقْسَمٍ، عن ابن عباسٍ: إن النبی صلی الله علیه وسلم صَلّٰی علیهم، ودَفَنَهُمْ، قلتُ لِلْحَکَمِ: ماتقولُ فی أَولادِ الزنا؟ قال: یُصَلّٰی علیهم، قلت: من حدیثِ من یُروی؟ قال: یُروی عن الحسن البصری، فقال الحسن بن عمارةَ: حدثنا الحکمُ، عن یحیی بن الجَزَّارِ، عن علیٍّ رضی الله عنه۔

ترجمہ (۸۱) ابوداؤد طَیالسیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے امام شعبہ نے کہا کہ تم جریر بن حازم کے پاس جاؤ اور کہو کہ" آپ کے لئے جائز نہیں ہے کہ آپ حسن بن عُمارہ سے روایت کریں، کیونکہ وہ جھوٹ بولتا ہے"، ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ شعبہ نے کہا کہ اس نے ہمیں حَکَم بن عُتَیْبَہ سے چند ایسی حدیثیں بیان لی ہیں کہ میں ان کی کوئی اصلیت نہیں پاتا، ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اس نے کون سی حدیثیں بیان کی ہیں؟ شعبہ نے کہا کہ میں نے حَکَم سے معلوم کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحُد کے شہداء کی نماز جنازہ پڑھی ہے؟ تو حکم نے کہا کہ: نہیں پڑھی ہے۔ اب حسن بن عمارہ حَکَمْ عَنْ مِقْسَمْ عن ابن عباس کی سند سے بیان کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور ان کو دفن کیا ہے (اگر یہ حدیث حکم کے پاس ہوتی تو وہ اس کے خلاف کیسے کہتے؟) اسی طرح میں نے حَکَم سے معلوم کیا ہے کہ آپ ولد الزنا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ: اس کی

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں تہذیب ص۳۰۴/۲ تقریب ص۱۶۹/۱ میزان ص۵۱۳/۱ الضعفاء للدارقطنی ص۱۹۳ ولابن الجوزی ص۲۰۷/۱ وللعقیلی ص۲۳۷/۱ التاریخ الصغیر للبخاری ص۱۰۹/۲۔

نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ کس روایت سے ثابت ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے (یعنی ان کا فتویٰ ہے) اب، حسن بن عمارہ کہتا ہے کہ ہمیں حکم نے بیان کیا، یحیی بن جَزّار سے روایت کرتے ہوئے، وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ولد الزنا کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، حالانکہ یہ حسن بصری کا فتویٰ ہے، حضرت علی رض کا فتویٰ نہیں ہے)

تشریح:- شہداء اُحد کے بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں، چنانچہ مجتہدین میں شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں اختلاف بھی ہے مگر یہاں امام شعبہ رحمہ اللہ کی مراد صرف اتنی ہے کہ حضرتِ حکم سے اس سلسلہ میں کوئی روایت مروی نہیں ہے، حسن جو ان کی طرف منسوب کرکے روایت بیان کرتا ہے وہ جھوٹ ہے۔

(۲۴) زیاد بن میمون (۲۵) خالد بن مَحْدُوج

(۱) ابو عمار زیاد بن میمون ثقفی، فاکہانی، بصری، واضع حدیث اور بڑا جھوٹا راوی ہے، حضرت انس رض سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر گھڑ گھڑ کر ان سے روایت کرتا تھا۔ عُطّارہ (ایک صحابیہ) کی حدیث اس کی گھڑی ہوئی ہے، یہ روایت مختصراً الاصابہ اور لسان المیزان میں اور مفصل کتاب الموضوعات لابن الجوزی میں ہے۔[1]

(۲) ابو رَوْح خالد بن مَحْدُوج واسطی بھی حضرت انس رض سے روایت کرتا ہے اور نہایت ضعیف اور متروک راوی ہے۔[2]

وحدثنا الحسن الحلوانی، قال: سمعتُ یزیدَ بن هارون، وذکر زیادَ بن میمونٍ، فقال: حَلَفتُ أن لا أَروِیَ عنه شیئاً، ولا عن خالد بن مَحْدُوجٍ، وقال، لقیتُ زیادَ بن میمونٍ، نسألتُه عن حدیثٍ، فحدَّثنی به عن بکرٍ المزنی، ثم عُدْتُ الیه فحدَّثنی به عن مُوَرِّقٍ، ثم عدتُ الیه، فحدَّثنی به عن الحسن، وکان یَنْسِبُهُمَا

[1] تفصیلی حالات کے لئے دیکھیں لسان ص۴۹۰/۲ میزان ص۹۴/۲ الضعفاء للعقیلی ص۷۵/۲ ولابن الجوزی ص۳۰۱/۱ وللدارقطنی ص۲۱۵، التاریخ الکبیر للبخاری ص۳۷۹/۲/۲ والصغیر له ص۱۳۶/۲

[2] حالات کے لئے دیکھیں میزان ص۶۴۲/۱ لسان ص۳۸۶/۲ الضعفاء للعقیلی ص۱۵/۲ ولابن الجوزی ص۲۵۰/۱ وللدارقطنی ص۱۹۹، التاریخ الکبیر للبخاری ص۱۷۲/۱/۲ والصغیر له ص۹۰/۲۔

الی الکذب، قال الحلوانی، سمعتُ عبدالصمد — وذکرتُ عندہٗ
زیاد بنَ میمون — فنَسَبَہٗ الی الکَذِب۔

ترجمہ (۸۲) یزید بن ہارون نے زیاد بن میمون کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ: میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سے کوئی روایت نہیں کروں گا اور نہ خالد بن محدوج سے (کوئی روایت کروں گا) اور یزید نے کہا کہ میری زیاد سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے ایک حدیث پوچھی، پس اس نے وہ حدیث بکر بن عبداللہ مزنی سے روایت کرکے مجھ سے بیان کی پھر میں دوبارہ اس سے ملا تو اس نے وہ حدیث مُوَرِّق بن مُشَمْرِج بن عبداللہ ابو المعتمر عجلی بصری سے روایت کرکے بیان کی، پھر میں تیسری مرتبہ اس سے ملا تو وہی حدیث اس نے حسن بصری سے روایت کرکے سنائی — (حلوانی کہتے ہیں) اور یزید ان دونوں (زیاد و خالد) کو جھوٹ کی طرف منسوب کرتے تھے۔
حسن حلوانی کہتے ہیں کہ میں نے عبدالصمد بن عبدالوارث عنبری تنوری، ابو سہل بصری کے سامنے زیاد بن میمون کا تذکرہ کیا تو انھوں نے بھی اس کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا۔

وحدثنا محمود بن غیلان، قال، قلتُ لابی داؤد الطیالسی، قد اَکْثَرْتَ عن عبادِ بن منصور، فما لکَ لم تَسْمَعْ منه حدیث العَطَّارة، الذی روی لنا النَّضْرُ بنُ شُمَیْل؟ قال لی، اسْکُتْ! فانا لقیتُ زیادَ بنَ میمونٍ، وعبدُ الرحمن بن مهدی، فسألناہُ فقلنا له: هذه الاحادیثُ التی تَرْوِیها عن انس؟ فقال، أرأیتُما رجلاً یُذْنِبُ فیتوبُ، ألَیْسَ یتوبُ اللهُ علیه؟ قال، قلنا: نعم! قال: ما سمعتُ من انس من ذا قلیلاً ولا کثیراً: ان کان لا یعلمُ الناسُ فانتُما لا تعلمانِ، أنّی لم ألْقَ أنساً؟ قال ابوداؤد، فبلغنا بعدُ انه یروی، فاتیناہ انا وعبدُالرحمن، فقال: أتوبُ! ثم کان بعدُ یُحَدِّثُ فترکناہ۔

ترجمہ (۸۳) محمود بن غیلان کہتے ہیں کہ میں نے ابوداؤد طیالسی سے کہا کہ آپ عباد بن منصور سے بکثرت روایتیں کرتے ہیں، پھر کیا بات ہے کہ آپ نے عُطارہ والی روایت — جو نضر بن شمیل نے ہم سے بیان کی ہے — عَبّاد بن منصور سے نہیں سنی! (عَطّارہ (عطر فروش) خولاءؓ بنت ثویت کی روایت زیاد بن میمون حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے، اور زیاد سے عباد بن منصور، اور ان سے نضر بن شمیل اور ان سے محمود بن غیلان نے سنی ہے۔ ابوداؤد طیالسی بھی چونکہ عباد بن منصور کے خاص شاگرد ہیں، اسلئے ابن غیلان نے ان سے دریافت کیا کہ آپ عطارہ والی روایت کیوں بیان نہیں کرتے؟ کیا آپ نے یہ روایت عبّاد سے نہیں سنی؟) طیالسی نے جواب دیا کہ چپ رہو! (وہ حدیث قابل روایت نہیں ہے) کیونکہ میں نے اور ابن مہدی نے زیاد سے (جو عباد کا استاذ ہے) ملاقات کی ہے، ہم نے اس سے پوچھا کہ یہ حدیثیں جو آپ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں (کیسی ہیں؟ آپ نے خود حضرت انسؓ سے سنی ہیں؟) تو اس نے جواب دیا کہ آپ دونوں حضرات مجھے بتائیں کہ اگر کوئی شخص گناہ کرے، پھر توبہ کرے، تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں فرمائیں گے؟ — طیالسی کہتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ: ہاں! (قبول فرمائیں گے) زیاد نے کہا کہ: میں نے ان حدیثوں میں سے کوئی بھی حضرت انسؓ سے نہیں سنی ہے، نہ تھوڑی نہ زیادہ، اگر دوسرے لوگ یہ بات نہیں جانتے تو کیا آپ حضرات بھی یہ بات نہیں جانتے کہ میری حضرت انس سے ملاقات نہیں ہوئی؟! طیالسی کہتے ہیں کہ پھر ہمیں اطلاع ملی کہ وہ حضرت انسؓ سے روایت کرتا ہے، تو میں اور ابن مہدی دوبارہ اسکے پاس گئے، تو اس نے کہا کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ پھر اسکے بعد بھی وہ حضرت انسؓ سے روایت کیا کرتا تھا، چنانچہ ہم نے اس کو چھوڑ دیا (یعنی اس کو متروک الحدیث قرار دیدیا)

(نوٹ) عبدالرحمن کا عطف لقیتُ کی ضمیر فاعل پر ہے اور ضمیر متصل پر عطف بغیر ضمیر فصل کی تاکید کے جائز ہے، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان فصل ہو جانے کی صورت میں۔

(۲۶) عبدالقدوس شامی

ابو سعید عبدالقدوس بن حبیب کلاعی، دِمَشقی، شامی، وُحاظی کی حدیثوں کے ترک پر محدثین کا اجماع ہے، یہ شخص ضعیف ہی نہیں بلکہ مُغَفَّل بھی تھا۔ اس کا تذکرہ پہلے ص ۴۱ پر گذر چکا ہے

حدثنا حسن الحلوانی، قال، سمعتُ شَبَابَةَ قال، کان عبدالقدوس یُحَدِّثُنا، فیقولُ: سوید بن عَقَلَةَ۔ قال شَبَابَةُ: وسمعتُ عبدَ القدوس، یقول: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم أن یَتَّخِذَ الرَّوْحُ عَرَضًا۔ قال، فقیل له: أیُّ شیءٍ

هذا! قال: يعني تُتَّخَذُ كَوَّةٌ في حائطٍ، ليدخُلَ عليه الرَّوْحُ -

ترجمہ:- (۸۴) شبابہ بن سوار مدائنی کہتے ہیں عبد القدوس ہم سے حدیث بیان کیا کرتا تھا، تو (سُوید بن غَفَلَہ کی جگہ) سوید بن عَقلہ (غین کے بجائے عین مہملہ اور فا کے بجائے قاف کے ساتھ) کہا کرتا تھا۔

شبابہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد القدوس کو (یہ حدیث: نہى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يُتَّخَذَ الرُّوحُ غَرَضًا یعنی کسی رُوح (جاندار) کو (نشانہ کی مشق کے وقت) تیروں کا نشانہ بنانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا): اس حدیث کو اس طرح بیان کرتے ہوئے سنا کہ نہى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يُتَّخَذَ الرَّوْحُ (بفتح الواء) عَرْضًا (بالعین المہملہ وسکون الراء)

شبابہ کہتے ہیں کہ عبد القدوس سے پوچھا گیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ دیوار میں روشندان کھولا جائے۔ جس سے ہوا آئے (یعنی ہوا کے لئے دیوار میں عرض (چوڑائی) میں روشندان کھولنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، اگر کسی کو روشندان کھولنا ہو تو لمبائی میں کھولے، استغفر اللہ!)

(۲۷) مہدی بن ہلال

ابو عبد اللہ مہدی بن ہلال بصری متروک راوی ہے۔ ابن مَعین کہتے ہیں کہ گمراہ شخص تھا اور حدیثیں گھڑتا تھا، قدریہ فرقہ سے اس کا تعلق تھا۔[1]

قال مسلم: وسمعتُ عبيدَ الله بن عمر القواريري، يقول: سمعتُ حمادَ بنَ زيدٍ، يقول لرجلٍ بعدَ ما جلس مهديُّ بنُ هلالٍ، بأيامٍ: ماهذه العينُ المالحةُ التي نَبَعَتْ قِبَلَكُمْ؟! قال: نعم! يا أبا اسماعيل!

ترجمہ (۸۵) حماد بن زید نے مہدی بن ہلال کی تحدیث شروع کرنے کے چند دن بعد ایک شخص سے کہا کہ: یہ کیسا نمکین چشمہ ہے جو تمہاری طرف اُبلا ہے؟! (یعنی حدیث شریف کی یہ کیسی نئی فیکٹری

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں میزان ۴/۱۹۵، لسان ۶/۱۰۶، الضعفاء للعقیلی ۴/۲۲۷ وللدارقطنی ص۳۵۷ ولابن الجوزی ۳/۱۴۳ التاریخ الکبیر للبخاری ۴/۱/۴۲۵، والصغیر ۲/۲۲۳۔

تمہاری طرف کھلی ہے؟!) اس شخص نے (بطور تائید) کہا کہ۔ جی ہاں! اے ابو اسماعیل! (ابو اسماعیل حضرت حماد کی کنیت ہے)

(۲۸) ابان بن ابی عیاش

ابو اسماعیل ابان بن ابی عیاش فیروز عبدی زاہد بصری (متوفی تقریباً ۱۴۰ھ) تابعی صغیر ہے اور نہایت ضعیف بلکہ متروک الحدیث راوی ہے، سنن ابو داؤد میں اس کی حدیث ہے۔[1]

وحدثنا الحسن الحلواني، قال: سمعتُ عَفَّان. قال: سمعتُ أبا عوانة قال: ما بلغني عن الحسن حديثٌ إلا أتيتُ به أبانَ بنَ أبي عياشٍ فقرأَهُ عَلَيَّ

ترجمہ (۸۶) ابو عوانہ وضاح بن عبد اللہ یَشکُری کہتے ہیں کہ مجھے جب بھی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی کوئی حدیث ملی تو میں اس کو ابان بن ابی عیاش کے پاس لایا، پس ابان نے وہ حدیثیں مجھے سنائیں۔

تشریح:- یعنی ابان حسن بصری سے جو حدیثیں روایت کرتا ہے وہ اس کی حضرت حسن بصری سے سنی ہوئی نہیں ہیں یہ حدیثیں اس کو ابو عوانہ نے مختلف لوگوں سے سن کر، جمع کرکے، لاکر دی ہیں، میزان الاعتدال میں امام احمد رحمہ اللہ سے عفان کا قول اس طرح مروی ہے۔

قال احمد بن حنبل: قال عفان: أَوَّلُ من أَهْلَكَ أبانَ بنَ أبي عياشٍ ابوعوانةَ جمع احاديث الحسن فجاء به الى أبان فقرأَهُ عليه۔

عفان کہتے ہیں کہ ابان کو سب سے پہلے تباہ کرنے والے ابو عوانہ ہیں، انھوں نے حسن بصری کی حدیثیں جمع کرکے ابان کو لاکر دیں، پس ابان نے (راوں) وہ صحیفہ ابو عوانہ کو سنایا (پھر اور لوگوں کو سنانا شروع کیا)

میزان الاعتدال ہی میں خود ابو عوانہ کا قول اس طرح مروی ہے

قال ابو عوانة: كنتُ لا أسمع بالبصرة حديثًا

ابو عوانہ کہتے ہیں کہ میں بصرہ میں جب بھی کوئی

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں۔ التاریخ الکبیر للبخاری ۱/۱/۴۵۴ والصغیر ۲/۵۰ میزان ۱/۱۰ تہذیب ۱/۹۷ تقریب ۱/۳۱ الضعفاء للعقیلی ۱/۳۸ ولابن الجوزی ۱/۱۹، وللدارقطنی ص۱۴۷

إلاَّ جئتُ به أبانَ، فحدَّثني به عن الحسن، حتى جمعتُ منه مُصْحَفًا، فما أستَحِلُّ أن أروِيَ عنه۔

حدیث سنتا تو اس کو ابان کے پاس لاتا، پس ابان نے وہ مجھے سنائیں، حسن بصری سے روایت کرکے یہاں تک کہ میں نے ابان سے روایات کی ایک کتاب تیار کرلی مگر اب اُس سے (ابان سے یا اُس کتاب سے) روایت کرنا میں جائز نہیں سمجھتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ابو عوانہ نے صحیفہ تیار کرکے ابان کو نہیں دیا تھا بلکہ ابان سے روایتیں سنکر ان کا صحیفہ تیار کیا تھا، نیز ابو عوانہ نے صرف حضرت حسن کی روایات لاکر نہیں دی تھیں بلکہ ہر طرح کی حدیثیں لاکر دی تھیں، اس لئے واقعہ کی صحیح صورت یہ ذہن میں آتی ہے کہ ابو عوانہ جو جو حدیثیں بصرہ میں سنتے، خواہ وہ حضرت حسن سے مروی ہوں یا کسی اور سے وہ آکر ابان کو توثیق کیلئے یا کسی اور مقصد سے سناتے، ابان ان کو سن کر لکھ لیتا پھر بوقت تحدیث حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی سند سے روایت کرتا، عرصہ کے بعد ابو عوانہ کو خیال آیا کہ ابان حضرت حسن بصری سے جو روایتیں بیان کرتا ہے وہ تو وہی روایتیں ہیں جو خود انھوں نے مختلف لوگوں سے سن کر ابان کو سنائی ہیں، چنانچہ انھوں نے ابان سے سنی ہوئی حدیثوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کرنے کے باوجود ابان سے روایت ترک کردی۔

وحدثنا سويد بن سعيد، قال، ثنا علي بن مُسْهِرٍ. قال، سمعتُ انا وحمزةُ الزيّاتُ، من ابانَ بنِ عيّاشٍ، نَحْوًا مِنْ أَلْفِ حديثٍ، قال علي: فلقيتُ حمزةَ. فاخبرني، أنه رأى النبيَّ صلى الله عليه وسلم في المنام، فعرض عليه ما سَمِعَ من أبانَ، فما عرف منها إلَّا شيئًا يسيرًا: خمسةً اوستةً

ترجمہ (۸۷) علی بن مسہر کہتے ہیں کہ میں نے اور حمزہ زیات نے ابان سے تقریبًا ایک ہزار حدیثیں سنیں، علی بن مُسہر کہتے ہیں کہ پھر میں حمزہ زیات سے ملا، تو انھوں نے مجھے بتلایا کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو ابان سے جو حدیثیں سنی تھیں، وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے صرف چند کو پہچانا، پانچ یا چھ کو۔

تشریح :- اس جرح پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ خواب حجت نہیں ہے، بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ عام خواب حجت نہیں ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا حکم اور ہے، کیونکہ شیطان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت نہیں بنا سکتا، مگر یہ جواب صحیح نہیں ہے، صحیح یہ ہے کہ مطلق خواب حجت نہیں ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا اگرچہ حقیقۃً دیکھنے کے مانند ہے مگر خواب دیکھنے والا چونکہ نیند کی حالت میں ہوتا ہے اس لئے خواب کی ساری باتیں نہ تو سمجھ سکتا ہے نہ محفوظ رکھ سکتا ہے اس لئے صحیح جواب وہ ہے جو قاضی عیاض (شارح مسلم شریف) نے دیا ہے کہ: ان حضرات کے ذہن میں ابان بن ابی عیاش کا ضعف دیگر قرائن و دلائل کی وجہ سے ہے، خواب سے محض تائید حاصل کی گئی ہے"

(....) بقیۃ بن الولید (۲۹) اسماعیل بن عیاش (....) عبد القدوس شامی

(بقیہ کا تذکرہ روایت ۹ م ۹۴ میں گذر چکا ہے اور عبد القدوس کا ذکر روایت ۲۶ م ۴۱ میں گذر چکا ہے)
ابو عتبہ اسماعیل بن عیاش بن سُلیم عَنسی، حِمصی (ولادت ۱۰۲ھ وفات ۱۸۲ھ) بڑے آدمی تھے، سنن اربعہ میں ان کی روایت ہے، یہ اپنے ہم وطن (شام) کے اساتذہ سے جو روایت کرتے ہیں ان کو سب ائمہ نے صحیح تسلیم کیا ہے، البتہ ان کی حجازی اور عراقی اساتذہ سے جو روایات ہیں ان پر محدثین نے کلام کیا ہے[1]

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمٰن الدَّارِمي، قال: انا زكريا بن عديّ قال، قال لي أبو إسحق الفَزَارِيُّ: اُكتُبْ عن بَقِيَّةَ ما روى عن المعروفين، ولا تَكتُبْ عنه ما روى عن غير المعروفين. ولا تَكتُبْ عن اسماعيل بن عَيَّاشٍ ما روى عن المعروفين. ولا عن غيرهم

ترجمہ (۸۸) ابو اسحق فَزاری نے زکریا سے فرمایا کہ: بقیۃ بن الولید کی وہ روایتیں لکھو جو وہ معروف اساتذہ سے کرتے ہیں، اور وہ روایتیں نہ لکھو جو وہ غیر معروف اساتذہ سے کرتے ہیں، اور اسماعیل بن عیاش کی کوئی روایت نہ لکھو خواہ وہ معروف اساتذہ سے روایت کریں یا غیر معروف سے

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں میزان ۱/۲۴۰ تہذیب ۱/۳۲۱ تقریب ۱/۷۳ التاریخ الکبیر للبخاری ۱/۱/۳۲۱ والصغیر ۲/۲۹ الضعفاء للعقیلی ۱/۸۸ ولابن الجوزی ۱/۱۱۵۔

نوٹ:۔ ابواسحٰق فزاری رحمہ اللہ کی اسماعیل بن عیاش کے بارے میں یہ رائے دوسرے محدثین نے قبول نہیں کی ہے، بلکہ صحیح بات وہ ہے جو ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب میں لکھی ہے کہ صَدُوْقٌ فی روایتہ عن أھلِ بلدہٖ، مُخَلِّطٌ فی غیرھم (شامی اساتذہ سے روایت میں ٹھیک ہیں، باقی اساتذہ سے روایت میں غت ربود (خلط ملط) کرتے ہیں)

وحَدثنا اسحاق بن ابراھیم الْحَنْظَلِیُّ، قَال، سمعتُ بعضَ أصحابِ عبدِ اللّٰہ، قال: قال ابنُ المبارك: نِعْمَ الرجلُ بَقِیَّۃُ لَوْلَا أنَّہٗ کَانَ یَکْنِی الأسَامِیَ، وَیُسَمِّی الْکُنٰی، کان دَھْرًا یحدثنا عن ابی سعیدٍ الْوُحَاظِیِّ، فنظرنا فإذا ھو عبد القدوس!

ترجمہ (۸۹) ابن المبارک فرماتے ہیں کہ: "بقیۃ اچھے آدمی تھے، اگر وہ ناموں کو کنیت سے اور کنیت کو ناموں سے بدلا نہ کرتے، وہ عرصہ تک ہمیں ابوسعید وُحَاظِیُّ سے حدیثیں سناتے رہے پھر جب ہم نے غور کیا تو وہ عبدالقدوس نکلا!"

تشریح:۔ تدلیس کی متعدد صورتیں ہیں مگر مشہور تین قسمیں ہیں۔ تدلیسُ الاسناد، تدلیسُ الشیوخ، اور تدلیسُ التسویہ ـــــ ابن المبارک رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا روایت میں بقیۃ بن الولید کی جس تدلیس کا ذکر کیا ہے وہ تدلیس الشیوخ ہے۔

تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کا جو ضعیف یا معمولی درجہ کا راوی ہے، تذکرہ غیر معروف نام سے یا غیر معروف کنیت سے، یا غیر معروف نسبت سے، یا غیر معروف صفت سے کرے تاکہ لوگ اس کو پہچان نہ سکیں، تدلیس کی یہ صورت نامناسب ہے مگر جائز ہے۔

بقیۃ بن الولید پر ابن المبارک کے علاوہ دوسرے ائمہ نے تدلیس الاسناد کا اعتراض بھی کیا ہے، تدلیس الاسناد یہ ہے کہ محدث کسی حدیث کو ایسے شیخ سے روایت کرے جو اس کا ہم عصر ہے مگر اس سے ملاقات نہیں ہوئی یا ملاقات تو ہوئی ہے مگر اس سے کوئی حدیث نہیں سنی، یا حدیث تو سنی ہے مگر یہ حدیث جو بیان کر رہا ہے وہ نہیں سنی بلکہ یہ حدیث اس محدث نے اس شیخ کے کسی ضعیف یا معمولی شاگرد سے سنی ہے، پھر اس واسطہ کو حذف کر کے اس شیخ سے اس طرح روایت کرتا ہے کہ سماع کا وہم ہوتا ہے ـــــ تدلیس کی یہ قسم مذموم اور ناجائز ہے۔

تدلیس التسویہ یہ ہے کہ محدث اپنے شیخ کو تو حذف نہ کرے البتہ حدیث کو عمدہ بنانے کیلئے اوپر کے کسی ضعیف یا معمولی راوی کو حذف کر دے اور وہاں ایسا لفظ رکھ دے جس میں سماع کا احتمال ہو ـــــ تدلیس کی یہ صورت بدترین قسم اور حرام ہے۔

نوٹ:۔ کسی محدث کا ثقہ استاذ کو حذف کرنا بھی اگرچہ اصطلاح میں تدلیس کہلاتا ہے، مگر وہ مذموم اور ناجائز نہیں ہے، جیسے ابن عیینہ کی تدلیس اور امام بخاری کی تدلیس۔

حدثنی احمد بن یوسف الأزدِیُّ، قال، سمعتُ عبدَ الرزاقِ، یقولُ: ما رأیت ابنَ المبارکِ یُفْصِحُ بقولہٖ "کَذَّابٌ" إلَّا العبدَ القدوس، فإنی سمعتُہٗ یقولُ لہٗ "کَذَّابٌ"!

ترجمہ (۹۰) عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو کبھی کسی شخص کے بارے میں صاف کَذَّابٌ (بڑا جھوٹا) کہتے نہیں سنا، سوائے عبدالقدوس کے، پس میں نے ابن المبارک کو عبدالقدوس کے بارے میں کذاب کہتے ہوئے سنا ہے (أَفْصَحَ إِفْصَاحًا، مراد کو صاف واضح کرنا)

(۳۰) مُعَلّٰی بن عرفان

مُعَلّٰی بن عُرفان متروک، منکر الحدیث، غالی شیعہ اور فن تاریخ سے بالکل جاہل آدمی تھا وہ اپنے چچا حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ سے روایت کرتا ہے [1]

حدثنی عبد اللّٰہ بن عبد الرحمٰن الدارمی، قال، سمعتُ ابا نُعیمٍ وذکر المُعَلّٰی بنَ عُرفان، فقال، قال، حدثنا أبو وائلٍ، قال: خرج علینا ابنُ مسعود بصِفِّیْنَ، فقال ابو نُعیمٍ، أتُرَاہُ بُعِثَ بعدَ الموتِ؟!

ترجمہ (۹۱) ابو نُعیم فضل بن دُکین نے معلّٰی بن عُرفان کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اس نے کہا، بیان کیا ہم سے ابووائل نے کہ: جنگ صفین کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس پر ابو نُعیم نے کہا کہ: کیا آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مرے پیچھے زندہ کئے گئے؟!

---

[1] تفصیلی حالات کیلئے دیکھیں میزان ۱۴۹/۴ لسان ۶۳/۶ الضعفاء للعقیلی ۲۱۳/۴ وللدار قطنی ص۳۵۸ ولابن الجوزی ۱۳۱/۳ ... للبخاری ... ۳۰۵

تشریح:- ابن مسعودؓ کی وفات ۳۲ھ میں خلافت عثمانی میں ہوئی ہے اور جنگ صفین حضرت علیؓ کی خلافت میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہوئی ہے، پس جنگ صفین کے موقع پر حضرت ابن مسعودؓ کا تشریف لانا اسی وقت ممکن ہے جب کہ وہ مرے پیچھے زندہ کئے گئے ہوں۔

(۳۱) نامعلوم راوی پر جرح

ذیل کی روایت میں عفّان نے ایک راوی پر جرح کی ہے، جس کا نام اگرچہ ہمیں معلوم نہیں ہے مگر جرح کا انداز سمجھنے کے لئے اس کا جاننا ضروری بھی نہیں ہے۔

> حدثني عَمرو بن علي، وحسنُ الحلواني، كلاهما، عن عفّان بنِ مسلم، قال، كنا عند اسماعيل بن عُلَيَّةَ، فحدَّث رجلٌ عن رجلٍ، فقلتُ: إنَّ هذا ليس بثَبْتٍ! قال، فقال الرجل: اغتبْتَهُ! قال اسماعيلُ: ما اغتابَهُ، ولكنه حَكَمَ أنه ليس بثبتٍ۔

ترجمہ (۹۲) عفّان کہتے ہیں کہ ہم ابن علیہؒ کے پاس تھے کہ ایک شخص نے کسی راوی سے روایت کی، تو میں نے کہا کہ: وہ (مروی عنہ) ثبت (مضبوط راوی) نہیں ہے! عفان کہتے ہیں کہ اس شخص نے کہا کہ، آپ نے اس (مروی عنہ) کی غیبت کی! ابن علیہ نے فرمایا کہ: انھوں نے غیبت نہیں کی، بلکہ حکم لگایا کہ وہ مضبوط راوی نہیں ہے۔

نوٹ:- یہ مسئلہ تفصیل سے ص۱۳۰ پر آرہا ہے کہ ضعیف راویوں پر جرح کرنا غیبت نہیں ہے، کیونکہ یہ دین کی حفاظت وصیانت کیلئے ہے کسی کی توہین کیلئے نہیں ہے۔

(۳۲) محمد بن عبد الرحمن (۳۳) ابو الحویرث (۳۴) شعبہ قرشی ہاشمی (۳۵) صالح مولی التوأمہ (۳۶) حرام بن عثمان (۳۷) نامعلوم

(۱) ابو جابر محمد بن عبد الرحمن بیاضی، مدنی کے ضعف پر ائمہ کا اتفاق ہے، امام احمد نے اس کو نہایت منکر الحدیث کہا ہے، سعید بن المسیب سے روایت کرتا ہے[1]۔

---

[1] مصادر ترجمہ:- لسان ص۲۴۴/۵ میزان ص۶۱۷/۳ الضعفاء للعقیلی ص۱۰۴/۴ وللدارقطنی ص۳۳۵ ولابن الجوزی ص۷۰/۳ التاریخ الکبیر للبخاری ص۱۴۳/۱/۱ والصغیر ص۴۸/۲

(۲) ابو الحویرث عبد الرحمن بن معاویہ بن حویرث انصاری، زُرَقی، مدنی، معمولی درجہ کا راوی ہے، فرقہ مرجئہ سے تعلق ہونے کا بھی اس پر الزام ہے، ابو داؤد اور ابن ماجہ کا راوی ہے اور سیّئ الحفظ ہے[2]۔

(۳) ابو عبد اللہ شعبہ بن یحیی (دینار) قرشی، ہاشمی، مدنی (مولی ابن عباس) بھی معمولی درجہ کے راوی ہیں، امام ابو داؤد نے ان کی حدیث لی ہے[3]۔

(۴) صالح بن نبہان، مولی التوأمہ، مدنی (متوفی ۱۲۵ھ) صَدُوق (معمولی درجہ کے معتبر راوی) ہیں، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی حدیث لی ہے، آخر عمر میں ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا، اس لئے صرف قدیم شاگردوں کی روایتیں معتبر ہیں، امام مالک رحمہ اللہ نے جو ان کو غیر ثقہ کہا ہے، اس کو علماء نے آخری زندگی کی روایات پر محمول کیا ہے[4]۔

(۵) حرام بن عثمان انصاری، سلمی نہایت ضعیف اور غالی شیعہ تھا، امام شافعی اور ابن معین کا قول ہے الروایۃُ عن حرامٍ حرامٌ![5]

> وحدثني ابو جعفر الدارمي، قال، ثنا بِشرُ بنُ عمر، قال، سألتُ مالكَ بنَ أنس، عن محمد بن عبد الرحمن الذي يَروي عن سعيد بن المسيب ——؟ فقال، ليس بثقةٍ وسألتُ مالكَ بن أنس عن أبي الحُوَيرِثِ؟ فقال، ليس بثقةٍ، وسألته عن شُعبةَ —— الذي يروي عنه ابنُ أبي ذِئبٍ —؟ فقال، ليس بثقةٍ، وسألتُه عن صالحٍ مولَى التوأمةِ؟ فقال، ليس بثقةٍ، وسألتُهُ عن حرام بن عثمان؟ فقال ليس بثقةٍ وسألتُ مالكًا عن هؤلاءِ الخمسةِ؟ فقال: لَيسُوا بثقةٍ في حديثهم، وسألتُهُ عن رجلٍ آخرَ نسيتُ اسمَهُ —؟ فقال: هل رأيتَه في كُتُبِي؟ قلتُ: لَا، قال، لو كان ثقةً لرأيتَهُ في كتبي۔

---

[2] مصادر ترجمہ:- تہذیب ص۲۴۲/۲ تقریب ص۴۹۸/۱ میزان ص۵۹۱/۲ و ص۵۱۸/۴ التاریخ الکبیر للبخاری ص۳۵۰/۲/۱ الضعفاء للعقیلی ص۳۴۴/۲ ولابن الجوزی ص۱۰۰/۲۔

[3] مصادر ترجمہ:- میزان ص۲۷۴/۲ تہذیب ص۳۴۶/۴ تقریب ص۳۵۱/۱:

[4] مصادر ترجمہ:- تہذیب ص۴۰۵/۴ تقریب ص۳۶۳/۱ میزان ص۳۰۲/۲ الضعفاء للعقیلی ص۲۰۴/۲ ولابن الجوزی ص۵۱/۲، التاریخ الکبیر للبخاری ص۲۹۱/۲/۲ والصغیر له ص۷/۲

[5] مصادر ترجمہ:- میزان ص۴۶۸/۱ لسان ص۱۸۲/۲ الضعفاء للدارقطنی ص۱۸۵ ولابن الجوزی ص۱۹۴/۱ وللعقیلی ص۳۲۰/۱ التاریخ الکبیر للبخاری ص۹۲/۱/۲ والصغیر له ص۹۹/۲ الاکمال لابن ماکولا ص۴۱۳/۲ تبصیر المنتبہ فی تحریر المشتبہ ص۴۲۳/۱

ترجمہ (۹۳) بشر بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے محمد بن عبدالرحمٰن کے بارے میں ـــ جو سعید بن المسیب سے روایت کرتا ہے ـــ دریافت کیا؟ تو امام مالک نے فرمایا کہ: "وہ ثقہ نہیں ہے" اور میں نے امام مالک سے ابو الحویرث کے بارے میں دریافت کیا؟ تو فرمایا کہ: "وہ ثقہ نہیں ہے" اور میں نے ان سے شعبہؒ کے بارے میں ـــ جن سے ابن ابی ذئب روایت کرتے ہیں ـــ دریافت کیا؟ تو فرمایا کہ: "وہ ثقہ نہیں ہے" اور میں نے اُن سے صالح مولی التوأمہ کے بارے میں دریافت کیا؟ تو فرمایا کہ: "وہ ثقہ نہیں ہے"۔ اور میں نے ان سے حرام بن عثمان کے بارے میں دریافت کیا؟ تو فرمایا کہ: "وہ ثقہ نہیں ہے" میں نے امام مالک سے ان پانچوں کے بارے میں دریافت کیا، تو فرمایا کہ: "یہ سب اپنی حدیثوں میں قابل اعتماد نہیں ہیں" میں نے ان سے ایک اور شخص ـــ جس کا نام میں بھول رہا ہوں ـــ دریافت کیا؟ تو فرمایا کہ: "تم نے اسکی روایت میری کتابوں میں دیکھی ہے"؟ میں نے کہا: "نہیں" امام مالک نے فرمایا کہ: "اگر وہ ثقہ ہوتا تو تم اس کو میری کتابوں میں ضرور دیکھتے"۔

فائدہ:... اس سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ غیر ثقہ راوی کی روایت نہ لیں، پس موطا کا ہر راوی امام مالک کے نزدیک ثقہ ہے، یہی بات صحیحین کے بارے میں بھی یاد رکھنی چاہئے کیونکہ شیخین نے بھی اس بات کا التزام کیا ہے، پس اگر کسی راوی پر کسی نے جرح کی ہے تو وہ اُس کی اپنی رائے ہے جو امام مالک اور شیخین پر حجت نہیں ہے۔

(۳۸) شُرَحبیل بن سَعد

ابو سعد شرحبیل بن سعد مدنی (متوفی ۱۲۳ھ) صدوق ہیں، بخاری نے الادب المفرد میں اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے سنن میں اُن کی روایت لی ہے تقریباً سو سال عمر پائی تھی چنانچہ آخر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا اس لئے بعض ائمہ نے ان پر جرح کی ہے[1]

وحدثني الفضل بن سهل، قال، حدثني يحيى بن مَعين، قال: نا حجاج، قال، نا ابنُ أبي ذِئب عن شرحبيل بن سعد وكان مُتَّهمًا۔

[1] تفصیلی احوال کیلئے دیکھیں میزان ۲/۲۶۶ تہذیب ۴/۳۲۰ تقریب ۱/۳۴۸۔

ترجمہ (۹۴) حجاج کہتے ہیں کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے حدیث بیان کی شرحبیل بن سعد سے روایت کرتے ہوئے، اور وہ متہم تھے (تشریح کیلئے روایت ۱۵ دیکھیں)

(۳۹) عبداللہ بن مُحَرَّر

عبداللہ بن مُحَرَّر متروک، ناقابل اعتبار راوی ہے، اس کا ذکر ص۴۴ پر گذر چکا ہے۔

وحدثني محمد بن عبد الله بن قُهزاذ، قال سمعتُ أبا إسحاق الطالقانيّ يقولُ: سمعتُ ابن المبارك، يقول، لو خُيِّرتُ بين أن أدخُلَ الجنةَ وبين أن ألقى عبدَ الله بن مُحَرَّر لاخترتُ أن ألقاهُ، ثم أدخُلَ الجنةَ، فلما رأيتُه كانت بَعْرَةٌ أحبَّ إليَّ منه!

ترجمہ (۹۵) ابن المبارک فرماتے ہیں کہ: اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ جنت میں جاؤں یا عبداللہ بن محرر سے ملوں تو پہلے عبداللہ سے ملتا پھر جنت میں جاتا، مگر جب میں نے اس کو دیکھا تو مینگنی میرے نزدیک اس سے زیادہ اچھی چیز ہے!۔

(۴۰) یحییٰ بن ابی اُنیسہ

یحییٰ بن ابی انیسہ جزری متروک راوی ہے، اس کا ذکر پہلے ص۴۴ پر گذر چکا ہے۔

وحدثني الفضل بن سهل، قال: نا الوليد بن صالح، قال: قال عبيد الله بن عمرو، قال زيدٌ ـــ يعني ابن أبي أُنيسة ـــ: لا تأخُذوا عن أخي.

ترجمہ (۹۶) زید بن ابی اُنیسہ کہتے ہیں کہ "میرے بھائی سے روایت نہ لو"

وحدثني أحمد بن إبراهيم الدورقي، قال، حدثني عبد السلام الوابصيُّ، قال، حدثني عبدُ الله بن جعفر الرَّقِّيُّ، عن عبيد الله بن عمرو، قال: كان يحيى بن أبي أُنيسة كذَّابًا۔

ترجمہ (۹۷) عبیداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ: یحییٰ بن ابی اُنیسہ بڑا جھوٹا تھا۔

(۴۱) فرقد بن یعقوب سَبَخی

ابویعقوب فرقد بن یعقوب سَبَخیؒ (متوفی ۱۳۱ھ) صوفی زاہد تھے مگر حدیث شریف میں کمزور اور کثیر الخطا تھے، امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایت لی ہے[1]

> حدثنی احمد بن ابراهیم، قال، حدثنی سلیمان بن حرب، عن حماد بن زید، قال، ذُکر فَرْقَدٌ عند أیوبَ، فقال: "إن فَرْقَدًا لیس صاحبَ حدیثٍ!".

ترجمہ (۹۸) حماد کہتے ہیں کہ ایوب سختیانی کے سامنے فرقد کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا کہ: فرقد فن حدیث کا آدمی نہیں تھا!

(۴۲) محمد بن عبداللہ اللیثی (۴۳) یعقوب بن عطاء

(۱) محمد بن عبداللہ بن عُبید بن عمیر لیثی، مکی، نہایت ضعیف راوی ہے، امام بخاری نے منکر الحدیث اور امام نسائی نے متروک قرار دیا ہے، حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت کرتا ہے[2]

(۲) یعقوب بن عطاء بن ابی رباح مکی (متوفی ۱۵۵ھ) صاحبزادہ ہے اور ضعیف ہے اپنے والد حضرت عطاءؒ سے روایت کرتا ہے، امام نسائی نے اس کی روایت لی ہے[3]

> وحدثنی عبدالرحمٰن بن بِشْر العبدی، قال: سمعتُ یحیی بن سعید القَطَّانَ، ذُکر عنده محمد بن عبد الله بن عبید بن عُمیر اللَّیْثِیُّ، فَضَعَّفَهُ جدًّا، فقیل لیحییٰ، أضعفُ من یعقوبَ بن عطاءٍ؟ قال، نعم، ثم قال، ما کنتُ أُرىٰ أنَّ أحدًا یروی عن محمد بن عبد الله بن عُبید بن عمیرٍ.

[1] مصادر ترجمہ:- میزان الاعتدال ص ۳۴۵/۳، تہذیب ص ۲۶۲/۸
[2] مصادر ترجمہ:- الضعفاء للعقیلی ۹۲/۴ ولابن الجوزی ص ۸۰/۳ و ص ۹۶/۳ و للدارقطنی ص ۳۳۳ میزان ص ۵۹۰/۳ لسان ص ۲۱۶/۵ التاریخ الکبیر للبخاری ۱۳۶/۱/۱ والصغیر ص ۱۶۲/۲۔
[3] مصادر ترجمہ:- میزان ص ۴۵۳/۴، تہذیب ص ۳۹۲/۱۱۔

ترجمہ (۹۹) یحیی قطان کے سامنے محمد بن عبداللہ لیثی کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے اس کی نہایت تضعیف کی، یحیی سے پوچھا گیا کہ: کیا وہ یعقوب بن عطاء سے بھی زیادہ کمزور ہے؟ یحیی نے فرمایا کہ جی ہاں! پھر یحیی نے فرمایا کہ: میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص بھی محمد بن عبداللہ سے روایت کریگا!

(۴۴) حکیم بن جبیر (۴۵) عبدالاعلی بن عامر ثعلبی (۴۶) موسیٰ بن دینار (۴۷) موسیٰ بن دہقان (۴۸) عیسی بن ابی عیسی مدنی

(۱) حکیم بن جُبیر اسدی، کوفی، سننِ اربعہ کے مشہور متکلم فیہ راوی ہیں، یہ ضعیف بھی ہیں اور ان پر شیعیت کا الزام بھی ہے[1]

(۲) عبدالاعلی بن عامر ثعلبی کوفی (متوفی ۱۲۹ھ) بھی سنن اربعہ کے راوی ہیں، صدوق ہیں مگر ان سے حدیثوں میں وہم ہو جاتا تھا[2]

(۳) موسی بن دینار مکی، حضرت سعید بن جُبیر سے روایت کرتے ہیں اور ضعیف راوی ہیں، ساجی نے کذّاب اور متروک کہا ہے[3]

(۴) موسی بن دِہقان کوفی ثم مدنی (متوفی ۱۵۰ھ سے پہلے) حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ضعیف راوی ہیں، آخر عمر میں حافظہ بھی خراب ہو گیا تھا[4]

(۵) عیسی بن ابی عیسی مَیْسَرَہ مدنی، حَنَّاط، خَیَّاط، خَبَّاط، کوفی، ثم مدنی (متوفی ۱۵۱ھ) ابن ماجہ کا راوی ہے اور متروک ہے[5]

> حدثنی بشرُ بن الحَکَمِ، قال: سمعتُ یحیی بن سعید القطان، ضَعَّفَ حکیمَ بنَ جُبیرٍ، وعبدَ الأعلیٰ، وضَعَّفَ یحیی [بن] موسَی بنَ دینارٍ، قال: حدیثُه ریحٌ: "وَضَعَّفَ موسی بن دهقانَ، وعیسی بن ابی عیسی المدنِیَّ.

[1] مصادر ترجمہ:- میزان ص ۵۸۴/۱ تہذیب ص ۴۴۵/۲ تقریب ص ۱۹۳/۱۔
[2] مصادر ترجمہ:- میزان ص ۵۳۰/۲ تقریب ص ۴۶۴/۱ تہذیب ص ۹۴/۶۔
[3] مصادر ترجمہ:- لسان ص ۱۱۶/۶ میزان ص ۲۰۳/۴۔
[4] مصادر ترجمہ:- میزان ص ۲۰۳/۴ تقریب ص ۲۸۳/۲ تہذیب ص ۳۴۳/۱۰۔
[5] مصادر ترجمہ:- تہذیب ص ۲۲۳/۸ تقریب ص ۱۰۱/۲ میزان ص ۳۲۰/۳۔

ترجمہ (١٠٠) یحییٰ قطان رحمہ اللہ نے حکیم بن جُبیر اور عبد الاعلیٰ کی تضعیف کی (یعنی ان کو کمزور راوی قرار دیا) اور حضرت یحییٰ قطان نے موسیٰ بن دینار کی تضعیف کی، یحییٰ نے فرمایا کہ: اس کی حدیث ریح (ہوا یا باد) ہے! اور یحییٰ قطان نے موسیٰ بن دہقان اور عیسیٰ بن ابی عیسیٰ مدنی کی تضعیف کی۔

نوٹ:۔ متن میں جو لفظ (ابن) بین القوسین لیا گیا ہے وہ مسلم شریف کے تمام نسخوں میں ہے مگر امام نووی رحمہ اللہ کی رائے میں یہ صحیح مسلم شریف کے راویوں کی غلطی ہے، یہاں لفظ ابن صحیح نہیں ہے۔

(٤٩) عُبیدہ بن مُعتِّب (٥٠) اَلسَّرِیُّ بن اسماعیل (٥١) محمد بن سالم

(١) ابو عبد الرحیم عبیدۃ بن معتب ضَبّیؒ، کوفی ضعیف راوی سمجھے گئے ہیں، آخر عمر میں حافظہ بگڑ گیا تھا، بخاری شریف میں ایک جگہ (کتاب الاضاحی) میں تعلیقاً ان کی روایت ہے، امام ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایت لی ہے، امام مسلم اور نسائی نے ان کی روایت نہیں لی ہے[1]۔

(٢) اَلسَّرِیُّ بن اسماعیل ہمدانی، کوفی، قاضی تھے مگر متروک راوی ہیں، امام شعبی کے عم زاد ہیں، امام ابن ماجہ نے ان کی روایت لی ہے[2]۔

(٣) ابو سہل محمد بن سالم ہمدانی کوفی بھی ضعیف راوی ہیں، امام ترمذی نے انکی حدیث لی ہے[3]۔

قَالَ: وَسَمِعتُ الحسن بن عیسی، یقولُ، قال لی ابنُ المبارکِ، إذا قَدِمتَ علی جریرٍ فاکتُبْ علمَهُ کلّه، إلّا حدیثَ ثلاثۃٍ: لاتکتُبْ عنہ حدیثَ عبیدۃَ بنِ مُعَتِّبٍ، وَالسَّرِیِّ بن اسماعیلَ، ومحمد بن سالم

ترجمہ (١٠١) امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن عیسیٰ سے سنا، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن المبارک نے فرمایا کہ: جب تم جریرؒ کے پاس پہنچو تو ان کی ساری حدیثیں لے لو، مگر تین شخصوں کی حدیثیں نہ لکھو، عبیدہ بن معتب کی حدیثیں نہ لکھو، اور سری بن اسماعیل کی اور

[1] مصادر ترجمہ:۔ میزان ص٢٥/٣، تہذیب ص٨٦/٧، تقریب ص٥٤٨/١، ابن ماکولا ص٣٨/٩، الضعفاء للعقیلی ص١٢٩/٣، ولابن الجوزی ص١٦٥/٢، التاریخ الکبیر للبخاری ص١٢٧/٢/٣۔

[2] مصادر ترجمہ:۔ میزان ص١١٧/٢، تہذیب ص٤٥٩/٣، تقریب ص٢٨٥/١۔

[3] مصادر ترجمہ:۔ تہذیب ص١٧٩/٩، میزان ص٥٥٢/٣، تقریب ص١٦٣/٢، الضعفاء للدارقطنی ص٣٤٠، ولابن الجوزی ص٦٢/٣۔

محمد بن سالم کی۔

ضعیف راویوں پر کلام ختم ہوا

ضعیف راویوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ابو جعفر عقیلی مکی رحمہ اللہ نے کتاب الضعفاء الکبیر میں جو چار جلدوں میں ہے، اکیس سو سے ٢١٠٠ زائد ضعیف رُوات کا حال لکھا ہے، پھر ہر ضعیف راوی کے بارے میں متعدد ائمہ جرح و تعدیل کا کلام پایا جاتا ہے، ایسی صورت میں سب کا احاطہ کرنا تو مشکل ہے، یہ تو ایک بڑی کتاب کا موضوع ہے، اس مختصر مقدمہ میں اس کی گنجائش نہیں ہے اور ضرورت بھی نہیں ہے، کیونکہ یہاں تو صرف یہ مقصد ہے کہ طلبہ جرح و تعدیل کا انداز سمجھ لیں اور اس مقصد کے لئے جس قدر روایات ذکر کی گئی ہیں، وہ کافی ہیں۔

قال مسلم: وأَشْبَاهُ ماذکرنا، من کلامِ أهلِ العلمِ، فی مُتَّهَمِی رُوَاۃِ الحدیثِ، وإخبارِهِم عن مَعَایِبِهِم کثیرٌ، یطول الکتابُ بذکرہ علی اسْتِقْصَائِهِ، وفیما ذکرنا کفایۃٌ لِمن تَفَهَّمَ وعَقَلَ مذهبَ القومِ فیما قالوا من ذلک وبَیَّنُوا۔

ترجمہ:۔ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں جو ہم نے ذکر کیں یعنی ائمہ حدیث کا کلام متہم رُوات حدیث کے متعلق اور اُن ائمہ کا اطلاع دینا رُوات کے عیوب کے بارے میں، اتنا زیادہ ہے کہ ان سب کا احاطہ کرنے سے کتاب بہت لمبی ہو جائے گی، اور جتنی باتیں ہم نے بیان کی ہیں وہ اُن لوگوں کے لئے بہت کافی ہیں جو محدثین کا نقطۂ نظر جاننا اور سمجھنا چاہتے ہیں، اُس سلسلہ میں جو انھوں نے کہی ہیں اور تفصیل سے بیان کی ہیں (یعنی جرحِ رُوات کے سلسلہ میں ان کا نہج سمجھنا چاہتے ہیں)

لغات:۔ أَشْبَاهٌ، شِبْهٌ اور شَبَهٌ کی جمع ہے بمعنی مانند، مثل ــــ مُتَّهَمٌ (اسم مفعول) اِتَّهَمَهُ بکذا: تہمت لگانا، بدگمانی کرنا ــــ مَعَایِب، مَعَابٌ اور مَعَابَۃٌ کی جمع ہے بمعنی عیب اور برائی ــــ اِسْتَقْصَی مسئلۃً: مسئلہ کی تہ کو پہنچنا (مادہ، ق، ص، و) ــــ تَفَهَّمَ الکلامَ: تھوڑا تھوڑا کر کے سمجھنا ــــ عَقَلَ (ض) الشیَٔ: جاننا، سمجھنا تدبر کرنا۔

ترکیب:- اشباہ الخ مبتدا، کثیرٌ خبر — اشباہ مضاف ما ذکرنا الخ مضاف الیہ — من کلام الخ بیان ما موصول کا — فی منتهی الخ متعلق کلام (مصدر) سے — لِاخبارهم معطوف کلام پر — اخبار مصدر مضاف الی الفاعل، عن معایبهم متعلق اخبار سے — جملہ یطول صفت کثیر کی — بذکرہ متعلق یطول سے (باسببیہ ہے) علی استقصائہ متعلق ذکر (مصدر) سے (علی بمعنی مع ہے) فیما ذکرنا خبر مقدم اور کفایةٌ مبتدا مؤخر، لِمَن متعلق کفایةٌ سے فیما قالوا الخ متعلق تفهّم سے بتضمین تَعَقَّلَ وتفکّرَ۔

ضعیف راویوں پر جرح دینی فریضہ ہے

ضعیف راویوں پر جرح ایک دینی فریضہ ہے غیبت نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے کسی ضعیف راوی پر جرح کی تو ان سے کہا گیا کہ یا شیخ! لا تَغْتَبِ العلماء! (حضرت! علماء کی غیبت نہ کیجئے!) امام احمد نے فرمایا کہ وَیْحَكَ! هذا نَصِیْحَةٌ، ولیس هذا غیبةٌ (ارے! یہ خیر خواہی ہے، غیبت نہیں ہے، یعنی ضعیف رُوات پر جرح کرنے میں دین اسلام اور امت مسلمہ کی خیر خواہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک نے کسی ضعیف راوی پر جرح کی تو ان سے کہا گیا کہ آپ نے غیبت کی! آپ نے فرمایا اُسْكُتْ! اذا لم نُبَیِّن كیف یُعرف الحقُّ من الباطل؟ (چپ کارہ! اگر ہم رُوات کا حال نہیں بتائیں گے تو صحیح، غلط کا پتہ کیسے چلے گا؟!)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب العلل کے شروع میں لکھا ہے کہ

إنهم تكلّموا فی الرجال، وضَعَّفُوا وإنّما حَمَلَهُمْ علی ذلك عندنا — واللہ اعلم — النصیحة للمسلمین، لا یُظَنُّ بهم أنهم أرادوا الطعنَ علی الناس، والغیبةَ۔

ائمہ جرح و تعدیل نے ضعیف راویوں پر کلام کیا ہے اور ان کی تضعیف کی ہے، اور ہمارے خیال میں — اللہ بہتر جانتے ہیں — یہ کام اُن حضرات نے مسلمانوں کی خیر خواہی میں کیا ہے، اُن حضرات کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ ان کا مقصد لوگوں کو مطعون کرنا اور ان کی غیبت کرنا تھا۔

الغرض ائمہ حدیث نے شرعاً ضروری سمجھا ہے کہ جو راوی عیب دار ہو اس کا عیب چھپایا نہ جائے

بلکہ لوگوں کے دریافت کرنے پر کھول کر بتادیا جائے، کیونکہ احادیث کا تعلق دین سے ہے، حدیثوں کے ذریعہ احکام (تحلیل و تحریم) کی تشریع عمل میں آتی ہے، حدیث میں اوامر و نواہی ہیں، اعمالِ صالحہ کی ترغیب اور اعمالِ طالحہ کی تہدید ہے، پس اگر کوئی راوی سچائی اور امانت داری کا سرچشمہ نہ ہو، بلکہ اس میں اس سلسلہ میں جھول ہو اور اُس سے وہ شخص روایت کرے جو اس کا حال جانتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں سے اس مروی عنہ کا حال بیان کردے ورنہ وہ راوی گنہگار ہوگا اور مسلمانوں کے ساتھ خیانت کرنے والا شمار ہوگا، کیونکہ جو لوگ اس حدیث کو سنیں گے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سب حدیثوں پر یا ان میں سے بعض پر عمل کریں، جب کہ احتمال ہے کہ وہ سب روایتیں یا ان میں سے اکثر جھوٹی اور بے اصل ہوں، اور بے اصل باتوں پر عمل کرنا آدمی کی دینداری کے لئے سخت مُضر ہے۔

علاوہ بریں اُس ضعیف راوی کی روایتوں کی امت کو کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ صحیح حدیثیں معتمد اور معتبر راویوں کی روایت سے اتنی زیادہ موجود ہیں کہ اس قسم کے غیر ثقہ اور ناقابلِ اعتماد راویوں کی روایت کی کوئی ضرورت باقی نہیں۔

وإنما أَلْزَمُوا أنفسَهم الكشفَ عن معايبِ رُواةِ الحديثِ، وناقِلِي الأخبارِ، وأَفْتَوا بذلك حين سُئِلوا لما فيه من عَظِيمِ الخَطَرِ، إذ الأخبارُ في أمرِ الدين، إنما تأتي بتحليلٍ أو تحريمٍ، أو أمرٍ أو نهيٍ أو ترغيبٍ أو ترهيبٍ، فإذا كان الراوي لها ليس بمَعْدِنٍ للصدق والأمانةِ، ثم أَقْدَمَ على الروايةِ عنه، من قد عَرَفَهُ، ولم يُبَيِّنْ ما فيه لغيرِه، ممَّن جَهِلَ معرفتَه، كان آثماً بفِعْلِهِ ذلك، غاشًّا لعوامِّ المسلمين، إذ لا يُؤْمَنُ على بعضِ من سمع تلك الأخبارَ أن يَسْتَعْمِلَهَا، أو يَسْتَعْمِلَ بعضَها، ولعلَّها أو أكثرَها أكاذيبُ لا أصلَ لها، مع أن الأخبارَ الصِّحاحَ، من روايةِ الثقاتِ وأهلِ القَنَاعةِ، أكثرُ من أن يُضْطَرَّ إلى نقلِ من ليس بثقةٍ، ولا مَقْنَعٍ۔

ترجمہ:- اور ائمہ حدیث نے اسی لئے اپنے ذمہ لیا ہے، رُوات حدیث اور ناقلین اخبار کے عیوب کو کھولنا، اور جب اُن سے اس بارے میں (یعنی ضعیف راویوں کے بارے میں) دریافت

کیا گیا تو اسی لئے انھوں نے فتویٰ دیا ہے (یعنی ماہرانہ جرح کی ہے) کہ اس میں بڑا فائدہ ہے (یا یہ ایک نہایت اہم معاملہ ہے) کیونکہ دینی روایات وارد ہوتی ہیں تحلیل و تحریم یا امر و نہی یا ترغیب و ترہیب ہی کے بارے میں. پس جب حدیث کا راوی سچائی اور امانت داری کی کان (مخزن) نہ ہو، پھر اُس سے وہ شخص روایت کرنے لگے، جو اس کا حال جانتا ہے، اور اس (مروی عنہ) میں جو خرابی ہے اس کو بیان نہ کرے، ان لوگوں سے جو اس کے حال سے واقف نہیں ہیں. تو وہ شخص اپنے اس عمل سے گنہگار ہوگا، اور عام مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا ہوگا، کیونکہ اس کا اطمینان نہیں کیا جا سکتا کہ بعض وہ لوگ جو یہ حدیثیں سنیں، سب پر یا بعض پر عمل کریں اور ہو سکتا ہے کہ وہ سب (یا) ان میں سے کچھ (یا) ان میں سے اکثر جھوٹی، بے اصل ہوں ــــ معہذا صحیح حدیثیں معتمد اور قابل اطمینان راویوں کی روایت سے اتنی زیادہ ہیں کہ غیر ثقہ ناقابل اعتماد لوگوں کی روایتوں کو قبول کرنے کی کوئی مجبوری نہیں ہے۔

لغات:- أَلْزَمَ الشيءَ، لازم کرنا۔ افتوا: شرعی مسائل میں ماہر شریعت کا فیصلہ فتوی کہلاتا ہے ـ الحظ: حصہ، فائدہ ـ اَلْخَطَرُ: اہمیت، بلندی مرتبہ ــــ مَعْدِنٌ: سونے چاندی کی کان، مخزن، جمع مَعَادِنُ ــــ أَقْدَمَ علی الشيء، دلیری کرنا، جرأت کرنا ــــ اَلْغَاشّ (اسم فاعل) دھوکہ دینے والا ــــ لَعَلَّهَا ای لَعَلَّ كُلَّهَا. بعض نسخوں میں أَقَلَّهَا ہے جس کا ترجمہ بین القوسین کیا گیا ہے ــــ اکاذیب جمع ہے أُكْذُوبَة کی بمعنی جھوٹ ــــ قَنَاعَة کسی بات پر راضی ہونا، اهلُ القناعة وہ رواۃ کہلاتے ہیں جن کی حدیث پر قناعت کر لی جاتی ہے، بایں وجہ کہ وہ اعلیٰ درجہ کے حافظ اور نہایت قابل اعتماد راوی ہیں اهلُ القناعة الذی یُقنع بحدیثهم، لکمال حفظهم واتقانهم وعدالتهم (نووی) ــــ مُقْنِعٌ: وہ شخص جس کی بات کافی سمجھی جائے شاهدٌ مقنعٌ، وہ گواہ جس کی گواہی کافی سمجھی جائے۔ فلانٌ لنا مُقْنِعٌ ہم فلاں شخص پر قانع ہیں۔ یعنی اس کی بات پر اعتماد کرتے ہیں۔

ترکیب:- إنما کلمۂ حصر، انفسهم مفعولِ اول، الکشف الخ مفعولِ ثانی۔ عن معایب الخ متعلق الکشف (مصدر) سے ناقلی الخ معطوف رُواۃ پر ــــ جملہ أفتوا معطوف جملہ أَلْزَمُوا پر، بذلك متعلق افتوا سے حین مضاف، جملہ سُئلوا مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی مفعول فیہ أَفْتَوْا کا ــــ لِمَا فیه الخ متعلق الزموا سے یا أفتوا سے (یہ معنی مفعول لہٗ ہے اور اس میں تنازع فعلان ہے) ما موصول، فیه ظرف مستقر ہو کر صلہ. من عظیم الخ

بیان مَا کا (من بیانیہ کے لئے متعلق کی ضرورت نہیں)

قولہ: إذ الأخبار الخ اذ تعلیلیہ الأخبار مبتدا، جملہ تأتی خبر فی أمر الخ ظرف مستقر ہو کر الأخبار کی صفت۔

قولہ: فاذا کان الخ إذا شرطیہ، جملہ کان، شرطیہ اور جملہ کان آثما الخ جزاء ــــ کان فعل ناقص الراوی اس کا اسم اور جملہ لیس بمعدن الخ مع دو معطوفہ جملوں (۱) أقدم الخ (۲) ولم یبین) کے خبر ـ لها متعلق الراوی (اسم فاعل) سے ـ لیس میں ضمیر مستتر راجع بسوئے راوی اس کا اسم، بمعدن ظرف مستقر ہو کر خبر. للصدق الخ متعلق لیس سے ــــ جملہ أَقْدَمَ معطوف بر جملہ لیس، عنه متعلق الروایة (مصدر) سے من قد عرفه موصول صلہ مل کر فاعل ــــ جملہ لم یبین معطوف بر جملہ لیس ضمیر مستتر فاعل لم یبین کا، ما موصول. فیه ظرف مستقر ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر مفعول بہ. لغیرہ متعلق لم یبین سے ـ ممن جهل ظرف مستقر ہو کر غیرہ کی صفت ــ کان آثما الخ کان کا اسم ضمیر مستتر، آثما پہلی خبر، غاشا دوسری خبر، بفعله متعلق کان سے یا آثما سے، ذلك مفعول بہ فِعْلُ (مصدر) کا، العوام الخ متعلق غاشا سے۔

قولہ: إذ لا یُؤمن الخ إذ تعلیلیہ، علی بعض الخ ظرف لغو، جملہ یستعملها مع جملہ معطوفہ بتاویل مصدر ہو کر نائب فاعل، من سمع الخ موصول صلہ مل کر بعض کا مضاف الیہ. تلك الخ مفعول بہ سمع کا۔

قولہ:- ولعلها الخ لعل حرف مشبہ بالفعل، ضمیر ها مع معطوف اس کا اسم اکثرها معطوف ها پر، اکاذیبُ خبر ــــ لا برائے نفی جنس، اصلَ اس کا اسم اور لها ظرف مستقر ہو کر خبر

قولہ:- مع أن الخ مَعَ مضاف (برائے اجتماع و مصاحبت. جیسے اَفْعَلُ هذا مع هذا) جملہ أنَّ مضاف الیہ، پھر مرکب اضافی خبر مبتدأ محذوف هذا کی ــــ من روایة الخ ظرف مستقر ہو کر الاخبار الخ کی صفت، موصوف صفت مل کر أنَّ کا اسم ـ أكثر من الخ خبر ــــ اهل القناعة معطوف الثقات پر ــــ اکثر اسم تفضیل من تفضیلیہ متعلق اکثر سے ــــ اَنْ مصدریہ، جملہ یُضْطَرَّ بتاویل مصدر ہو کر مجرور ــــ یضطر کا نائب فاعل ضمیر مستتر الی نقل الخ ظرف لغو. من لیس الخ موصول صلہ مل کر نقل کا مضاف الیہ ـ لیس کا اسم ضمیر مستتر. بثقة مع معطوف خبر (باء خبر پر زائدہ) لا زائدہ برائے تاکید نفی، مُقْنِع معطوف ثقة پر۔

ضعیف روایتیں کیوں بیان کیجاتی ہیں

دورِ اول میں جب تک اسلامی مملکت پر اعدائے اسلام کے حملے ہوتے رہے، مسلمان جہاد میں مشغول رہے، پھر جب دشمن پسپا ہوگئے تو جہاد وقتی طور پر رک گیا، کیونکہ جہاد اسلامی کا مقصد اشاعت اسلام نہیں ہے، جیسا کہ مستشرقین گمان کرتے ہیں، بلکہ اعدائے اسلام کی آویزش دور کرنا ہے، اور یہ آویزش اسی وقت تک ممکن ہے جب تک دشمنان اسلام کے پاس زور رہے جب ان کا زور ٹوٹ جائے تو پھر وقتی طور پر جہاد کی ضرورت ختم ہوجاتی ہے ——— الغرض مسلمان جہاد موقوف ہونے کے بعد ہمہ تن دین کی تعلیم و تعلم کی طرف متوجہ ہوئے، علوم اسلامیہ میں بنیادی چیزیں تین ہیں۔ قرآن کریم، احادیث نبویہ اور فقہ اسلامی

قرآن پاک کی طرف تو ساری امت متوجہ تھی، اور فقہ و اجتہاد سب کے بس کی چیز نہیں تھی، البتہ حدیث شریف کی روایت نسبتہً آسان کام تھا، اس لئے اس کی طرف عام رجحان ہوگیا اور نوبت بایں جا رسید کہ بعض محدثین کے حلقۂ درس میں بیک وقت تیس تیس ہزار طلبہ جمع ہوجاتے تھے جس کی پہلے کوئی نظیر تھی نہ بعد میں اور حدیثوں کی تعداد سندوں کے اختلاف سے لاکھوں سے متجاوز ہوگئی۔

اُس دور میں بعض نام نہاد محدثین اپنا امتیاز پیدا کرنے کے لئے غریب سے غریب تر روایتیں بیان کرتے تھے۔ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ۔

"جو محدثین ضعیف حدیثوں اور مجہول سندوں پر اعتماد کرتے ہیں اور ان حدیثوں کی روایت کو معتبر سمجھتے ہیں اور ان کی کمزوری جانتے ہوئے دھڑلے سے طلبہ کے سامنے وہ حدیثیں بیان کرتے ہیں، میرے خیال میں اس کی وجہ صرف ان کا۔ جذبہ تکثیر ہے وہ لوگوں کی واہ واہ سننا چاہتے ہیں کہ: سبحان اللہ! فلاں محدث کے پاس کس قدر حدیثیں ہیں، اور ماشاءاللہ! فلاں محدث کی کتنی تصنیفات ہیں!" بس یہی جذبہ ان کو ہر قسم کی حدیثیں روایت کرنے پر ابھارتا ہے"۔

پھر امام مسلم رحمہ اللہ ان لوگوں کے غلط رویہ پر تبصرہ فرماتے ہیں کہ۔

"جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے ان کا علم حدیث میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور وہ عالم کہلانے کے بجائے جاہل کہلانے کے زیادہ حقدار ہیں!"

ولا أحسبُ كثيرًا مِمَّنْ يُعَرِّجُ من الناسِ، على ما وَصَفْنا من

هذه الأحاديثِ الضِّعافِ، والأسانيدِ المجهولةِ ويَعْتَدُّ بروايتها بعدَ معرفتِه بما فيها. من التَّوَهُّنِ والضَّعْفِ، إلَّا أن الذي يَحْمِلُه على روايتها، والاعتدادِ بها، إرادةُ التكثيرِ بذلك عند العوامّ، ولِأَنْ يُقالَ: ما أكثرَ ما جَمَعَ فلانٌ من الحديثِ! وأَلَّفَ من العَدَدِ!! ومن ذهب في العلم هذا المذهبَ وسلكَ هذا الطريقَ، فلا نصيبَ له فيه، وكان بأن يُسَمَّى جاهلًا أَوْلى من أن يُنْسَبَ الى علمٍ.

ترجمہ:۔ اور میں یہی گمان کرتا ہوں کہ بہت سے وہ لوگ جو اعتماد کرتے ہیں ان ضعیف حدیثوں پر اور مجہول سندوں پر، جن کا حال ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور ان کو قابل روایت سمجھتے ہیں، اس ضعف اور کمزوری کو جانتے ہوئے جو ان روایات میں ہے (میرے گمان میں) ان لوگوں کو عوام الناس کے نزدیک تکثیر حدیث کا جذبہ ہی ابھارتا ہے ان احادیث کو روایت کرنے پر اور ان کی طرف التفات کرنے پر اور (وہ بات) اسلئے ہے کہ کہا جائے: فلاں محدث نے کس قدر حدیثیں جمع کی ہیں: اور ان کی کس قدر تصانیف ہیں!! اور جو شخص فن حدیث میں یہ نقطۂ نظر رکھتا ہے اور یہ راستہ اپناتا ہے اس کا فن حدیث میں کوئی حصہ نہیں ہے، اور وہ شخص۔ عالم۔ کہلانے کے بجائے۔ جاہل۔ کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔

نوٹ:۔ لا أحسب میں نفی اور إلا ان الذی میں اثبات (استثناء) کا ترجمہ چھوڑ دیا گیا ہے، اور نفی اثبات کا مقصود (حصر) ترجمہ میں لے لیا گیا ہے۔

لغات:۔ عَرَّجَ علیہ اعتماد کرنا، کہا جاتا ہے فلانٌ لا یُعَرَّجُ علی قولہ یعنی فلاں آدمی کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاتا ——— إعْتَدَّ إعْتِدَادًا:۔ شمار کرنا۔ کہا جاتا ہے هذا شیئٌ لا یُعْتَدُّ بہ: یعنی یہ ایسی چیز ہے جس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، اور اس کی طرف التفات نہیں کیا جاتا، نیز کہتے ہیں اِعْتَدَّ بنفسہ یعنی اپنے نفس پر اعتماد کیا ——— تَوَهَّنَ تَوَهُّنًا۔ کمزور اور سست ہونا، مجرد وَهَنَ (ف، س، ک) وَهْنًا: کام میں سست اور کمزور ہونا

ترکیب:۔ اس عبارت میں تین جملے ہیں (۱) لا احسب سے من العدد تک (۲) ومن ذھب سے فیہ تک (۳) وکان بأن یسمی الخ ——— پہلے جملہ میں أحسبُ

کے دُو مفعولوں کے درمیان نفی اثبات کے ذریعہ حصر کیا گیا ہے۔ پورے جملہ کا خلاصہ یہ ہے اَحْسِبُهُم مُرِيْدِينَ التَّكْثِيرَ، وَالتَّمَدُّحَ الى الناس۔

پہلے جملہ کی ترکیب:- لا حرفِ نفی (برائے حصر) احسبُ فعل، کثیرًا مع صفت مفعولِ اول، ممن یعرج الخ مع جملہ معطوفہ ظرف مستقر ہو کر کثیرًا کی صفت، من الناس بیان مَنْ موصول کا، علی ما وصفنا الخ متعلق یعرج سے، من هذه الخ بیان مآ موصول کا، جملہ یعتدُّ معطوف جملہ یعرج پر بعد معرفته مفعول فیہ یعتدُّ کا، بمانیها متعلق معرفة (مصدر) سے من التوهن الخ بیان مآ موصول کا ——— إِلَّا حرف استثناء (برائے اثبات) أَنَّ حرف مشبہ بالفعل، الذی الخ اس کا اسم ارادة الخ خبر، پھر جملہ معطوف علیہ اور رلان یقال الخ ظرف مستقر ہو کر معطوف، پھر معطوف معطوف علیہ مل کر احسب کا مفعولِ ثانی ——— علی روایتها مع معطوف متعلق یحمل سے، الإعتداد معطوف روایتها پر، بها متعلق الاعتداد سے، بذلك متعلق التكثير سے عند العوام مفعول فیہ التکثیر کا ——— ولأن یقال الخ جملہ ما اکثر نائب فاعل یقال کا، ما اکثر فعلِ تعجب ما جمع الخ مع جملہ معطوفہ فعلِ تعجب کا فاعل، من الحدیث متعلق جمع سے، جملہ اَلَفَ معطوف جملہ جمع پر، من العدد متعلق اَلَفَ سے۔

دوسرا جملہ:- ومن ذهب الخ مَن موصول متضمن معنیٰ شرط، جملہ ذهب مع جملہ معطوفہ شرط فلا نصیب الخ جزاء ——— فی العلو متعلق ذهب سے، هذا المذهب مفعول فیہ، جملہ سلك الخ معطوف جملہ ذهب پر، هذا الطریق مفعول فیہ سلک کا۔ فلا نصیب الخ فا جزائیہ لا برائے نفی جنس، نصیب اس کا اسم لہٗ ظرف مستقر ہو کر خبر، فیہ متعلق نصیب سے۔

تیسرا جملہ:- وکان بأن الخ کان فعل ناقص، ضمیر مستتر اس کا اسم اَدْلٰی خبر بأنْ الخ متعلق اَوْلٰی (اسم تفضیل) سے، یُسَمّٰی فعل مجہول، ضمیر مستتر نائب فاعل، جاهلًا مفعولِ ثانی ——— من أن یُنسب الخ من جارہ تفضیلیہ متعلق اَوْلٰی سے، یُنسب فعلِ مجہول، ضمیر مستتر نائب فاعل، الی العلو ظرف لغو، پھر جملہ یُنسب بتاویل مفرد ہو کر مجرور۔

حَدِیْثِ مُعَنْعَنْ[1] کا حُکم

سند کے اتصال کیلئے صرف معاصرت اور امکانِ لقاء کافی ہے یا ملاقات کا ثبوت ضروری ہے؟

پُوری بحث کا خُلاصہ

حدیث کی صحت کے لئے جو پانچ شرطیں[2] ہیں ان میں سے ایک "اتصال سند" ہے، اتصالِ سند کا مطلب یہ ہے کہ سلسلۂ سند کے ہر راوی نے مروی عنہ سے حدیث رُو در رُو سنی ہو ——— اور یہ بات صراحۃً اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جب راوی سَمِعْتُ یا اس کا کوئی مترادف لفظ بولے، اگر راوی بصیغۂ عَنْ روایت کرتا ہے تو اس سے صراحۃً سننا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ لفظ عَنْ میں جس طرح سماع کا احتمال ہے انقطاع کا بھی احتمال ہے، یعنی یہ ممکن ہے کہ راوی نے مروی عنہ سے حدیث بالواسطہ سنی ہو اور واسطہ حذف کرکے روایت کی ہو، اس لئے لفظ عَنْ کی دلالت سماع پر صریح نہیں ہے، پس سوال پیدا ہوا کہ حدیث معنعن کو اتصال پر محمول کیا جائے یا انقطاع پر؟ ——— تین صورتوں میں بالاتفاق انقطاع پر محمول کیا جاتا ہے۔

(۱) راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک نہ ہو۔

(۲) دونوں کا زمانہ تو ایک ہو مگر زندگی بھر دونوں میں ملاقات نہ ہونا ثابت ہو۔

(۳) دونوں کا زمانہ ایک ہو اور عدمِ لقاء ثابت نہ ہو مگر راوی مُدَلِّس ہو، یعنی اس میں استاذ کا نام چھپانے کا مرض ہو۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ میں معاصرت ہو یعنی دونوں کا زمانہ ایک ہو اور عدمِ لقاء

---

[1] حدیثِ مُعَنْعَنْ وہ حدیث ہے جو عَنْ، عَنْ سے روایت کی گئی ہو۔ عَنْ، عَنْ سے روایت کرنے کا نام عَنْعَنَہ ہے جیسے فلانٌ، عن فلانٍ، عن فلانٍ الخ [2] حدیث کی صحت کے لئے تمام رُوات کا عادل (معتبر) ہونا، حدیث کو مع سند خوب اچھی طرح یاد رکھنا، سند کا متصل ہونا (یعنی سند میں سے کسی راوی کا چھوٹ نہ جانا) اسنادِ حدیث میں کوئی پوشیدہ خرابی نہ ہونا اور روایت کا شاذ نہ ہونا ضروری ہے، خبرالآحاد، بِنَقْلِ عدلٍ، تامِّ الضَّبْطِ، مُتَّصِلِ السَّنَدِ، غَيْرِ مُعَلَّلٍ، وَلَا شَاذٍّ، هو الصحيح لذاته (نخبۃ الفکر)

Scanned by CamScanner

(ملاقات نہ ہونا) بھی ثابت نہ ہو، بلکہ ان کی باہم ملاقات ممکن ہو، اور راوی میں تدلیس کا مرض بھی نہ ہو، اور وہ بصیغہ عَنْ روایت کرے تو اس سند کو متصل کہیں گے یا منقطع؛ اس سلسلہ میں اختلاف ہے بعض نام نہاد محدثین اس صورت میں بھی حدیثِ معنعن کو منقطع اور ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک حدیثِ معنعن کو متصل قرار دینے کے لئے ضروری ہے کہ راوی اور مروی عنہ میں زندگی میں کم از کم ایک بار ملاقات ثابت ہو تو پھر اس راوی کی مروی عنہ سے تمام معنعن روایتیں متصل قرار دی جائیں گی ورنہ محض معاصرت اور امکان لقاء کی وجہ سے حدیث معنعن کو اتصال پر محمول نہیں کیا جائیگا

ان حضرات کی دلیل یہ تھی کہ راوی ہر زمانہ میں ملاقات اور سماع کے بغیر لفظ عَنْ سے روایت کرتے ہیں، اور جب راویوں کے نزدیک یہ بات جائز ہے تو لفظ عَنْ میں انقطاع کا احتمال ہے اسلئے ضروری ہے کہ ہر راوی کے سماع کی مروی عنہ سے تحقیق کی جائے۔ اگر ایک بار بھی ملاقات کا ثبوت مل جائے تو اس کے عنعنہ کو اتصال پر محمول کیا جائے ورنہ توقُّف کیا جائے، یعنی اس معنعن روایت سے استدلال نہ کیا جائے، کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات نہ ہوئی ہو اور راوی نے مروی عنہ سے حدیث رُوْ در رُوْ نہ سنی ہو بلکہ سند میں انقطاع ہو اور منقطع روایات سے ان محدثین کے نزدیک استدلال جائز نہیں ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ رائے قطعًا غلط ہے اور جمہور محدثین کے مسلک کے خلاف ہے، تمام ائمہ حدیث کے نزدیک اس صورت میں نفس معاصرت اور ملاقات کا ممکن ہونا حدیث معنعن کو متصل قرار دینے کے لئے کافی ہے، ملاقات کا ثبوت ضروری نہیں ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کی دو۲ دلیلیں پیش کی ہیں۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ علماء متقدمین میں سے کسی سے اس صورت میں اتصالِ سند کے لئے ثبوتِ لقاء کی شرط مروی نہیں ہے۔

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں ملاقات ثابت نہیں ہے پھر بھی تمام ائمہ ان راویوں کی معنعن حدیثوں کو اتصال پر محمول کرتے ہیں، مثلاً عبداللہ بن یزید انصاری (صحابی صغیر) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۶ھ) سے بصیغہ عَنْ ایک حدیث روایت کرتے ہیں، اسی طرح وہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ) سے بھی ایک حدیث روایت کرتے ہیں، اور عبداللہ کی ان دونوں صحابیوں سے ملاقات یا حدیث رُو در رُو سننا کسی روایت میں مذکور نہیں ہے مگر چونکہ معاصرت ہے اور ملاقات ممکن ہے اس لئے تمام ائمہ حدیث انکی بصیغہ عَنْ

روایت کو متصل قرار دیتے ہیں ــــ امام مسلمؒ نے اس قسم کی سولہ۱۶ مثالیں ذکر کی ہیں

اور پہلی رائے غلط اس لئے ہے کہ اگر محض انقطاع کا احتمال مُضر ہو، اور اس کی وجہ سے ثبوت لقاء ضروری ہو، تو پھر ضروری ہوگا کہ کسی بھی معنعن حدیث کو متصل نہ قرار دیا جائے کیونکہ ایک بار یا چند بار ملاقات اور سماع کے بعد بھی یہ احتمال باقی رہتا ہے کہ کوئی معین روایت راوی نے مروی عنہ سے رُو در رُو نہ سنی ہو ــــ اور یہ محض احتمال نہیں ہے بلکہ واقعہ ہے، ہمارے پاس ایسی دسیوں مثالیں ہیں جن میں راوی کا مروی عنہ سے لقاء اور سماع ہے مگر بعض روایتیں راوی نے مروی عنہ سے براہ راست نہیں سنی ہیں، بلکہ واسطہ سے سنی ہیں، پھر حدیث بیان کرتے وقت کبھی راوی وہ واسطہ حذف کرکے استاذ الاستاذ سے بصیغہ عَنْ روایت کرتا ہے، مثلاً حضرت ہشام بن عروہ کا اپنے والد سے لقاء اور سماع ہے مگر حضرت عائشہؓ کی حدیث كنتُ أُطَيِّبُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ بِأَطْيَبِ مَا أَجِدُ ہشام نے اپنے والد سے رُو در رُو نہیں سنی ہے، بلکہ اپنے بھائی عثمان بن عروہ سے سنی ہے، مگر ہشام کبھی اس روایت کو عن عروة روایت کرتے تھے، اور اپنے بھائی کا تذکرہ نہیں کرتے تھے، امام مسلم رحمہ اللہ نے اس قسم کی چار مثالیں ذکر کی ہیں۔

الغرض سند میں انقطاع کا احتمال تو ملاقات اور سماع کے بعد بھی باقی رہتا ہے اس لئے یا تو سماع کی صراحت کے بغیر کسی بھی روایت کا اعتبار نہ کیا جائے یعنی تمام معنعن روایتوں کو ناقابل استدلال قرار دیدیا جائے۔ یا پھر معاصرت اور امکانِ لقاء کو کافی سمجھا جائے اور عنعنہ کو سماع پر محمول کیا جائے اور سند کو متصل اور حدیث کو قابلِ استدلال قرار دیا جائے۔

پہلی بات ممکن نہیں ہے کیونکہ ننانوے فیصد حدیثیں بصیغہ عَنْ مروی ہیں، سند کے ابتدائی حصہ میں اگرچہ تحدیث و اخبار ہوتی ہے مگر آخر میں عنعنہ ہوتا ہے اس لئے یہ صورت اختیار کرنے کی صورت میں ذخیرۂ حدیث ہی سے ہاتھ دھو لینا پڑے گا، اس لئے دوسری صورت متعین ہے وھو قول الجمهور، وهو الحق المشهور۔ خلاصہ مرام یہ ہے کہ:

اتصالِ سند کیلئے ثبوتِ لقاء ضروری نہیں ہے، امکانِ لقاء اور معاصرت کافی ہے

ثبوتِ لقاء کی شرط کس نے لگائی تھی؟

وہ کون لوگ تھے جنھوں نے ثبوتِ لقاء کی شرط لگائی تھی اور معاصرت کو اتصال سند کیلئے کافی نہیں سمجھا تھا؟ اس سلسلہ میں عام طور پر امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے جلیل القدر استاذ علی بن المدینی کا نام لیا جاتا ہے، اور تقریبًا سبھی حضرات انہی کو "نام نہاد محدثین" کا مصداق بتاتے ہیں مگر بیچیرز کو اس

بارے میں متعدد وجوہ سے تردد ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے تردید میں بطورِ مثال جو روایتیں پیش کی ہیں، اُن میں سے سات روایتیں بخاری شریف میں موجود ہیں، اگر امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک ثبوتِ لقا ضروری ہوتا تو وہ یہ روایتیں اپنی صحیح میں درج نہ کرتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ بخاری شریف پہلے لکھی گئی ہے، خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ اِنَّ مسلمًا حَذَا حذوَ البخاری فی صحیحہ[1] (امام مسلم اپنی صحیح میں امام بخاری کے نقش قدم پر چلے ہیں) پس تردید کا آسان طریقہ یہ تھا کہ امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے کہ: "فلاں فلاں حدیثیں خود اُس قائل کی کتاب میں موجود ہیں. مدعی کو چاہیئے کہ وہ ان میں سماع ثابت کرے" حالانکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس قسم کا کوئی الزام قائم نہیں کیا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ شیخین (بخاری و مسلم) کے درمیان تعلقات کی جو نوعیت تھی وہ امام مسلم رحمہ اللہ کے اندازِ تردید کے قطعاً منافی ہے، جب ذہلی اور بخاری رحمہما اللہ کے درمیان اختلاف ہوا اور امام ذہلی نے اعلان کیا کہ الا من قال باللفظ فلا یَحِلُّ لہ ان یَحْضُرَ مَجْلِسَنَا (جو شخص قرآن پڑھنے کو حادث مانتا ہے اس کو ہمارے سبق میں آنے کی اجازت نہیں ہے) تو امام ذہلی کی مجلس سے جو دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے تھے ان میں ایک امام مسلم رحمہ اللہ بھی تھے. بلکہ امام مسلم رحمہ اللہ نے تو ذہلی رحمہ اللہ سے لکھی ہوئی تمام حدیثیں ان کو واپس کردی تھیں[2]۔ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ یہ نیازمندی آخر تک قائم رہی تھی، خطیب نے صراحت کی ہے کہ ولما ورد البخاری نیسابور لم یزل مسلم یختلف الیہ

اخوامرہ لازمہ مسلم!۔

پس جس کا امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ نیازمندی اور تلمذ کا تعلق ہو اس سے یہ بات کیسے ممکن ہے کہ وہ استاذ کو محدثِ مُنْتَحِلْ[3] (چور) کہے اور اس کی رائے کو سُوْءُ رَوِیَّۃ (بدفکری) سے تعبیر کرے؟

احقر کی ناقص رائے یہ ہے کہ یہ مذہب امام بخاری اور علی بن المدینی کا نہیں تھا، بلکہ دوسرے درجہ کے کچھ محدثین کا تھا جن کے نام تاریخ میں محفوظ نہیں ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف لوگوں کا ذہن اس وجہ سے گیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس نظریہ کی فی الجملہ رعایت کی ہے

---

[1] تاریخ بغداد ۱۰۳/۱۳ . [2] ھدی الساری ص ۴۹۱ . [3] انتحال الشعر او القول: دوسرے کے شعر یا قول کو اپنی طرف منسوب کرنا۔

تاکہ ان کی کتاب بالاتفاق صحیح تسلیم کی جائے کیونکہ شیخین نے صحیحین میں متفق علیہا اسانید ہی کو لیا ہے مختلف فیہ اسانید کو نہیں لیا ہے، البتہ امام مسلم رحمہ اللہ نے صرف جمہور کا مذہب پیش نظر رکھا ہے شاذ رائے کا اعتبار نہیں کیا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے شاذ رائے کا بھی کچھ نہ کچھ خیال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب

ایک غلط فہمی اس بحث میں یہ بھی عام ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کو ان کی رائے میں منفرد سمجھا جاتا ہے، حالانکہ امام مسلم رحمہ اللہ کی جو رائے ہے وہ صرف ان کی نہیں ہے بلکہ وہ جمہور محدثین کی رائے ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے خود تحریر فرمایا ہے ان القولَ الشائعَ، المتفقَ علیہ بین اھل العلم بالاخبار والروایات قدیما وحدیثا الخ (مشہور قول جس پر ماضی اور حال کے تمام علمائے اخبار و روایات کا اتفاق ہے وہ قول یہ ہے کہ الخ)

اور دوسری دلیل یہ ہے کہ صحیح مسلم شریف اور اس کی ہر ہر حدیث کو امت نے بالاتفاق صحیح تسلیم کیا ہے، دار قطنی وغیرہ نے اگر اعتراض کیا ہے تو بعض رواۃ کے ضعیف ہونے کا اعتراض کیا ہے، کسی نے اسانید پر عدم ثبوت لقاء کی وجہ سے انقطاع کا اعتراض نہیں کیا، جب کہ یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی رائے کا اپنی صحیح میں لحاظ کیا ہوگا ——— بلکہ کیا ہے امام مسلم رحمہ اللہ نے بطورِ الزام جو مثالیں دی ہیں ان میں سے متعدد روایتیں صحیح مسلم میں موجود ہیں مگر کسی نے ان روایات کو منقطع نہیں کہا، پوری امت ان روایات کو متصل الاسانید مانتی ہے، پس معلوم ہوا کہ معاصرت اور امکان لقاء پوری امت کے نزدیک اتصال سند کے لئے کافی ہے اور دوسری رائے جس کی امام مسلم رحمہ اللہ نے تردید کی ہے اس کا اب کوئی قائل باقی نہیں رہا بلکہ وہ رائے خود اپنی موت مرچکی ہے۔

باطل نظریہ کی تردید کب ضروری ہوتی ہے؟

ہر باطل نظریہ کی تردید ضروری نہیں ہے، اور کی بھی کیسے جاسکتی ہے، ہر روز ایک نیا نظریہ پیدا ہوتا ہے اور چند دن بعد اپنی موت مرجاتا ہے فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْھَبُ جُفَآءً (سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے) بلکہ بعض مرتبہ تردید کے لئے بھی کسی غلط بات کا تذکرہ اسکی اشاعت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسلئے بہتر یہ ہے کہ بے ضرورت غلط نظریات کا تردید کے لئے بھی تذکرہ نہ کیا جائے۔ البتہ اگر کسی غلط نظریہ کا معاملہ بڑھ جائے اور اندیشہ ہو چلے کہ عوام دھوکہ کھائیں گے

تو پھر علمائے امت پر ضروری ہوتا ہے کہ اس کی تردید کریں اور برملا اس کا بطلان واضح کریں تاکہ عام لوگ دھوکہ نہ کھائیں، امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض نام نہاد محدثین نے جو غلط نظریہ قائم کیا ہے، اور اتصالِ سند کیلئے ثبوتِ لقاء کی شرط لگائی ہے، مناسب تو یہ تھا کہ ہم اس نظریہ کو چھیڑتے ہی نہ، اس کو اس کی موت مرنے دیتے مگر ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں معاملہ سنگین نہ ہو جائے، کیونکہ بعض اکابر محدثین کی کسی درجہ میں تائید اس نظریہ کو حاصل ہو چکی ہے مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس کا لحاظ رکھا ہے اگرچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صدفی صد اس نظریہ کی رعایت نہیں کی ہے کیونکہ بخاری شریف میں ایسی روایتیں موجود ہیں جن میں لقاء کا ثبوت نہیں ہے جیسا کہ آئندہ واضح ہوگا، مگر اکابر کی معمولی تائید بھی غلط فہمی پیدا کرتی ہے، اس لئے اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ غلط نظریہ مسلمہ ضابطہ نہ بن جائے اس لئے اس کی تردید ضروری ہوئی

وقد تكلّم بعضُ مُنْتَحِلِي الحديث، من اهلِ عصرنا، في تصحيح الاسانيدِ، وتسقيمِهَا، بقولٍ لو ضربنا عن حكايتِهِ، وذكرِ فسادِهِ، صفحًا، لكان رَأْيًا مَتِينًا، ومذهبًا صحيحا، إذِ الإعراضُ عن القول المُطَّرَحِ أحرىٰ لإماتته، وإخمالِ ذكرِ قائلِه، وأجدرُ أن لايكون ذلك تنبيها للجهّالِ عليه، غيرَ أنّا لمّا تخوّفنا من شرورِ العواقب واغترارِ الجهلةِ بمحدثاتِ الأمور وإسراعِهِمْ الى اعتقادِ خطأِ المُخْطِئِينَ، والأقوالِ السَّاقِطةِ عند العلماء، رأينا الكشفَ عن فسادِ قوله، وردَّ مقالته، بقدرِ ما يليقُ بها مِنَ الردِّ أجدىٰ على الأنام، وأحمدَ للعاقبةِ، إن شاء الله!

ترجمہ:۔ اور تحقیق کہی ہے، ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد محدثین نے، سندوں کو صحیح اور ضعیف قرار دینے کے سلسلہ میں، ایسی بات کہ اگر ہم اعراض کرتے اس کو نقل کرنے سے اور اس کا فساد ظاہر کرنے سے تو ہوتی وہ پختہ رائے اور صحیح مذہب، کیونکہ مردود نظریہ سے اعراض کرنا زیادہ لائق ہے اس کو دفن کرنے کے لئے اور صاحب نظریہ کا نام مٹانے کے لئے اور زیادہ سزاوار ہے (اس بات کے) کہ وہ (تذکرہ) جاہلوں کی آگاہی کا سبب نہ بنے، مگر جب

ہم نے خطرہ محسوس کیا انجام کی خرابی کا، اور جاہلوں کے دھوکہ میں آنے کا نئی باتوں سے، اور ان کے معتقد ہو جانے کا، خطا کاروں کی خطا کا اور ان اقوال کا جو علماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں تو ہم نے لوگوں کے لئے مفید سمجھا اس قول کے فساد کو ظاہر کرنا، اور اس کی بات کی تردید کرنا، جتنی تردید اس کے لئے ضروری ہے اور ہم نے اس کو قابلِ ستائش جانا انجام کے لئے، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا!

لغات:۔ مُنْتَحِلٌ (اسم فاعل) اِنْتَحَلَ الشعرَ او القولَ:۔ دوسرے کے شعر یا قول کو اپنی طرف منسوب کرنا، یعنی کسی کے اشعار کی یا کلام کی چوری کرنا۔ یہاں بمعنی نام نہاد ہے ـــــ سَقُمَ تَسْقِيمًا: بیمار ڈالنا، ضعیف کرنا ـــــ ضرب عنہ صفحا: نام کو، کہنے کو) اعراض کرنا، چھوڑ دینا ـــــ المطرَّح (اسم مفعول) پھینکا ہوا۔ قولٌ مُطَّرَحٌ: وہ بات جس کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ طَرَّحَ، طَرَحَ کا مبالغہ، طَرَّحَ به السفرُ الى ناحيةِ كذا: سفر نے اس کو فلاں گوشے میں پھینکدیا ـــــ أَحْرىٰ (اسم تفضیل) زیادہ لائق، زیادہ مناسب، زیادہ بہتر۔ اَخْمَلَہ:۔ گمنام اور بے قدر کرنا، خامل گمنام، بے قدر آدمی ـــــ أَجْدَرُ (اسم تفضیل) زیادہ لائق ـــــ تَخَوَّفَ: گھبرانا، ڈرنا ـــــ اِغْتَرَّ بالشیٔ: دھوکہ کھانا ـــــ جَهَلَةٌ جمع ہے جاہل کی ـــــ أَجْدىٰ (جدا کا اسم تفضیل) زیادہ نافع ـــــ أَحْمَدُ (حَمِدَ کا اسم تفضیل) نہایت قابل تعریف۔

ترکیب:۔ بعضُ منتحلی الحدیث مرکب اضافی موصوف مع صفت تکلّم کا فاعل ـــــ من اهل عصرنا، ظرف مستقر ہو کر صفت ـــــ فی تصحیح الخ متعلق تکلّم سے۔ بقول بھی تکلّم سے متعلق ـــــ قول موصوف، لو ضربنا الخ شرط و جزا مل کر صفت ـــــ جملہ ضربنا الخ شرطیہ، صفحا مفعولِ مطلق ضربنا کا من غیر لفظہ ـــــ جملہ کان رأیا الخ جزائیہ کان کا اسم ضمیر مستتر راجع بسوئے قول ـــــ إذْ تعلیلیہ (جملہ لکان رأیا الخ کی علت ہے)۔ الاعراض الخ مبتداء، اَحْرىٰ مع معطوف خبر، اخمال کا عطف اماتتہ پر ـــــ اجدر کا عطف احری پر، ان لایکون بتقدیر با ہے۔ ای بأن لایکون الخ یہ لفظا احری سے متعلق ہے اور معنی محل نصب میں ہے، ذلک فعل ناقص کا اسم تنبیها خبر للجهال اور علیه متعلق تنبیه (مصدر) سے۔

قولہ:۔ غیر انّا الخ غیر مضاف، جملہ أنّا مضاف الیہ پھر مرکب اضافی مستثنی منقطع ای یکون الاعراض احری و اجدر فی جمیع الاحوال الا فی هذه الحالة ـــــ أنّا میں

ضمیر جمع متکلم أنّ کا اسم اور لما تخوفنا الخ شرط و جزا مل کر أنّ کی خبر ــــ اغترار معطوف ہے شرور پر، بمحد ثاث الخ متعلق اغترار سے ــــ اسداعهم بھی معطوف ہے شرور پر. ــــ الاقوال الخ معطوف ہے اعتقاد پر، عند العلماء ظرف ہے الساقطۃ کا ــــ جملہ رأینا جزائیہ، الكشفَ مفعول اول عن فساد الخ متعلق الكشف سے. ترکَ مقالته مرکب اضافی معطوف الكشف پر، اجدی مع معطوف احمد مفعول ثانی ــــ بقدر الخ با جارہ قدر مضاف مایلیق الخ موصول صلہ مل کر مضاف الیہ، بها متعلق یلیق سے من الرد بیان ما موصول کا، جار مجرور مل کر رأینا سے متعلق

باطل رائے

بعض نام نہاد محدثین کی رائے ــــ جس کی تردید کیلئے یہ بحث شروع کی گئی ہے ــــ یہ تھی کہ: اسنادِ معنعن قابل استدلال نہیں ہے، اگرچہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو، اور راوی کا مروی عنہ سے بالمشافہہ (رُو در رُو) حدیث سننا ممکن ہو، لیکن اگر ہمیں سماع کا علم نہ ہو نہ کسی روایت میں سماع مذکور ہو تو وہ اسناد قابل استدلال نہیں ہے ــــ اسناد معنعن اسی وقت قابل استدلال ہے جب ہمیں معلوم ہو کہ راوی اور مروی عنہ میں ملاقات ہوئی ہے اور راوی نے مروی عنہ سے بالمشافہہ حدیث سنی ہے ــــ یعنی اُن نام کے محدثین کے نزدیک سماع و لقا کا محض امکان اسناد معنعن کے قابل استدلال ہونے کے لئے کافی نہیں تھا، لقا و سماع کا ثبوت ضروری تھا۔

وزَعَمَ القائلُ الذِی افْتَتَحْنَا الكلامَ على الحكاية عن قوله، والإخْبَارِ عَنْ سُوْءِ رَوِيَّتِهِ: أنّ كلَّ إسنادٍ، لحديثٍ فيه فلانٌ عن فلانٍ ــــ وقد أحاط العلمُ بأنهما قد كانا في عصرٍ واحدٍ، وجائزٌ أن يكونَ الحديثُ الذي روى الراوي، عمن روى عنه، قد سَمِعَهُ منه، وشَافَهَهُ به، غَيْرَ أنه لا نعلم له منه سَمَاعًا، ولم نجدْ في شيءٍ من الروايات: أنهما التَقَيَا قَطُّ، أو تَشَافَهَا بحديثٍ ــــ أن الحجةَ لَا تقومُ عنده، بكلِّ خبرٍ جاء هٰذَا المَجِيْءَ، حتى يكونَ عنده العلمُ: بانهما قد اجتمعا من دهرهما، مرةً فصاعدًا، أو تَشَافَهَا بالحديثِ بينهما،

او یَرِدَ خبرٌ فیه بیانُ اجتماعِهما وتَلَاقِیْهِمَا، مرةً من دهرهما فما فوقها، فإن لم یکن عنده علمُ ذلك، ولم تأتِ روایةٌ تُخْبِرُ أن هذا الراوی عن صاحبه: قد لَقِیَهُ مرةً وسمع منه شیئًا، لم یکن فی نَقْلِهِ الخَبَرَ عمن روی عنه ذلك ــــ والأمرُ کما وصفنا ــــ حُجّةٌ، وکان الخَبَرُ عِندَهُ موقوفًا حتی یَرِدَ علیه سَماعُه منه لشیءٍ من الحدیثِ، قَلَّ او کَثُرَ، فی روایةٍ مِثْلِ ما وَرَدَ.

ترجمہ:- اور گمان کیا اُس قائل نے ــــ جس کی بات نقل کرنے کے لئے، اور اس کی بد فکری کی اطلاع دینے کے لئے، ہم نے کلام کا آغاز کیا ہے ــــ کہ حدیث کی ہر وہ سند جس میں فلانٌ عن فلانٍ ہو ــــ درآنحالیکہ یقینی طور پر ہمارے علم میں یہ بات ہو کہ وہ دونوں (یعنی راوی اور مروی عنہ) ایک زمانہ میں تھے، اور ممکن ہو کہ راوی نے مروی عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے وہ اس سے سنی ہو، اور اُس سے رُو در رُو لی ہو، مگر ہمیں راوی کا مروی عنہ سے سماع معلوم نہ ہو. اور نہ کسی روایت میں یہ بات ہمیں ملی ہو کہ وہ دونوں کبھی ملے ہیں، یا انھوں نے کوئی حدیث رُو در رُو لی دی ہے ــــ کہ استدلال درست نہیں ہے، اس شخص کے نزدیک ہر اُس حدیث سے جو اس طرح آئی ہو، تا آنکہ اس کو معلوم ہو کہ وہ دونوں زندگی میں ایک بار یا متعدد بار مل چکے ہیں، یا انھوں نے حدیث رُو در رُو لی دی ہے، یا کوئی ایسی روایت ہو جس میں ان دونوں کے زندگی میں ایکبار یا متعدد بار اکٹھا ہونے اور ملنے کی وضاحت ہو ــــ پس اگر اس شخص کو اس بات کا علم نہ ہو، اور نہ کوئی روایت ایسی آئی ہو، جو بتاتی ہو کہ اپنے رفیق (یعنی استاذ) سے روایت کرنے والا یہ راوی یقیناً اس سے ایک بار ملا ہے اور اس سے کوئی حدیث سنی ہے، تو اُس راوی کے حدیث نقل کرنے میں اُس استاذ سے جس سے وہ یہ روایت کرتا ہے ــــ درآنحالیکہ صورت حال وہ ہو جو ہم نے بیان کی ــــ کوئی حجت نہ ہوگی، اور حدیث اُس شخص کے نزدیک موقوف ہوگی، یہاں تک کہ اُس شخص کو راوی کا مروی عنہ سے حدیث سننا پہنچے، خواہ وہ سماع کم ہو یا زیادہ، کسی ایسی روایت کے ذریعہ، جو وارد ہونے والی روایت کے مثل ہو (یعنی وہ روایت جس میں سماع کا ذکر ہے سند کے اعتبار سے اس موقوف روایت کے

ء کذا فی النسخۃ المصریۃ ہندی نسخوں میں آد ہے جو غالباً تصحیف ہے ۱۲

ہم پلہ ہو، ضعیف نہ ہو)

نوٹ:۔ امام مسلم رحمہ اللہ کی عبارت میں اِطْنَابْ ہے۔ پس بات مختصر کرکے سمجھنے کی کوشش کی جائے، ہم نے اوپر عنوان کے تحت مضمون مختصر کرکے پیش کیا ہے اسے مکرر ملاحظہ فرمالیں۔

لغات:۔ اَلرَّوِیَّۃُ: امور میں غور وفکر کرنا (مادہ ردی) سوء الرویۃ، بدفکری، سوچنے کا غلط انداز۔ شَافَہَہٗ شِفَاھًا و مُشَافَھۃً، کسی سے رُو در رُو گفتگو کرنا ـــــ المجیئُ مصدر ہے جاء یجیئُ، کا بمعنیٰ آنا۔

ترکیب:۔ اس عبارت میں تین جملے ہیں، پہلا جملہ وزعم سے مرۃً من دھرھما فما فوقہا تک، دوسرا جملہ فان لم یکن عندہ سے والامر کما وصفنا حجۃٌ تک، اور تیسرا جملہ وکان الخبر سے آخر تک۔

پہلا جملہ:۔ زعم فعل، القائل سے رویتہ تک فاعل اور اَنَّ کلَّ اسنادٍ سے فما فوقہا تک مفعول بہ ـــــ القائل موصوف الذی مع صلہ صفت، جملہ افتتحنا صلہ، علی الحکایۃ متعلق افتتح سے اور عن قولہ متعلق حکایۃ (مصدر) سے الإخبار معطوف الحکایۃ پر اور عن سوء الخ متعلق اخبار سے ـــــ جملہ ان کلَّ اسناد الخ زعم کا مفعول بہ أَنَّ حرف مشبہ بالفعل، کلَّ اسناد سے او تشافہا بحدیث تک اس کا اسم، ان الحجۃ سے فما فوقہا تک (جملہ اسمیہ) أَنَّ کی خبر ـــــ کلّ اسنادٍ مرکب اضافی أَن کا اسم، لحدیث ظرف مستقر ہو کر اسناد کی صفت، فیہ خبر مقدم، لفظ فلان عن فلان مبتدأ مؤخر، پھر جملہ لحدیث کی صفت، جملہ قد أحاط حال مبتدا مؤخر سے، بانہما متعلق احاط العلم سے، (معنیٰ محل نصب میں ہے) ھما اسم أن کا اور جملہ قد کانا خبر، کانا میں ضمیر تثنیہ اس کا اسم فی عصر واحد ظرف مستقر ہو کر خبر، جملہ وجائز حال متداخلہ ہے۔ کانا کے اسم سے حال ہے جائز خبر مقدم اور جملہ ان یکون الحدیث مبتدا مؤخر، یکون فعل ناقص الحدیث اس کا اسم، قد سمعہ الخ خبر۔ الذی مع صلہ الحدیث کی صفت الراوی فاعل روی کا عَمَّنْ الخ متعلق روی سے، مَنْ موصول، جملہ روی عنہ صلہ ـــــ شافہہ بہ معطوف قد سمعہ پر ـــــ غیر برائے استثنار منقطع بمعنیٰ لکن، غیر مضاف جملہ أنہ لا نعلم مضاف الیہ ـــــ أن حرف مشبہ بالفعل، ضمیر شان اس کا اسم اور جملہ لا نعلم خبر، لہ متعلق لا نعلم سے، منہ

متعلق سماعًا (مفعول بہ) سے اور جملہ ولم نجد کا عطف جملہ لا نعلم پر، جملہ انہما التقیا لم نجد کا ـــــ ھما اسم أن کا، التقیا مع معطوف خبر، قَطُّ مفعول فیہ التقیا کا، (قَطُّ ظرف زمان ہے، استغراقِ ماضی کیلئے آتا ہے اور نفی کے ساتھ مختص ہے جیسے ما فعلتُ ھذا قَطُّ) بحدیث تشافہا سے متعلق اور تشافہا معطوف التقیا پر ـــــ ان الحجۃ الخ خبر أن کل اسنادٍ کی، الحجۃ اسم، أَنَّ کا، جملہ لا تقوم خبر، لکل خبر متعلق لا تقوم سے، جملہ جاء صفت خبر کی، ھذا المجیئ مفعول مطلق جاء کا حتی غایت لا تقوم کی عندہ خبر مقدم یکون کی العلم اسم اور بانہما متعلق علم (مصدر) سے ـــــ ضمیر ھما اسم أن کا، جملہ قد اجتمعا خبر، من دھرھما متعلق اجتمعا سے، مرۃ معطوف علیہ، فا عاطفہ صاعدًا معطوف، معطوف علیہ اور معطوف مل کر اجتمعا کا مفعولِ مطلق، تشافہا کا عطف اجتمعا پر، جملہ یرد معطوف یکون عندہ پر، فیہ خبر مقدم، بیانٌ مبتدا مؤخر پھر جملہ صفت خبر کی۔ مرۃ الخ اجتماع اور تلاقی کا مفعولِ مطلق (علی التنازع)

دوسرا جملہ:۔ فان لم یکن عندہ الخ فا فصیحیہ إن شرطیہ، جملہ لم یکن شرط اور جملہ لم یکن فی نقلہ الخ جزاء ـــــ عندہ خبر مقدم، علم ذلک اسم مؤخر، جملہ لم تأتِ معطوف جملہ لم یکن پر، جملہ تخبر صفت روایۃ کی ـــــ تخبر فعل، ھی مستتر راجع بسوئے روایت فاعل جملہ أن ھذا الخ مفعول بہ ـــــ ھذا الراوی اسم أَنَّ کا عن صاحبہ متعلق الراوی سے جملہ قد لقیہ خبر ـــــ فی نقلہ الخ ظرف مستقر ہو کر لم یکن کی خبر مقدم، حجۃٌ اسم مؤخر ـــــ نقل مصدر مضاف الی الفاعل الخبر مفعول بہ، عمّن الخ متعلق نقل سے، مَن موصول، جملہ روی صلہ، عنہ روی سے متعلق ذلک مفعول بہ روی کا پھر فی نقلہ ظرف مستقر ہو کر ذو الحال والامر الخ حال ـــــ الامر مبتدأ، کما وصفنا ظرف مستقر ہو کر خبر۔

تیسرا جملہ:۔ وکان الخبر معطوف بر جملہ لم تأت الخ ـــــ الخبر اسم عندہ فعل ناقص کا ظرف، موقوفًا خبر، حتی برائے غایت (یہ جملہ کان الخبر کی غایت ہے) ـــــ سماعہ فاعل، منہ اور لشیئٍ متعلق سَمَاعُ (مصدر) سے، من الحدیث صفت شیئٌ کی ـــــ جملہ قلّ اور جملہ کثر (فاعل ضمیر ہے جو سماع کی طرف راجع ہے) معطوف علیہ اور معطوف مل کر جملہ معترضہ، فی روایۃ متعلق یَرِدُ سے مثل ما ورد (مرکب اضافی) صفت روایۃ کی، جملہ ورد صلہ، موصول صلہ مل کر مضاف الیہ۔

قول مختار

اوپر جو رائے ذکر کی گئی ہے وہ ایک خود ساختہ رای ہے، ماضی میں اس کا کوئی قائل نہیں تھا اور قدیم وجدید کسی محدث کی اس کو تائید حاصل نہیں تھی، محدثین کرام کے درمیان مشہور اور اجماعی رائے یہ ہے کہ

اگر راوی اور مروی عنہ دونوں ثقہ (معتبر) ہوں، اور دونوں کا زمانہ ایک ہو، اور ایک کا دوسرے سے حدیث سننا ممکن ہو تو اسنادِ معنعن متصل سمجھی جائیگی، اور اس حدیث سے استدلال درست ہوگا اگرچہ ہمیں کسی حدیث میں لقاء وسماع کی صراحت نہ ملی ہو۔

البتہ اگر راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک نہ ہو، یا دونوں میں ملاقات نہ ہونا یا حدیث نہ سننا ثابت ہو جائے تو پھر وہ سند متصل نہیں قرار دی جائے گی، لیکن جس صورت میں معاملہ غیر واضح ہو اور عدم لقاء وسماع ثابت نہ ہو بلکہ امکان لقاء وسماع موجود ہو تو اسنادِ معنعن سماع پر محمول ہوگی، خواہ مخواہ لقاء وسماع کے ثبوت کے درپے ہونا ضروری نہیں ہے۔

وهذا القولُ ـــ يرحمُكَ اللهُ ـــ في الطَّعنِ في الأسانيدِ قولٌ مُختَرَعٌ، مُستَحدَثٌ، غيرُ مسبوقٍ، صاحِبُه اليه، ولا مُساعِدَ له من اهل العلم عليه. وذلك، أن القولَ الشائعَ المُتَّفَقَ عليه، بين اهل العلم بالأخبار والروايات، قديماً وحديثاً، أنَّ كلَّ رجلٍ ثقةٍ، روى عن مثله حديثاً، وجائزٌ، ممكن له لقاؤُه والسماعُ منه، لكونهما جميعاً كانا في عصرٍ واحدٍ، وان لم يأتِ في خبرٍ قطُّ، أنهما اجتمعا، ولا تشافها بكلامٍ، فالروايةُ ثابتةٌ والحجةُ بها لازمةٌ، الا أن تكون هناك دلالةٌ بيّنةٌ: أن هذا الراوي لم يلقَ من روى عنه، أو لم يسمعْ منه شيئاً، فامّا والأمرُ مبهمٌ، على الإمكانِ الذي فسَّرنا، فالروايةُ على السماعِ ابداً حتى تكون الدلالةُ التي بيَّنّا.

ترجمہ:- اور یہ قول ـــ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائیں! ـــ سندوں پر اعتراض کے سلسلہ میں گھڑا ہوا اور نیا پیدا کیا ہوا قول ہے، اس شخص سے پہلے کوئی اس کا قائل نہیں گذرا ہے، اور نہ ائمہ حدیث میں سے کوئی شخص اس قول میں اس کا مؤید ہے اور وہ بات (یعنی اس قول کا ایجاد بندہ ہونا) اس طرح ہے کہ مشہور قول، جو متفق علیہ ہے، اخبار واحادیث کے تمام عالموں کے نزدیک ماضی میں اور حال میں، وہ یہ ہے کہ کوئی بھی ثقہ (معتبر) آدمی، جس نے اپنے جیسے ثقہ آدمی سے کوئی حدیث روایت کی ہو، درآنحالیکہ اس راوی کی اس مروی عنہ سے ملاقات اور اس سے حدیث سننا ممکن ہو، بایں سبب کہ وہ دونوں ایک زمانہ میں تھے، اگرچہ کسی روایت میں کہیں اس کی صراحت موجود نہ ہو کہ ان دونوں میں ملاقات ہوئی ہے، اور نہ یہ تصریح ہو کہ ان دونوں نے منہ درمنہ گفتگو کی ہے تو (بھی) روایت ثابت ہے، اور اس کے ذریعہ استدلال لازم ہے، الا یہ کہ اس بات پر کھلی دلیل موجود ہو کہ اس راوی کی اس شخص سے جس سے وہ روایت کرتا ہے ملاقات نہیں ہوئی یا راوی نے مروی عنہ سے کچھ بھی نہیں سنا، رہی وہ صورت جس میں معاملہ غیر واضح ہو اور وہ امکان موجود ہو، جس کی ہم نے وضاحت کی ہے، تو ہمیشہ روایت سماع پر محمول ہوگی تا آنکہ وہ دلالت پائی جائے جس کی ہم نے تشریح کی ہے۔

لغات:- مُختَرَعٌ (اسم مفعول) گھڑا ہوا۔ اِختَرَعَ الشیئَ:- ایجاد کرنا، نیا پیدا کرنا ـــ مُستَحدَثٌ (اسم مفعول) ایجاد بندہ۔ اِستَحدَثَہٗ: پیدا کرنا ـــ سَبَقَ الیہ کے معنی ہیں آگے بڑھنا، اس سے اسم فاعل ہے، سَابِقٌ (آگے بڑھنے والا) اور اسم مفعول ہے مَسبُوقٌ (پیچھے رہنے والا) جماعت میں جو پیچھے رہ جاتا ہے اس کو مسبوق کہتے ہیں، پس غَیرُ مَسبُوقٍ کے معنی ہیں پیچھے رہنے والا نہیں ہے صَاحِبُہٗ یعنی اس قول کا قائل اِلَیہِ یعنی اس قول میں یعنی اس شخص سے پہلے کوئی بھی اس قول کا قائل نہیں گذرا ہے جس کا یہ شخص مسبوق (پیرو ی کرنے والا) ہو ـــ مُسَاعِد (اسم فاعل) مددگار ساعدہ علی الامر: کسی کی کسی کام پر مدد کرنا۔ اَلمُتَّفَقُ (اسم مفعول) جس پر اتفاق واقع ہوا شائع (اسم فاعل) مشہور، پھیلا ہوا شَاعَ الخَبَرُ: پھیلنا ـــ

ترکیب:- ھذا القول مبتدأ۔ یرحمک اللہ جملہ فعلیہ معترضہ۔ فی الطعن متعلق القول سے، فی الاسانید متعلق الطعن سے، قول مع صفات ثلاثہ خبر، مختَرَع صفت اوّل، مستحدث صفت دوم، غیر مسبوق مع معطوف صفت سوم ـــ غیر مسبوقٍ مرکب اضافی، مسبوق اسم مفعول، صاحبہ مرکب اضافی نائب فاعل، الیہ ظرف لغو ـــ

[illegible]

[illegible] اور معلوم ... [illegible] کی تقدیر ... اور علیہ متعلق ... ساعد ہے۔

دوسرا جملہ ... [illegible] ... ان مفعول کی تقدیر (ان القول) ہے اور یہ ظرف مستقر ہو کر خبر ہے القول مع صفات اَنَّ کا اسم ہے الشائع پہلی صفت، المتفق علیہ دوسری صفت ہے۔ المتفق اسم مفعول علیہ لفظاً ظرف لغو اور معنیً نائب فاعل، بین اھل العلم ہوا مفعول فیہ (اسم مفعول کا) بالاخبار والروایات متعلق العلم ہے، قدیماً وحدیثاً دوسرا مفعول فیہ ہے۔ جملہ اَنْ کل رجل الخ خبر ہے ان القول کی ۔۔۔ رجل مرکب اضافی اَنَّ کا اسم ثقۃ پہلی صفت رجل کی، جملہ روی دوسری صفت، عن مثلہ متعلق روی سے حدیثاً مفعول بہ ۔۔۔ وجائز الخ رجل سے حال، جائز پہلی خبر مقدم، ممکن دوسری خبر مقدم۔ لہٗ دونوں خبروں سے متعلق (علی التنازع) لقاؤہ والسماع منہ مبتدا مؤخر ۔۔۔ لکونہما لفظاً جائز اور ممکن سے متعلق اور معنًا ان کا مفعول لہٗ ۔۔۔ ھما کون کا اسم، جمیعاً اسم سے حال، جملہ کانا، کون کی خبر ۔۔۔ کانا فعل ناقص، ضمیر تثنیہ اس کا اسم، فی عصر واحد ظرف مستقر ہو کر خبر ۔۔۔ وان لم یات الخ اِن وصلیہ متضمن معنیٰ شرط، جملہ لم یات شرطیہ، فالروایۃ ثابتۃ مع جملہ معطوفہ عوض جزاء۔ لم یات فعل منفی فی خبر ظرف لغو متعلق مفعول فیہ، اور جملہ انہما فاعل لم یات کا ۔۔۔ ھما اَنَّ کا اسم، جملہ اجتمعا خبر، اور جملہ لا تشافہا معطوف، جملہ اجتمعا پر (لا برائے تاکید نفی) بکلام متعلق تشافہا سے ۔۔۔ فالروایۃ ثابتۃ جملہ اسمیہ خبریہ مع جملہ معطوفہ والحجۃ بہا لازمۃ خبر ہے اَن کل رجل ثقۃ کی، اور یہی جملے عوض جزا بھی ہیں ۔۔۔ بہا متعلق الحجۃ سے ای الاحتجاج بہا۔

قولہ:۔ الا اَن تکون الخ اِلّا حرف استثناء (الروایۃ ثابتۃ والحجۃ بہا لازمۃ کے مفہوم سے استثناء ہے) اَن تکون الخ بتاویل مفرد ہو کر مستثنیٰ، ھناک خبر یکون کی دلالۃ بینۃ اسم، جملہ اَنَّ ھذا الراوی دلالت کا مفعول بنزع خافض ای علی ان الخ ۔۔۔ ھذا الراوی اسم اَنَّ کا، جملہ لم یلق مع معطوف خبر ۔۔۔ لم یلق فعل منفی، فاعل ضمیر مستتر، من روی الخ موصول صلہ مل کر مفعول بہ ۔۔۔ جملہ لم یسمع معطوف، جملہ لم یلق پر۔

قولہ:۔ فاما والامر الخ اَمّا برائے تفصیل متضمن معنیٰ شرط۔ (اذا جاء الخبر جملہ شرطیہ محذوف) فالروایۃ الخ جزاء ۔۔۔ والامر جملہ حالیہ (الخبر محذوف سے حال) الامر مبتدا مبہم

[illegible] ... الذی نحن بصدد ... [illegible] ... الروایۃ علی السماع ... [illegible] ... حتیٰ ... [illegible] ... موصول صلہ مل کر صفت ... [illegible]

دلیل کا مطالبہ

ہر دعویٰ دلیل کا محتاج ہوتا ہے ... [illegible] ... اس کے حمایتی سے دلیل طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔

آپ نے دوران کلام یہ بات تسلیم کی ہے کہ اگر ثقہ راوی ... دونوں ثقہ ہوں تو روایت حجت ہے، اور اس پر عمل لازم ہے۔ پھر آپ نے ثبوت ملاقات کی قید لگا دی ہے تو کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ شرط کسی ایسے محدث سے مروی ہے جس کی بات ماننی ضروری ہو؟ اور اگر نقل (سند) نہیں پیش کر سکتے تو کم از کم دلیل عقلی ہی پیش کیجئے۔ بے دلیل آپ کی بات کیسے تسلیم کر لی جائے؟!

> فیقال لمخترع ھذا القول الذی وصفنا مقالتہ اَو للذاب عنہ قد اَعطیت فی جملۃ قولک اَن خبر الواحد الثقۃ عن الواحد الثقۃ حجۃ یلزم بہ العمل، ثم اَدخلت فیہ الشرط بعد، فقلت: حتی نعلم اَنہما قد کانا التقیا مرۃ فصاعداً، وسمع منہ شیئاً۔ فہل تجد ھذا الشرط الذی اشترطتہ عن احد یلزم قولہ؟ والا فہلم دلیلاً علی ما زعمت!

[illegible]

ترجمہ:۔ پس کہا جائیگا اس قول کے موجد سے ۔۔۔ جس کی بات کی ہم نے وضاحت کر دی ہے ۔۔۔ یا اس کے حمایتی سے کہ آپ نے دوران کلام یہ بات تسلیم کی ہے کہ ایک ثقہ آدمی کی دوسرے ثقہ آدمی سے روایت حجت ہے، اس پر عمل لازم ہے، پھر آپ نے بعد میں ایک شرط لگائی اور کہا کہ (اس وقت حجت ہے) جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ وہ دونوں راوی

اور مروی عنہ) ایک بار یا متعدد بار مل چکے ہیں اور راوی نے مروی عنہ سے کوئی حدیث سنی ہے۔ تو کیا آپ نے جو شرط لگائی ہے اس کا ثبوت کسی ایسے شخص سے پاتے ہیں جس کی بات ماننی ضروری ہو؟ اور اگر نہیں پاتے تو اپنے دعوی کی کوئی اور دلیل پیش کیجئے!

لغات:- اَلذَّابُّ: اسم فاعل، حمایتی ذَبَّ (ن) ذَبًّا عنہ، دفع کرنا حمایت کرنا۔ عطیتَ بمعنی سَلَّمْتَ ہے ــــ فی جملۃ، مجموعہ میں یعنی درمیان میں ــــ ھَلُمَّ اسم فعل ہے اور یہاں متعدی ہے جیسے ھَلُمَّ شُہَدَاءَکُمْ (اپنے گواہوں کو لاؤ)

ترکیب:- لمخترع متعلق یقال سے الذی وصفنا موصول صلہ مل کر صفت القول کی، للذاب معطوف لمخترع پر، جملہ قد اعطیت مع معطوف یقال کا نائب فاعل، جملہ ان خبر الواحد الخ مفعول بہ اعطیت کا۔ حجۃ خبر ان جملہ یلزم الخ صفت حجۃ کی ــــ ثم حرف عطف، جملہ ادخلت معطوف، جملہ اعطیت پر، بعدُ (مبنی علی الضم) مفعول فیہ ادخلت کا ــــ جملہ قلت معطوف، جملہ ادخلت پر ــــ حتی برائے غایت (مُغَیّا مقدر ای لا یکون حجۃ حتی نعلم الخ) جملہ انہما مفعول نعلم کا ــــ مرۃ فصاعداً معطوف علیہ اور معطوف مل کر مفعول فیہ التقیا کا ــــ جملہ سمع منہ معطوف جملہ التقیا پر۔

قولہ:- فہل تجد الخ الذی اشترطتہ موصول صلہ مل کر صفت ھذا الشرط کی عن احدٍ متعلق تجدُ سے، جملہ یلزم صفت احد کی ــــ ھلم اسم فعل دلیلاً مفعول بہ سلی ما الخ متعلق دلیلاً سے ــــ واِلاّ ای وان لم تجد الشرط منقولاً عن احدٍ فہات دلیلاً لقولک!

دلیل نقلی ندارد

مدعی کے پاس اپنے قول کی کوئی سند نہیں ہے، علمائے متقدمین میں سے کسی کا قول اس کی تائید نہیں کرتا، وہ کسی کا جعلی قول بھی پیش نہیں کرسکتا۔ پس ثابت ہوا کہ مدعی کا قول "ایجاد بندہ" ہے۔

> فَإِن ادّعی قولَ احدٍ من علماء السلف، بما زعم من إدخالِ الشّرِیطَۃِ فی تَثْبِیتِ الخبرِ، طُولب بہ ولن یجدَ ھو ولا غیرُہ الی ایجادہ سبیلاً۔

ترجمہ:- پس اگر وہ شخص علمائے متقدمین میں سے کسی کے قول کا دعوی کرتا ہے، اس بارے میں جو اس کا خیال ہے یعنی شرط بڑھانا حدیث کو پکا کرنے کے لئے تو اس سے اُس قول کا مطالبہ کیا جائیگا اور ہرگز نہیں پائے گا وہ اور نہ کوئی اور (اس کا حمایتی) ایسا قول ایجاد کرنے کی راہ!

ترکیب:- اِنْ شرطیہ، جملہ ادعی شرطیہ اور جملہ طولب جزا ــــ من علماء الخ ظرف مستقر ہو کر صفت احد کی، بما زعم الخ متعلق ادعی سے، من ادخال الخ بیان ہے ما موصولہ کا ــــ فی تثبیت میں فی بمعنی لام ہے اور یہ ادخال کا ظرف ہے ــــ ھو فاعل ہے لن یجد کا ــــ ولا غیرہ میں لا زائدہ برائے تاکید نفی ہے اور غیرہ کا عطف ھو پر ہے ــــ الی ایجادہ الخ متعلق لن یجد سے، ایجاد مصدر مضاف الی المفعول ہے اور سبیلاً مفعول بہ لن یجد کا۔

دلیلِ عقلی

جن لوگوں نے حدیث شریف کی پختگی کے لئے ثبوت لقاء کی شرط لگائی ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ ہم نے رواتِ حدیث کے احوال کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ روات ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں درانحالیکہ راوی نے مروی عنہ کو نہ تو دیکھا ہے نہ اس سے حدیث سنی ہے یعنی ان کے نزدیک انقطاع کے ساتھ روایت جائز تھی مگر محدثین کے نزدیک حدیث منقطع حجت نہیں ہے اس لئے ضروری ہوا کہ مروی عنہ سے راوی کے سماع و لقاء کی تحقیق کی جائے اگر ایک بار بھی ملاقات کا ثبوت مل جائے اور ایک حدیث کا سننا بھی متحقق ہوجائے تو اس راوی کی جملہ مرویات کو متصل قرار دیا جائے ورنہ منقطع اور ناقابل استدلال سمجھ کر توقف کیا جائے، خلاصہ دلیل یہ ہے کہ۔

لقاء و سماع کا ثبوت اس لئے ضروری ہے تاکہ سند میں انقطاع کا احتمال باقی نہ رہے

> وان ھو ادّعی ــــ فیما زعم ــــ دلیلاً یُحْتَجُّ بہ، قیل لہ: وما ذلک الدلیلُ؟ فإن قال: قلتُہ لأنی وجدتُ رُواۃَ الأخبارِ ــــ قدیماً وحدیثاً ــــ یروی احدُھم عن الآخر الحدیثَ ولم یُعَایِنْہُ، ولا سمع منہ شیئاً قطُّ، فلما رأیتُہم استجازوا روایۃَ الحدیث بینہم ھکذا علی الإرسال، من غیر سماعٍ ــــ والمرسل من الروایات ــــ فی أصلِ قولنا، وقولِ اھل العلم

بالأخبار — لیس بحجة — احتججتُ — لما وصفتُ من العلة — الی البحث عن سماع راوی کلّ خبرٍ عن راویه، فإذا أنا هجمتُ علی سماعه منه، لأدنیٰ شیئٍ، ثبت عندی بذلك جمیعُ مایروی عنه بعدُ، فان عَزَبَ عنی معرفةُ ذلك أوقفتُ الخَبَرَ، ولم یکن عندی مَوْضِعَ حجةٍ، لإمکان الارسالِ فیه۔

ترجمہ:۔ اور اگر وہ شخص دعویٰ کرے — اپنی رای کے سلسلہ میں — کسی ایسی دلیل کا، جس سے استدلال کیا جائے، تو اس سے پوچھا جائیگا کہ وہ دلیل کیا ہے؟ پس اگر وہ کہے کہ میں نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ میں نے ماضی اور حال کے رواتِ حدیث کو پایا ہے کہ ایک دوسرے سے حدیث روایت کرتے ہیں، حالانکہ راوی نے مروی عنہ کو اب تک دیکھا نہیں ہے، نہ اس سے کبھی کچھ سنا ہے، پس جب دیکھا میں نے کہ لوگ اس طرح آپس میں بغیر سنے ارسال (انقطاع) کے ساتھ حدیث روایت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں — حالانکہ مرسل (منقطع) روایتیں ہمارے اصلی قول میں، اور حدیث شریف کا علم رکھنے والوں کے اصلی قول میں حجت نہیں ہیں — تو مجھے ضرورت محسوس ہوئی — اُس خرابی کی وجہ سے جس کی میں نے وضاحت کی — ہر حدیث کے راوی کے سماع کی تحقیق کرنے کی مروی عنہ سے، پس اگر مجھے راوی کا مروی عنہ سے سماع کسی ایک جگہ بھی مل گیا تو میرے نزدیک اتنی بات سے اس راوی کی وہ تمام روایتیں ثابت ہوجائیں گی جو وہ مروی عنہ سے اسکے بعد روایت کرے گا، اور اگر اس کا علم مجھ سے مخفی رہ گیا تو میں حدیث کو موقوف قرار دوں گا، اور وہ حدیث میرے نزدیک قابل حجت نہ ہوگی، اُس روایت میں ارسال (انقطاع) کا احتمال ہونے کی وجہ سے۔

لغات:۔ عَایَنَ معاینةً: خود دیکھنا، معائنہ کرنا — اِسْتَجَازَ الأمر: جائز سمجھنا — هَجَمَ (ن)، هجومًا: غفلت کی حالت میں اچانک آنا — عَزَبَ (ن،ض) عُزُوبًا، دور ہونا، غائب ہونا، پوشیدہ ہونا۔

ترکیب:۔ اِن شرطیہ، ھو مبتدأ، جملہ ادعی خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ شرطیہ قیل لہ الخ قول مقولہ مل کر جملہ جزائیہ — فیما زعم متعلق ادعی ہے، جملہ یحتج بہ صفت دلیلاً کی ما استفہامیہ مبتدأ ذلك الدلیل خبر۔

قولہ،۔ فان قال الخ ان شرطیہ، جملہ قال مع مقولہ (مفعول بہ) شرطیہ (جزا احتججت الخ ... لانی لفظاً قلت کا ظرف، معنیً اس کا مفعول لہ — رواۃ الاخبار ... بقرینۂ مابعد) ... اول وجدت کا، قدیما وحدیثا مفعول فیہ، جملہ یروی مفعول ثانی، پھر جملہ وجدت ... لمایعاینہ مع معطوف حال یروی کے فاعل سے (لما حرف جازم بمعنی لم ہے) ... معطوف لمایعاینہ پر، قط مفعول فیہ سمع کا۔

قولہ:۔ فلما رأیتھم الخ لما حرفِ شرط، جملہ رأیتھم شرطیہ، جملہ احتججتُ جزائیہ ... اول کی جزا کا قرینہ) جملہ استجازوا مفعولِ ثانی رأیت کا، بینھم مفعول فیہ۔ ھکذا ... علی الارسال متعلق استجازوا سے، من غیر سماع متعلق ارسال سے — والمرسل ... المرسل مبتدا، اور جملہ لیس بحجة خبر، من الروایات ظرف مستقر ہوکر المرسل ... فی اصل الخ متعلق حجة سے، بالأخبار متعلق العلم سے لیس کا اسم ضمیر راجع بسوئے ... محذوف — لما وصفت الخ متعلق احتججتُ سے، جملہ وصفتُ صلہ، من العلة ... ما موصولہ کا، الی البحث متعلق احتججتُ سے، عن سماع متعلق البحث سے، سماع ... کلّ خبر میں تابع اضافت ہے، عن راویہ متعلق سماع سے۔

قولہ:۔ فاذا انا هجمتُ الخ اِذا حرفِ شرط أنا مبتدا، جملہ هَجَمْتُ، خبر پھر جملہ ... شرطیہ اور جملہ ثبت جزائیہ علی سماعہ متعلق هجمتُ سے منہ اور لأدنی شیئٍ متعلق سماع سے ... عندی مفعول فیہ ثبت کا بذلك ظرف لغو جمیع الخ فاعل، جمیع مضاف، مایروی موصول ... کر مضاف الیہ، عنہ یروی سے متعلق بعدُ مفعول فیہ یروی کا۔

قولہ:۔ فان عزب الخ ان حرفِ شرط، جملہ عَزَبَ شرطیہ، اور جملہ اوقفتُ مع معطوف جزائیہ معرفة ذلك فاعل عَزَبَ کا، جملہ لم یکن معطوف، جملہ اوقفت پر — عندی ... مفعول فیہ لم یکن کا، فعل ناقص کا اسم ضمیر مستتر اور موضع حجة خبر، لامکان الخ لفظاً فعل ناقص سے متعلق اور معنیً اس کا مفعول لہٗ، فیہ متعلق الارسال سے۔

دلیل کا جواب

مدعی کی مذکورہ دلیل کا جواب یہ ہے کہ اگر لقاء وسماع کی تحقیق اس لئے ضروری ہے کہ انقطاع کا احتمال ختم ہوجائے، تو پھر چاہئے کہ کسی بھی معنعن روایت کو قبول نہ کیا جائے،

اگرچہ لقاء وسماع ثابت ہو، کیونکہ انقطاع کا احتمال تو ثبوتِ لقاء کے بعد بھی اس راوی کی دوسری معنعن روایتوں میں باقی رہتا ہے، لہٰذا اس مدعی کو چاہئے کہ صرف وہ حدیثیں قبول کرے جن میں اول سے آخر تک سماع کی صراحت ہو ـــــ یہ بات ایک مثال سے سمجھئے۔

ایک سند ہے ہشام بن عروۃ، عن ابیہ، عن عائشۃ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہشام اپنے والد سے، وہ اپنی خالہ حضرت عائشہ سے. وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں) اس سلسلۂ اسناد کے ہر راوی کا مروی عنہ سے بالیقین سماع ہے، لیکن اگر کسی روایت میں ہشام سمعت أبي یا اخبرني أبي نہ کہیں. تو سماع ولقاء کے ثبوت کے باوجود، اس معین روایت میں انقطاع کا احتمال ہوتا ہے کہ وہ معین روایت ہشام نے اپنے والد سے براہ راست نہ سنی ہو، بلکہ کسی واسطہ سے سنی ہو، پھر روایت کرتے وقت نشاط نہ ہونے کی وجہ سے یا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے، اُس واسطہ کو چھوڑ کر عن عروۃ روایت کی ہو، کیونکہ رُوات حالت نشاط میں اور باقاعدہ تحدیث کے وقت تو پوری سند بیان کرتے تھے مگر دوسرے احوال میں کبھی وہ سند مختصر بھی کر دیتے تھے ـــــ پھر انقطاع کا یہ احتمال جس طرح ہشام اور ان کے والد کے درمیان ہے، عروہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بھی ہے. ـــــ اور یہ محض فرضی احتمال نہیں ہے، بلکہ واقعہ ہے، آگے اس سلسلہ کی چند واقعی مثالیں آرہی ہیں۔

الغرض جس سند میں سماع کی صراحت نہ ہو ـــ اگرچہ فی الجملہ لقاء وسماع ثابت ہو ـــ وہاں سند میں انقطاع کا احتمال کسی درجہ میں ضرور باقی رہتا ہے، اور انقطاع کے احتمال کے ساتھ حدیث اس مدعی کے نزدیک حجت نہیں ہے، پس اس کو چاہئے کہ سماع کی صراحت کے بغیر وہ کسی راوی کی کوئی روایت قبول نہ کرے، حالانکہ وہ بھی فی الجملہ لقاء وسماع کو کافی سمجھتا ہے اور ایک بار لقاء اور ایک جگہ سماع ثابت ہونے پر وہ اس راوی کی تمام روایتوں کو متصل قرار دیتا ہے، تو گویا اس مدعی نے بھی تسلیم کر لیا کہ انقطاع کے احتمال کے باوجود روایت متصل ہو سکتی ہے ـــــ لہٰذا جس صورت میں سند کے تمام روات ثقہ ہوں اور ان کے ظاہر حال سے یہی توقع ہو کہ وہ بغیر سنے روایت نہیں کرتے ہوں گے، تو اتنی بات ہمارے اعتماد کے لئے کافی ہے اور ہم انقطاع کے عقلی احتمال کے باوجود اس راوی کی روایت کو متصل قرار دیں گے، کیونکہ عقلی احتمال تو بہر حال باقی رہتا ہے، اس کو بالکلیہ ختم

...نے کی کوئی صورت نہیں ہے

فَيُقَالُ لَه: فَإِن كانت العلَّةُ فى تَضعِيفِكَ الخَبَرَ، وتَرْكِكَ الاحتجاجَ به، إمكانَ الإرسال فيه: لَزِمَكَ أن لا تُثبِتَ اسنادًا مُعَنعَنًا، حتى ترى فيه السَّماعَ من اوله الى آخره، وذلك: أن الحديثَ الواردَ علينا باسنادِ هشامِ بنِ عروةَ عن أبيه، عن عائشةَ فَبِيَقِينٍ نعلم: أن هشامًا قد سمع من أبيه، وأن أباه قد سمع من عائشةَ، كما نعلم أن عائشةَ قد سمعتْ من النبى صلى الله عليه وسلم وقد يجوز ـــ إذا لم يَقُلْ هشامٌ فى روايةٍ يرويها، عن أبيه: "سمعتُ" او "أخبرنى" ـــ: أن يكون بينه وبين أبيه ـــ فى تلك الرواية ـــ إنسانٌ آخرُ أخبره بها عن أبيه، ولم يَسْمَعْهَا هو من أبيه، لَمَّا أَحَبَّ أن يَرْوِيَهَا مرسلًا، ولا يُسْنِدَهَا الى من سَمِعَهَا منه؛ وكما يمكن ذلك فى هشام عن أبيه، فهو أيضًا ممكنٌ فى أبيه، عن عائشةَ؛ وكذلك كلُّ إسنادٍ لحديثٍ ليس فيه ذكرُ سَماعِ بعضِهم من بعضٍ؛ وإن كان قد عُرِفَ فى الجملةِ: أن كلَّ واحدٍ منهم قد سمع من صاحبه، سَماعًا كثيرًا، فجائزٌ لكلِّ واحدٍ منهم أن يَنْزِلَ فى بعضِ الروايةِ، فَيَسْمَعَ من غيره عنه بعضَ أحاديثه ثم يُرسِلَهُ عنه أحيانًا، ولا يُسَمِّيَ من سمع منه، ويَنْشَطُ أحيانًا فَيُسَمِّيَ الرجلَ الذى حَمَلَ عنه الحديثَ، ويَتْرُكُ الإرسالَ وما قلنا من هذا موجودٌ فى الحديثِ، مُسْتَفِيضٌ من فِعْلِ ثقاتِ المحدثين، وأئمةِ أهلِ العلمِ، وسَنَذْكُرُ من رواياتهم ـــ على الجهةِ التى ذكرنا ـــ عددًا، يُسْتَدَلُّ بها على أكثرَ منها. إن شاء الله تعالى

ترجمہ:۔ تو اس مدعی سے کہا جائیگا کہ اگر آپ کے نزدیک حدیث کو ضعیف قرار دینے کی، اور اس سے استدلال ترک کرنے کی وجہ، اُس روایت میں ارسال (انقطاع) کا احتمال ہے، تو آپ پر لازم ہے کہ کسی بھی معنعن اسناد کو ثابت نہ مانیں جب تک کہ شروع سے آخر تک

اس میں سماع کی صراحت نہ دیکھ لیں۔

اور یہ بات بایں وجہ (لازم) ہے کہ ھشام بن عروۃ، عن ابیہ، عن عائشۃ کی سند سے جو حدیث ہمیں پہنچی ہے، اسکے بارے میں ہم بالیقین جانتے ہیں کہ ہشام نے اپنے والد عروہ سے سنا ہے، اور یہ بھی (ہم جانتے ہیں) کہ ان کے والد عروہ نے حضرت عائشہ رض سے سنا ہے جس طرح ہم اس بات کو بالیقین جانتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

اور ہو سکتا ہے کہ جب ہشام اپنی روایت میں ــــ جسے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں ــــ سَمِعْتُ یا أَخْبَرَنِیْ نہ کہیں تو اس روایت میں ہشام اور ان کے والد کے درمیان کوئی واسطہ ہو، جس نے عروہ سے سن کر ہشام کو خبر دی ہو، اور خود ہشام نے اپنے والد سے اس حدیث کو نہ سنا ہو ــــ (یہ احتمال اس صورت میں ہے) جب ہشام نے پسند کیا ہو کہ اس روایت کو مرسل (منقطع) بیان کریں، اور جس سے انھوں نے وہ روایت سنی ہے اس کی طرف نسبت نہ کریں۔ ــــ (یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ عبارت میں لَمَّا (بفتح اللام وتشدید المیم) اور مُرْسَلًا (بفتح السین) ہو اور اگر لِمَا (بکسر اللام وتخفیف المیم) اور مُرْسِلًا (بکسر السین) ہو تو ترجمہ اس طرح ہوگا بایں وجہ کہ ہشام نے پسند کی ہو یہ بات کہ وہ اس حدیث کو منقطع بنا کر روایت کریں، اور جس سے انھوں نے وہ روایت سنی ہے اس کی طرف نسبت نہ کریں)

اور جس طرح یہ بات ہشام اور عروہ کے درمیان ممکن ہے، اسی طرح عروہ اور عائشہ رض کے درمیان بھی ممکن ہے، اسی طرح یہ احتمال حدیث کی ہر اس سند میں ہو سکتا ہے جس میں رواۃ کا ایک دوسرے سے سماع مذکور نہ ہو ــــ اگرچہ فی الجملہ یہ بات معلوم ہو کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے استاذ سے بہت کچھ سنا ہے، تاہم ان میں سے ہر ایک کے لئے جائز ہے کہ بعض روایات میں نزول (اُتار) اختیار کرے، اور اپنے استاذ کی بعض حدیثیں، بالواسطہ سنے، پھر کبھی اُس روایت کو استاذ سے ارسالاً (انقطاع کے ساتھ) ذکر کرے اور جس واسطہ کے ذریعہ وہ روایت سنی ہے اس کا نام نہ لے۔ اور کبھی نشاط میں ہو تو اس راوی کا نام لے جس سے حدیث لی ہے اور ارسال نہ کرے۔

اور یہ بات جو ہم نے کہی ہے معتبر محدثین اور ائمۂ حدیث کے عمل سے، احادیث میں بکثرت موجود اور مشہور ہے اور ابھی ہم ان کی چند روایتیں ــــ اس طرز کی جو ہم نے بیان کیا ــــ ذکر کریں گے جن سے ــــ اگر اللہ نے چاہا تو ــــ اور بہت سی روایتوں پر استدلال کیا جا سکیگا

تشریح:- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بڑے محدث کے کسی شاگرد کو کوئی حدیث استاذ سے سننے کا موقع نہیں ملتا، چنانچہ وہ اپنے استاذ بھائی سے وہ حدیث سنتا ہے، جیسا کہ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ شاگرد کوئی حدیث استاذ سے بھی سنتا ہے اور استاذ بھائی سے بھی سنتا ہے پس اگر راوی وہ حدیث براہ راست استاذ سے روایت کرے تو اصطلاح میں وہ عالی کہلاتی ہے، اور پہلی صورت میں مرسل (منقطع) ہوتی ہے، اور دوسری صورت میں متصل، اور اگر شاگرد سے روایت کرے تو وہ نازل کہلاتی ہے، اور پہلی صورت میں متصل اور دوسری صورت میں مزید فی متصل الاسانید کہلاتی ہے ــــ رُواتِ حدیث کے احوال مختلف ہیں کبھی وہ سند کو عالی کرنے کے لئے استاذ سے روایت کرتے ہیں اور کبھی نزول اختیار کرتے ہیں اور استاذ بھائی سے روایت کرتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے پہلی صورت ذکر کی ہے کہ اگر کوئی حدیث شاگرد نے استاذ سے نہ سنی ہو بلکہ استاذ بھائی سے سنی ہو پھر بوقت روایت استاذ کی سند سے روایت کرے تو یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ یہ معین روایت استاذ سے نہیں سنی ہے اگرچہ استاذ سے سماع ولقاء ہے پس ثابت ہوا کہ لقاء اور سماع کثیر کے بعد بھی کسی معین روایت میں انقطاع کا احتمال باقی رہتا ہے اس لئے مدعی مذکور کو چاہئے کہ کوئی بھی معنعن روایت قبول نہ کرے، یہ بحث آگے ص ۱۶۳ پر بھی آرہی ہے۔

ترکیب:- اِنْ شرطیہ، جملہ کانت العلۃ الخ شرطیہ، اور جملہ لزمك الخ جزائیہ ــــ العلۃ اسم کانت کا، امکان الارسال خبر ــــ لزمك فعل بامفعول بہ اور جملہ ان لاتثبت الخ فاعل اور حتی غایت لاتثبت کی۔

قوله:- ذلك مبتدا، ان الحدیث ای بأن الحدیث ظرف مستقر ہو کر خبر ــــ علینا اور باسناد متعلق الوارد سے ــــ جملہ نعلم خبر أَنَّ الحدیث کی اور جقیقین متعلق نعلم سے اور جملہ أن ھشاما الخ مع جملہ معطوفہ (وأن أباہ الخ) وجملہ مشبہ (کما نعلم الخ) مفعول بہ نعلم کا۔

قوله:- قد یجوز الخ جملہ ان یکون بینہ الخ بتاویل مفرد ہو کر فاعل قد یجوز کا ــــ اذا لم یقل الخ مفعول فیہ۔ ــــ بینہ الخ خبر مقدم یکون کی فی تلك الخ متعلق یکون سے۔ انسانٌ اسم مؤخر اخر پہلی صفت انسانٌ کی، جملہ اخبرہ دوسری صفت، جملہ لم یسمعھا معطوف جملہ اخبرہ پر، لِمَا أَحَبَّ الخ مفعول لہ قد یجوز کا ــــ اور لَمَّا ہو تو حرف شرط

اور جملہ اُحبَّ شرط، جزا (أَسقَطَ المرويَّ عنه) محذوف، جملہ ان يرويها مفعول بہ اَحبَّ کا۔ مرسلاً حال (یروی کی ضمیر فاعل سے یا ضمیر مفعول سے) اور جملہ لا یسندھا معطوف جملہ یرویہا پر

نوٹ:۔ باقی ترکیب آسان ہے اوپر بار بار اس قسم کے جملے آچکے ہیں۔

موعود مثالیں

اوپر جن مثالوں کا وعدہ کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں

① ہشام بن عروہ اپنے والد سے، وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، اور ان حضرات میں لقاء و سماع ہے مگر حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث کنتُ أُطَيِّبُ الخ ہشام سے دو طرح مروی ہے (۱) ایوب سَخْتِیَانِیْ، عبداللہ بن المبارک، امام وکیع، ابن نُمیر اور بہت سے حضرات ہشام اور عروہ کے درمیان کوئی واسطہ ذکر نہیں کرتے (۲) اور لیث بن سعد مصری، داؤد عطار، حمید بن الاسود، وُہیب بن خالد، اور ابو اُسامہ ہشام کے بھائی عثمان کا واسطہ بڑھاتے ہیں ــــــ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ایوب وغیرہ کی روایت میں ارسال (انقطاع) ہے۔

② اسی طرح حدیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعتکف الخ ہشام اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے براہ راست نقل کرتے ہیں، جبکہ اسی حدیث کو امام مالک، امام زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ عروہ سے، وہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن اسعد بن زُرارہ سے اور وہ حضرت عائشہ سے روایت کرتی ہیں ــــــ یہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہشام کی سند میں ارسال (انقطاع) ہے

③ حضرت عائشہؓ کی حدیث کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُقَبِّلُ، وھو صائم: امام زہری اور صالح بن ابی حسّان حضرت ابو سلمہ سے، وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں، جبکہ یحیی بن ابی کثیر اسی حدیث میں ابو سلمہ اور حضرت عائشہؓ کے درمیان دو واسطے بڑھاتے ہیں: ایک حضرت عمر بن عبدالعزیز کا، اور دوسرا حضرت عروہ کا ــــــ پس معلوم ہوا کہ امام زہری وغیرہ کی سند میں ارسال ہے۔

④ حضرت جابرؓ کی حدیث اَطْعَمَنَا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ ابن عیینہ وغیرہ عمرو بن دینار سے، اور وہ حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں، جبکہ حماد بن زید اسی روایت کو عمرو بن دینار سے روایت کرتے ہیں تو امام باقر ابو جعفر محمد بن علی کا واسطہ بڑھاتے ہیں ــــــ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ابن عیینہ کی سند میں ارسال ہے۔

نوٹ:۔ اس قسم کی بے شمار روایتیں موجود ہیں۔ مثال کیلئے یہ چار کافی ہیں۔

فمن ذلك:

(۱) أن أيوبَ السَّخْتِيَانِيَّ، وابن المبارَكِ، ووكيعا، وابنَ نُمَيرٍ وجماعةً غَيْرَهُمْ، رَوَوْا عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة رضي الله عنها ـ قالت: "كُنْتُ أُطَيِّبُ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم، لِحِلِّهِ وَلِحُرْمِهِ، بِأَطْيَبِ ما أَجِدُ": فروى هذه الروايةَ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بن سعد، وداؤد العطّار، وحُميد بن الأسود، ووُهيب بن خالد، وابو أسامة، عن هشام، قال: أَخبرني عثمان بن عروة، عن عروة، عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

(۲) وروى هشامٌ، عن أبيه، عن عائشة، قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا اعتكف، يُدْنِي إِلَيَّ رأسَهُ، فَأُرَجِّلُهُ وأَنا حائض": فرواها بعَيْنِهَا مالك بن أنس، عن الزهري، عن عروة، عن عَمرةِ، عن عائشة، عن النبي صلى الله عليه وسلم.

(۳) وروى الزهريُّ، وصالح بن ابي حسّانَ، عن ابي سلمة، عن عائشة: "كان النبيُّ صلى الله عليه وسلم يُقَبِّلُ وهو صائم": فقال يحيى بن ابي كثير في هذا الخبر، في القُبْلَةِ: أخبرني ابو سلمة بن عبد الرحمن، أن عمرَ بن عبد العزيز أخبره، أن عروةَ أخبره، أن عائشةَ أخبرته، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يُقَبِّلُهَا، وهو صائم:

(٤) وروى ابن عيينةَ، وغيرهُ، عن عمرو بن دينار، عن جابر، قال: أَطْعَمَنَا رسولُ الله صلى الله عليه وسلم لُحُومَ الخيلِ، ونهانا عن لحوم الحُمُرِ الأهلية: فرواه حماد بن زيد عن عمرو عن محمد بن علي، عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم۔ وهذا النحوُ في الروايات كثير، يَكْثُرُ تَعْدَادُهُ. وفيما

ذکرنا منہا کفایۃ لذوی الفہم۔

ترجمہ:۔ تو اُن روایات میں سے ہے۔

① کہ ایوب سختیانی، ابن المبارک، وکیع، ابن نُمیر اور ان کے علاوہ ایک جماعت، ہشام بن عروہ سے روایت کرتی ہے، وہ اپنے والد سے، اور وہ حضرت عائشہ رض سے روایت کرتے ہیں، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگایا کرتی تھی، احرام کھولتے وقت اور احرام باندھتے وقت، عمدہ سے عمدہ جو خوشبو میں پاتی تھی ـــــ اب بعینہٖ اسی روایت کو لیث بن سعد، داؤد عطار، حُمید، وُہیب اور ابو اُسامہ حضرت ہشام سے روایت کرتے ہیں، ہشام نے کہا کہ مجھے عثمان نے بتایا روایت کرتے ہوئے عروہ سے، وہ حضرت عائشہؓ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں (اس سند میں عثمان کا اضافہ دلیل ہے کہ پہلی سند میں انقطاع ہے)

② اور ہشام نے اپنے والد سے، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے، حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تو اپنا سر مبارک میری طرف جھکا دیتے، میں آپ کے سر میں کنگھی کیا کرتی، درآنحالیکہ میں حائضہ ہوتی تھی ـــــ اب بعینہ اسی روایت کو مالک بن انس امام زہری سے روایت کرتے ہیں، وہ عروہ سے، وہ عمرہ سے وہ حضرت عائشہ رض سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں (اس سند میں عمرہ کا اضافہ دلیل ہے کہ پہلی سند میں ارسال ہے)۔

③ اور زہری اور صالح بن ابی حسّان نے ابوسلمہ سے، انھوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لیتے تھے: ـــــ اب یحییٰ بن ابی کثیر اسی قُبلہ والی روایت میں کہتے ہیں کہ مجھے ابو سلمہ نے خبر دی، ان کو عمر بن عبدالعزیز نے، ان کو عروہ نے اور ان کو حضرت عائشہ رض نے خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کی حالت میں ان کا بوسہ لیتے تھے (اس اسناد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت عروہ کے واسطے بڑھے ہوئے ہیں جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ پہلی سند میں انقطاع ہے)

④ اور ابن عیینہ وغیرہ نے عَمرو بن دینار سے اور انھوں نے حضرت جابر رض سے روایت کی ہے۔ حضرت جابر رض فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو گھوڑوں کا گوشت

کھانے کی اجازت دی، اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا: ـــــ اب اسی حدیث کو حماد بن زید، حضرتِ عمرو سے، وہ محمد بن علی سے، وہ حضرت جابر رض سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (اس اسناد میں محمد باقر کا اضافہ ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ پہلی اسناد میں انقطاع ہے)

اور یہ انداز روایات میں اتنا زیادہ ہے کہ جس کے شمار میں طوالت ہے۔ اور ان میں سے جتنی مثالیں ہم نے ذکر کی ہیں وہ عقل مندوں کے لئے کافی ہیں۔

مضمون سابق کی طرف مراجعت

مذکورہ بالا مثالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ لقاء و سماع کے بعد بھی ارسال کا احتمال باقی رہتا ہے، کیونکہ رُواتِ حدیث کبھی تو باقاعدہ تحدیث کے لئے مجلس منعقد کرتے ہیں اور نشاط میں ہوتے ہیں تو سند جیسی ہوتی ہے ویسی بیان کرتے ہیں، اگر سند عالی ہوتی ہے تو عالی بیان کرتے ہیں، اور اگر نازل ہوتی ہے تو نازل بیان کرتے ہیں اور کبھی باہمی گفتگو میں حدیث سناتے ہیں، یا بطور مسئلہ حدیث بیان کرتے ہیں تو یا تو بالکل سند حذف کر دیتے ہیں، یا صرف صحابی کا نام لے کر حدیث بیان کرتے ہیں، یا مدارِ سند یعنی سلسلۂ سند کے مرکزی راوی سے سند شروع کرتے ہیں اور باقی سند چھوڑ دیتے ہیں۔

جب صورتِ حال یہ ہے تو ہر اس سند میں جس میں عَنْعَنَہ ہے ـــــ لقاء و سماع کے ثبوت کے باوجود ـــــ احتمال ہوتا ہے کہ شاید یہ معین حدیث راوی نے استاذ سے براہ راست نہ سنی ہو، بلکہ بالواسطہ سنی ہو، اور بوقت روایت، اس واسطہ کا ذکر چھوڑ دیا ہو، اس لئے اس مدعی پر جو صحتِ حدیث کے لئے لقاء و سماع کے ثبوت کی شرط لگاتا ہے، لازم ہے کہ کسی بھی معنعن روایت کو قبول نہ کرے بلکہ سب کو منقطع اور ضعیف قرار دے۔ حالانکہ وہ بھی فی الجملہ ثبوتِ لقاء و سماع کا قائل ہے۔ ہر جگہ سماع کی شرط وہ بھی نہیں لگاتا، پس گویا اُس نے بعض جگہ احتمالِ انقطاع کے باوجود حدیث کو صحیح اور سند کو متصل مان لیا پھر یہی بات سب جگہ ماننے میں اس کے لئے کیا بات مانع ہے؟! (یہ بحث پہلے ص۱۵۹ پر بھی گذری ہے)

فاذا کانت العلۃُ عند من وَصَفْنَا قولہ من قبلُ، فی فساد الحدیث

وتوهينه إذا لم يعلم أنّ الراوي قد سمع ممن روى عنه شيئا، امكانَ الإرسال فيه، لزمه ترك الاحتجاج في قياد قوله، برواية من يُعلم أنه قد سمع ممن روى عنه، إلّا في نفس الخبر الذي فيه ذكر السماع لِما بيّنّا من قبلُ عن الأئمة الذين نقلوا الأخبار أنه كانت لهم تارات يرسلون فيها الحديث ارسالا، ولا يذكرون من سمعوه منه وتارات ينشطون فيها فيسندون الخبر على هيئة ما سمعوا، فيخبرون بالنزول فيه، إن نزلوا، وبالصعود فيه، إن صعدوا، كما شرحنا ذلك عنهم

ترجمہ:- پس جب اس شخص کے نزدیک ـــ جس کا قول ہم نے پہلے بیان کیا ہے ـــ حدیث کو ضعیف اور کمزور قرار دینے کی وجہ ـــ جب یہ بات معلوم نہ ہو کہ راوی نے مروی عنہ سے کچھ سنا ہے ـــ اُس روایت میں ارسال (انقطاع) کا احتمال ہے تو اسکے قول کے مقتضیٰ کے مطابق اس راوی کی روایت کو بھی ناقابلِ استدلال ماننا ضروری ہے، جس کے متعلق معلوم ہے کہ اس نے مروی عنہ سے سنا ہے، مستثنیٰ صرف وہ حدیث ہے جس میں سماع صراحۃً مذکور ہو۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم پہلے (ص ۱۵۸ پر) ان ائمہ کے بارے میں جنھوں نے حدیثیں روایت کی ہیں، بیان کر آئے ہیں کہ ان کے احوال مختلف ہوتے تھے، بعض حالات میں وہ حدیث کو بالکل ہی مرسل (منقطع) روایت کرتے تھے، اور اس شخص کا نام نہیں لیتے تھے جس سے انھوں نے حدیث سنی ہوتی، اور بعض حالات میں نشاط میں ہوتے تو وہ حدیث کی اسناد اس طرح بیان کرتے جس طرح انھوں نے حدیث سنی ہوتی، چنانچہ وہ حدیث کو نزول (اُتار) کے ساتھ بیان کرتے تھے اگر ان کی سند نازل ہوتی اور عُلُو کے ساتھ بیان کرتے تھے اگر ان کی سند عالی ہوتی جیسا کہ ہم اس کی تشریح (ان کی روایتوں کو بطورِ مثال ذکر کرکے) کر چکے ہیں۔

لغات:- وَهَّنَ تَوْهِيْنًا: کمزور کرنا ـــ قِيَاد کے اصلی معنی ہیں وہ رسّی جس سے جانور کو کھینچا جائے۔ یہاں معنیٰ مقتضیٰ ہے ـــ تارات جمع ہے تارة کی بمعنیٰ کبھی، ایک مرتبہ نشط (س)، نَشَاطًا: ہشاش بشاش ہونا۔

(نوٹ) اس قسم کی عبارت پہلے گذر چکی ہے اس لئے ترکیب نہیں کی گئی۔

لہ کذا فی النسخة المصرية، وفی الہندیة: لمکان، ولعلہ تصحیف۔

اکابر محدثین بے ضرورت سماع کی تحقیق نہیں کرتے تھے

اکابر محدثین جیسے حضرت ایوب سختیانی، حضرت عبداللہ بن عون، امام مالک، امام شعبہ، حضرت یحیی بن سعید قطان، حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی اور ان کے بعد کے محدثین، جو احادیث سے مسائل میں استدلال بھی کرتے ہیں اور سندوں کی صحت وضعف سے بھی بحث کرتے ہیں، بے ضرورت لقاء و سماع کی تحقیق نہیں کیا کرتے تھے، کیونکہ جب رُوات ثقہ ہیں اور ان کی حدیثوں پر اعتماد کیا گیا ہے تو پھر اس بدگمانی کی کیا ضرورت ہے کہ: ہوسکتا ہے کہ انھوں نے مروی عنہم سے براہِ راست حدیث نہ سنی ہو؟! ـــ بلکہ ان کی روایت ہی لقاء و سماع کی دلیل ہے۔!

وما علمنا أحداً من أئمة السلف، ممن يستعمل الأخبار، ويتفقد صحة الأسانيد وسقمها، مثل أيوب السختياني، وابن عون، ومالك بن أنس، وشعبة بن الحجاج، ويحيى بن سعيد القطان، وعبد الرحمٰن بن مهدي، ومن بعدهم من أهل الحديث، فتّشوا عن موضع السماع في الأسانيد، كما ادّعاه الذي وصفنا قوله من قبل۔

ترجمہ:- اور ہم کسی کو نہیں جانتے، ان ائمہ متقدمین میں سے جو حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں، اور سندوں کی صحت وضعف کی چھان بین کرتے ہیں، جیسے ایوب سختیانی، ابن عون، امام مالک، شعبہ، یحیی قطان، ابن مہدی اور وہ محدثین جو ان کے بعد ہوئے، کہ انھوں نے سندوں میں سماع کے مقامات کی تفتیش کی ہو (کہ کہاں سماع ہے اور کہاں نہیں ہے؟) جیسا کہ اس شخص کا دعویٰ ہے، جس کا قول ہم نے پہلے بیان کیا ہے۔

لغات:- استعمل استعمالاً: استعمال کرنا ـــ اور احادیث کا استعمال کرنا، اُن سے مسائل میں استدلال کرنا ہے ـــ تفقّد تفقُّداً: تلاش کرنا ـــ فَتَّشَ الشیءَ: تلاش کرنا، ڈھونڈنا۔

ترکیب:- احداً مفعولِ اوّل علمنا کا ـــ من أئمة الخ ظرف مستقر ہوکر احداً کی پہلی صفت، ممن یستعمل الخ ظرف مستقر ہوکر احداً کی دوسری صفت۔ اور جملہ فتشوا الخ مفعول ثانی

صرف مُدَلِّس کے سماع کی تحقیق کی جاتی تھی

اکابر محدثین مروی عنہ سے راوی کے سماع کی تحقیق صرف اس صورت میں کرتے تھے، جب راوی تدلیس میں مشہور ہو ——— تدلیس کے معنی ہیں عیب چھپانا دَلَّسَ البائعُ کے معنی ہیں سامان کا عیب چھپانا، اور اصطلاح میں تدلیس کے معنی ہیں: محدِّث کا حدیث روایت کرتے وقت اس راوی کا نام نہ لینا جس سے حدیث سنی ہے، بلکہ اس سے اوپر کے راوی کا نام لینا اور لفظ ایسا اختیار کرنا جس میں سماع کا احتمال ہو مثلاً عن فلان یا قال فلان کہنا۔

مدلس کی ہر حدیث میں سماع کی تحقیق ضروری ہے تاکہ تدلیس کی خرابی دور ہو جائے، مگر جو رُوات تدلیس بالکل نہیں کرتے یا تدلیس میں مشہور نہیں ہیں ان کے سماع کی تحقیق کرنا کسی کا مسلک نہیں ہے، نہ اُن ائمہ کا جن کا ہم نے تذکرہ کیا ہے اور نہ اور محدثین کا جن کا ہم نے نام نہیں لیا ہے۔

وَاِنَّمَا كان تَفَقُّدُ من تَفَقَّدَ منهم سَمَاعَ رُوَاةِ الحديث، ممن روى عنهم: إذا كان الراوي ممن عُرِفَ بالتدليس في الحديث وشُهِرَ به، فحينئذٍ يَبْحَثُونَ عن سماعه في روايته، ويَتَفَقَّدُونَ ذلك منه، كَيْ تَنْزَاحَ عنهم علةُ التدليس، فمنِ ابتغى ذلك من غير مدلِّسٍ على الوجهِ الذي زعم من حكينا قولَه ——— فما سَمِعْنَا ذلك عن أحدٍ ممن سَمَّيْنَا ولم نُسَمِّ من الائمةِ۔

ترجمہ:- اور جن ائمہ حدیث نے مروی عنہم سے رُواتِ حدیث کے سماع کی تفتیش کی ہے، وہ اسی صورت میں کی ہے، جب راوی بیانِ حدیث میں تدلیس کے ساتھ معروف ہو اور تدلیس میں اس کی شہرت ہو۔ تو اس وقت ائمہ حدیث اس کی روایت میں سماع کی تحقیق کرتے تھے اور اس راوی کے متعلق اس چیز کی جستجو کرتے تھے، تاکہ اس سے تدلیس کی خرابی دور ہو جائے مگر جو شخص غیر مدلس راوی سے اس بات کا خواہشمند ہے ——— جیسا کہ وہ شخص کہتا ہے جس کا قول ہم نے نقل کیا ہے ——— تو یہ بات ہم نے ائمہ حدیث میں سے کسی سے نہیں سنی، نہ ان سے جن کا ہم نے نام لیا ہے، اور نہ اُن سے جن کا ہم نے نام نہیں لیا ہے۔

لغت:- اِنْزَاحَ: دور ہونا چلے جانا (مادہ زوح اور زیح)

لقاء وسماع کے علم کے بغیر تصحیح روایت کی سولہ[16] مثالیں

ائمہ حدیث بے ضرورت ثقہ راویوں کے سماع ولقار کی تحقیق نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ معاصرت اور امکانِ لقار کو کافی سمجھتے تھے، ذخیرۂ حدیث میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن میں راوی کا مروی عنہ سے لقار وسماع معلوم نہیں ہے، تاہم تمام محدثین ان کی روایات کی تصحیح کرتے رہے ہیں ذیل میں ایسی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

① عبداللہ بن یزید انصاری (جو صحابیٔ صغیر ہیں) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۶ھ) سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں جبکہ ان کا لقار وسماع ہمارے علم میں نہیں ہے، نہ کسی روایت میں اس کا ذکر آیا ہے (یہ روایت مسلم شریف ج۲ ص۳۹۱ مصری کتاب الفتن باب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یکون الیٰ قیام الساعۃ میں ہے)

② حضرت عبداللہ بن یزید انصاری، حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ (متوفی تقریباً ۴۰ھ) سے بھی ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور ان کا لقار وسماع بھی ہمیں معلوم نہیں ہے (یہ روایت بخاری شریف ج۱ ص۱۳ و ج۲ ص۸۰۵ کتاب النفقات اور مسلم شریف، ترمذی اور نسائی میں ہے)

③ ابو عثمان بن عبدالرحمٰن بن مُلّ نہدی (متوفی ۹۵ھ بعمر ۱۳۰ سال، جو مخضرم تابعی ہیں، اور بدری صحابہ سے لے کر نیچے تک سب ہی صحابہ سے روایت کرتے ہیں) حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں جبکہ ان کا لقار وسماع معلوم نہیں ہے (یہ روایت مسلم شریف ج۱ ص۱۶۷ مصری کتاب الصلوۃ باب فضل کثرۃ الخطا الی المساجد میں اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے)۔

④ ابو رافع نُفیع الصائغ المدنی (جو مخضرم تابعی ہیں اور بدری صحابہ سے لے کر نیچے تک سب ہی صحابہ سے روایت کرتے ہیں) حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں جبکہ ان کا لقار وسماع بھی معلوم نہیں ہے (یہ روایت ابوداؤد ج۱ ص۳۳۴ کتاب الصوم باب الاعتکاف اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے)

⑤ ابو عمرو سعد بن ایاس شیبانی کوفی (متوفی ۹۵ھ بعمر ۱۲۰ سال جو مخضرم تابعی ہیں) حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ (متوفی تقریباً ۴۰ھ) سے دو حدیثیں روایت کرتے ہیں مگر ہمیں ان کا ایک دوسرے سے ملنا اور رُو در رُو حدیث سننا معلوم نہیں ہے۔ وہ دو حدیثیں

یہ ہیں۔

(الف) حدیث انہ أُبدِعَ بی الخ مسلم شریف ص۱۳۷/۲ کتاب الامارۃ باب فضل اعانۃ الغازی، ابوداؤد ص۶۹۹/۲ کتاب الادب باب فی الدال علی الخیر اور ترمذی میں ہے

(ب) حدیث جاء رجل بناقۃ الخ مسلم شریف ص۱۳۷/۲ اور نسائی میں ہے۔

⑥ عبداللہ بن سَخبَرہ ابو معمر ازدی کوفی حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں نقل کرتے ہیں اور ان کا لقاء وسماع بھی معلوم نہیں ہے وہ دو حدیثیں یہ ہیں۔

(الف) حدیث لاتَختَلِفُوا الخ مسلم شریف ص۱۸۱/۱ کتاب الصلوۃ باب تسویۃ الصفوف میں اور ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے

(ب) حدیث لا تجزئ صلوۃ الرجل الخ ابوداؤد ص۱۲۴/۱ کتاب الصلوۃ باب صلوۃ من لایقیم صلبہ میں اور ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے۔

⑦ عُبید بن عُمیر بن قتادہ لیثی، ابو عاصم مکی (جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے ہیں مگر ان کا انتقال حضرت ابن عمر رض سے بھی پہلے ہو چکا ہے) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں جبکہ ان کا سماع بھی ہمیں معلوم نہیں ہے (یہ روایت مسلم شریف ص۳۰۱/۱ کتاب الجنائز میں ہے۔

⑧ قیس بن ابی حازم بجلی احمسی (جو مخضرم تابعی ہیں اور تمام عشرۂ مبشرہ سے روایت کرتے ہیں، اور تقریباً ۹۰ھ میں سو سال سے زیادہ عمر میں وفات پائی ہے) حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے تین حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان کا لقاء وسماع بھی معلوم نہیں ہے وہ تین حدیثیں یہ ہیں

(الف) حدیث ان الشمس والقمر آیتان الخ بخاری شریف ص۱۴۲/۱ کتاب الکسوف اور مسلم شریف، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے۔

(ب) حدیث جاء رجل الخ بخاری شریف ص۱۹/۱ کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظۃ الخ اور مسلم شریف، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے

(ج) حدیث اشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ بخاری شریف ص۴۶۶/۱ بدء الخلق، باب خیر مال المسلم الخ اور مسلم شریف میں ہے۔

⑨ ابو عیسیٰ عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ انصاری، مدنی ثم کوفی (متوفی ۸۳ھ) جنھوں نے حضرت

عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی ہے) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (متوفی ۹۳ھ) سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں مگر ان کا لقاء وسماع بھی معلوم نہیں ہے (یہ روایت مسلم شریف ص۱۶۹/۲ کتاب الاشربہ باب جواز استتباع غیرہ میں ہے)

⑩ ابو مریم ربعی بن حِراش عبسی کوفی (جو مخضرم تابعی ہیں، جنکی وفات ۱۰۱ھ میں ہوئی ہے اور جو حضرت علی رض کے خاص شاگرد ہیں) حضرت عمران بن حُصین رض (متوفی ۵۲ھ) سے دو حدیثیں روایت کرتے ہیں مگر ان کا سماع ولقاء معلوم نہیں ہے، وہ دو حدیثیں یہ ہیں

(الف) حدیث لاعطین الرایۃ الخ امام نسائی رحمہ اللہ نے سنن کبریٰ باب المناقب میں روایت کی ہے۔

(ب) حدیث أتی حصینٌ رسولَ اللہ قبل ان یُسلم الخ امام نسائی نے سنن کبریٰ اور عمل الیوم واللیلہ میں ذکر کی ہے (تحفۃ الاشراف للمزی ص۱۶۹/ج۸)۔

⑪ ربعی بن حراش، حضرت ابوبکرہ نُفیع بن الحارث ثقفی رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۲ھ) سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور لقاء وسماع ثابت نہیں ہے (یہ روایت بخاری شریف میں تعلیقاً ص۱۰۴۹/ج۲ کتاب الفتن باب اذا التقی المسلمان الخ میں اور مسلم شریف ص۳۸۹/ج۲ کتاب الفتن میں اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے)

⑫ نافع بن جُبیر بن مُطعِم نوفلی مدنی (متوفی ۹۹ھ) حضرت ابوشُریح خزاعی کعبی رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ) سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں مگر ان کا سماع بھی معلوم نہیں ہے (یہ حدیث مسلم شریف ص۵۰/۱ کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار میں ہے)

⑬ ابوسلمہ نعمان بن ابی عیاش زرقی انصاری مدنی تابعی حضرت ابوسعید خُدری انصاری رضی اللہ عنہ (متوفی ۷۴ھ) سے تین حدیثیں روایت کرتے ہیں، مگر ان کا لقاء وسماع بھی معلوم نہیں ہے۔ وہ تین حدیثیں یہ ہیں۔

(الف) حدیث من صام یوماً الخ بخاری شریف ص۳۹۸/۱ کتاب الجہاد باب فضل الصوم میں اور مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے۔

(ب) حدیث ان اھل الجنۃ الخ بخاری شریف ص۹۷۰/۲ کتاب الرقاق باب صفۃ الجنۃ والنار اور مسلم شریف میں ہے (مگر بخاری میں سماع کی تصریح ہے)

(ج) حدیث إن أدنی اھل الجنۃ منزلۃ الخ مسلم شریف ص۱۰۶/۱ کتاب الایمان میں ہے۔

⑭ عطاء بن یزید لیثی مدنی ثم شامی (متوفی ۱۰۵ھ بعمر ۸۰ سال) حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ) سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں، مگر ان کا سماع و لقاء بھی معلوم نہیں ہے (یہ حدیث مسلم شریف ص ۱/۵۴ کتاب الایمان باب الدین النصیحۃ میں اور ابوداؤد اور نسائی میں ہے)

⑮ ابوایوب سلیمان بن یسار ہلالی مدنی (احد الفقہاء السبعہ، متوفی تقریباً ۱۰۰ھ) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (متوفی ۷۳ھ) سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں اور ان کا لقاء و سماع معلوم نہیں ہے (یہ روایت مسلم شریف ص ۲/۱۳ کتاب البیوع، باب کراء الارض میں اور ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے)

⑯ حمید بن عبدالرحمٰن حِمیَری، بصری، تابعی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد حدیثیں روایت کرتے ہیں مگر ان کا سماع و لقاء بھی معلوم نہیں ہے (مثلاً حدیث افضل الصیام بعد رمضان۔ مسلم شریف ص ۱/۳۶۸ کتاب الصوم، باب فضل صوم المحرم میں اور ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے)

فمن ذلك:

(۱ و ۲) أن عبد الله بن يزيد الأنصاريَّ — وقد رأى النبيَّ صلى الله عليه وسلم — قد روى عن حذيفةَ، وعن أبي مسعود الأنصاريِّ [و] عن كلِّ واحدٍ منهما حديثاً يُسنِدُه إلى النبيِّ صلى الله عليه وسلم، وليس في روايته عنهما ذِكرُ السماعِ منهما ولا حفظنا في شيءٍ من الروايات: أن عبد الله بن يزيد شافهَ حذيفةَ وأبا مسعودٍ بحديثٍ قطُّ. ولا وجدنا ذِكرَ رؤيتِه إيّاهما في روايةٍ بعينِها، ولم نسمعْ عن أحدٍ من أهل العلم مِمَّنْ مَضى، ولا مِمَّنْ أدركنا: أنه طعَنَ في هذين الخبرَينِ اللذَينِ رواهما عبدُ الله بنُ يزيدَ، عن حذيفةَ، وأبي مسعودٍ، بضُعفٍ فيهما. بل هما وما أشبَهَهُما، عند من لاقَينا من أهل العلم بالحديث، من صحاح الأسانيد وقويِّها، يرَون استعمالَ ما نُقل بها، والاحتجاجَ بما أتَتْ من سُنَنٍ وآثارٍ،

وهي في زعم من حكينا قوله من قبلُ واهيةٌ مُهمَلةٌ. حتى يُصيبَ سماعَ الراوي عمن روى.

ولو ذهبنا نُعَدِّدُ الأخبارَ الصحاحَ، عند أهل العلم، ممن يَهِنُ بزعمِ هذا القائل ونُحصيها لعَجَزنا عن تقَصّي ذكرِها وإحصائِها كلِّها، ولكنّا أحبَبنا أن ننصِبَ منها عدداً، يكون سِمَةً لِما سكَتنا عنه منها

ترجمہ:- سو ان روایات میں سے ہے

(۱ و ۲) کہ عبداللہ بن یزید انصاری نے — جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے — حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ان میں سے ہر ایک سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے، مگر عبداللہ کی روایت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے سماع کی صراحت نہیں ہے، اور نہ ہمیں کوئی ایسی روایت یاد ہے جس سے پتہ چلتا ہو کہ عبداللہ بن یزید نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے منہ در منہ کبھی کوئی حدیث لی ہو، اور نہ کسی معین روایت میں ہم نے ان دونوں صحابیوں کو عبداللہ کے دیکھنے کا تذکرہ پایا ہے اور ہم نے اہل علم میں سے کسی سے نہیں سنا — نہ ان سے جو ہم سے پہلے گذرے اور نہ ان سے جن کو ہم نے پایا — کہ اس نے ان دونوں روایتوں پر ضعیف ہونے کا اعتراض کیا ہو، جن کو عبداللہ بن یزید نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ بلکہ یہ دونوں روایتیں اور ان جیسی اور روایتیں حدیث شریف کے ان عالموں کے نزدیک جن سے ہماری ملاقات ہوئی ہے صحیح اور قوی سندوں میں سے ہیں وہ سب حضرات ان سندوں سے جو روایتیں نقل ہوئی ہیں ان کو کارآمد سمجھتے ہیں اور جو آثار و سنن ان سندوں سے آئے ہیں ان سے استدلال کے قائل ہیں، درآنحالیکہ یہ روایتیں اس شخص کے خیال میں — جس کا قول ہم نے پہلے ذکر کیا ہے — ضعیف اور بیکار ہیں، تاآنکہ وہ شخص راوی کا مروی عنہ سے سماع پائے

اور اگر ہم ان سب حدیثوں کو جو ائمۂ فن کے نزدیک صحیح ہیں، اور شخص مذکور کے نزدیک

ضعیف ہیں، شمار کرنے لگیں، اور احاطہ کرنے کی کوشش کریں تو ان سب کو شمار کرتے کرتے ہم تھک جائیں گے، البتہ ہم چاہتے ہیں کہ ان میں سے چند روایتیں ایسی کھڑی کر دیں جو علامت بن جائیں ان روایات کے لئے جن کے بیان سے ہم خاموش رہے ہیں۔

نوٹ:۔ عبارت میں جو واو بین المربعین لیا گیا ہے وہ مسلم شریف کے تمام نسخوں میں موجود ہے مگر بقول امام نووی رحمہ اللہ وہ غلط ہے اسلئے ہم نے ترجمہ اس کو چھوڑ کر کیا ہے۔

لغات:۔ وَهَنَ يَهِنُ وَهْنًا: کمزور ہونا تَقَصَّاهُمْ بعید لوگوں میں سے ایک ایک کو بلانا (مادہ ق ص و) ـــــ نَصَبَ (ن، ض) نصبا الشیٔ: بلند کرنا یا کھڑا کرنا یا گاڑنا وَسَمَ يَسِمُ سِمَةً: داغ لگانا، السِّمَةُ علامت، داغ کا نشان، جمع۔ سِمَاتٌ۔

(۳ و ٤) وهذا ابو عثمان النَّهْدِيُّ، وابو رافع الصَّائغُ ـــ وهما ممن أدرك الجاهلية، وصَحِبَا أصحابَ رسولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم من البَدْرِيِّيْنَ، هَلُمَّ جَرًّا، ونَقَلَا عنهم الأخبارَ حتى نَزَلَا إلى مِثْلِ أبي هريرةَ، وابنِ عمر، وذَوِيْهِمَا ـــ قد أَسْنَدَ كُلُّ واحدٍ منهما عن أُبَيِّ بن كَعْب، عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم حديثًا، ولم نَسْمَعْ في روايةٍ بِعَيْنِهَا، أنهما عَايَنَا أُبَيًّا، او سَمِعَا مِنه شيئًا۔

ترجمہ:۔ (۳ و ٤) اور یہ ابو عثمان نَہدی اور ابو رافع صائغ ہیں ـــ جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے اور بدری صحابہ اور درجہ بدرجہ نیچے کے صحابہ کی صحبت پائی ہے، اور ان سے حدیثیں روایت کی ہیں، یہاں تک کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ اور ان جیسے دوسرے صحابہ تک نیچے اتر کر روایتیں کی ہیں ـــ ان دونوں میں سے ہر ایک نے حضرت اُبی بن کعبؓ سے ایک ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے مگر ہم نے کسی معین روایت میں یہ نہیں سنا ہے کہ ان دونوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو دیکھا ہے یا اُن سے کچھ سنا ہے۔

لغت:۔ ذَوِي جمع ہے ذُو کی ۔ ذَوِي کی اصل ذَوِيْنَ ہے (حالتِ جر میں ہونے کی وجہ سے) اضافت کی وجہ سے نونِ جمع حذف ہو گیا ہے۔

(٦ و ٥) وأَسْنَدَ ابو عمرٍو الشَّيْبَانِيُّ ـــ وهو ممن أدرك الجاهلية

وكان في زمن النبي صلى الله عليه وسلم رجلًا ـــ وابو معمر عبد الله بن سَخْبَرَةَ كُلُّ واحدٍ منهما عن أبي مسعودٍ الأنصاريِّ، عن النبي صلى الله عليه وسلم خَبَرَيْنِ۔

(۷) وأسند عُبَيْدُ بنُ عُمَيْرٍ، عن أُمِّ سَلَمَةَ زوجِ النبيِّ صلى الله عليه وسلم، عن النبيِّ صلى الله عليه وسلم حديثًا. وعُبَيْدٌ وُلِدَ في زمن النبي صلى الله عليه وسلم۔

(۸) وأسند قيسُ بنُ ابي حازمٍ ـــ وقد أدرك زمن النبي صلى الله عليه وسلم ـــ عن ابي مسعود الأنصاري، عن النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثةَ أَخْبَارٍ۔

(۹) وأسند عبد الرحمن بنُ أبي لَيْلَى ـــ وقد حفظ عن عمر بن الخطاب، وصحب عليا ـــ عن انس بن مالك، عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثًا۔

(۱۰) وأسند رِبْعِيُّ بنُ حِرَاشٍ عن عمرانَ بنِ حُصَيْنٍ، عن النبي صلى الله عليه وسلم حَدِيثَيْنِ

(۱۱) وعن أبي بَكْرَةَ عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثًا ـــ وقد سمع رِبْعِيٌّ من علي بن ابي طالب، وروى عنه۔

(۱۲) وأسند نافع بن جبير بن مُطْعِمٍ، عن أبي شُرَيْحٍ الخُزَاعِيِّ، عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثًا۔

(۱۳) وأسند النعمانُ بنُ أبي عَيَّاشٍ، عن أبي سعيدٍ الخُدْرِيِّ ثلاثةَ أحاديثَ، عن النبي صلى الله عليه وسلم۔

(۱٤) وأسند عطاء بن يزيد الليثي، عن تميمٍ الداريِّ، عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثًا۔

(۱۵) وأسند سليمانُ بنُ يَسَارٍ، عن رافع بنِ خَدِيجٍ، عن النبي صلى الله عليه وسلم حديثًا۔

(۱٦) وأسند حُمَيد بن عبد الرحمن الحِمْيَرِيُّ، عن ابي هريرة، عن

النبی صلی اللہ علیہ وسلم أحادیث.

ترجمہ (۵، ۶) اور ابو عمرو شیبانی ــــ اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں وہ جوان تھے ــــ اور ابو معمر عبد اللہ بن سَخْبَرَہ ہر ایک نے دُو دُو حدیثیں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعًا روایت کی ہیں۔

(۷) اور عُبید بن عُمیر نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے ــــ اور عُبید دورِ نبوی میں پیدا ہوئے ہیں۔

(۸) اور قیس بن ابی حازم نے ــــ جنھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے تین مرفوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

(۹) اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے جنھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحبت پائی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے۔

(۱۰) اور رِبعی بن حِراش نے حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ عنہ سے دو مرفوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

(۱۱) اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے ــــ اور ربعی نے حضرت علی رض سے حدیث سنی ہے اور ان سے روایت بھی کی ہے۔

(۱۲) اور نافع نے حضرت ابو شُریح خُزاعی رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے

(۱۳) اور نعمان نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے تین مرفوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

(۱۴) اور عطاء لیثی نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے

(۱۵) اور سلیمان بن یسار نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے

(۱۶) اور حُمید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کئی مرفوع حدیثیں روایت کی ہیں۔

مثالوں پر تبصرہ

اور یہ جو تابعین کی نامزد صحابہ سے روایتیں بطور مثال ذکر کی گئی ہیں، ان تابعین کا

کسی روایت میں ان صحابہ سے لقاء و سماع مروی نہیں ہے، تاہم وہ روایتیں محدثین کرام کے نزدیک صحیح الاسانید ہیں، آج تک کسی نے ان روایتوں کو ضعیف نہیں کہا ہے، نہ کسی نے لقاء و سماع کی جستجو کی ہے کیونکہ زمانہ ایک ہونے کی وجہ سے لقاء و سماع ممکن ہے اور یہ امکان ہی سند کے متصل ہونے کیلئے کافی ہے۔

فکلُّ ھٰؤلاءِ التابعین الذین نَصَبْنَا روایتَھم عن الصحابۃِ الذین سمَّیناھم، لم یُحفَظ عنھم سَماعٌ، علِمْنَاہ منھم فی روایۃٍ بِعَیْنِھا ولا أنھم لَقُوھم فی نفسِ خَبَرٍ بِعَیْنِہٖ، وھی اسانید ــــ عند ذوی المعرفۃ بالأخبار والروایات من صِحَاحِ الأسانید لا نعلَمُھم وَھَّنُوا منھا شیئًا قطُّ، ولا التَمَسُوا فیھا سَماعَ بعضِھم من بعضٍ، إذ السَّماعُ لکلِّ واحدٍ منھم ممکنٌ من صاحبہ غیرُ مُستَنکَرٍ، لکونھم جمیعًا کانوا فی العصر الذی اتَّفَقُوا فیہ

ترجمہ: پس یہ سب تابعین جنکی نامزد صحابہ سے روایتیں ہم نے بطور مثال ذکر کی ہیں ان کے بارے میں ایسا سماع مروی نہیں ہے جسے ہم کسی معین روایت میں جانتے ہوں اور نہ کسی معین روایت میں یہ بات مروی ہے کہ ان تابعین نے ان صحابہ سے ملاقات کی ہے درآنحالیکہ یہ سب حدیثیں ــــ عارفین روایت و اخبار کے نزدیک ــــ صحیح الاسانید ہیں اور ہم کسی محدث کو نہیں جانتے کہ اس نے ان روایتوں میں سے کسی کو ضعیف کہا ہو، یا سماع کی تلاش و جستجو کی ہو کیونکہ ہر ایک کا سماع مروی عنہ سے ممکن ہے۔ غیر معروف نہیں ہے ان سب حضرات کے ایک ہی زمانہ میں ہونے کی وجہ سے۔

ترکیب: کلُّ ھؤلاء الخ مبتدا جملہ لم یحفظ الخ خبر، الذین نصبنا الخ صفت التابعین کی، الذین سمیناھم صفت الصحابۃ کی، جملہ علمناہ الخ سماع کی صفت فی روایۃ الخ ظرف مستقر ہو کر حال (علم کی ضمیر مفعول سے) بعینھا ظرف مستقر ہو کر روایۃ کی صفت ــــ ولا انھم الخ میں لا برائے تاکید نفی ای لم یحفظ لقاءھم فی نفس الخ

خاتمۂ کلام

جس قول کی دیر سے تردید کی جا رہی ہے وہ قول قطعًا ناقابل التفات اور ناقابل تشہیر ہے کیونکہ وہ ایجاد بندہ اور فاسد کلام ہے، متقدمین میں سے کوئی اسکا قائل نہیں ہے اور متأخرین بھی اس کو منکر (اجنبی) سمجھتے ہیں، اسلئے اس قول کی اس سے زیادہ تردید کی حاجت نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ ہی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں کہ وہ اس قول کو دفع فرمائیں جو تمام علماء کے مذہب کے خلاف ہے وعلیہ التکلان۔

وکان ھذا القولُ الذی أحدَثَہُ القائلُ الذی حکیناہ فی توھینِ الحدیثِ بالعلۃِ التی وَصَفَ أقلَّ من أن یُعرَّجَ علیہ ویُثارَ ذِکْرُہ، إذ کان قولًا مُحْدَثًا وکلامًا خَلْفًا، لم یقلہ أحد من اھل العلم سَلَفَ، ویَسْتَنْکِرُہ من بعدھم خَلَفَ، فلا حاجۃ بنا فی ردِّہ بأکثرَ مما شرحنا، إذ کان قدرُ المقالۃِ وقائلِھا القدرَ الذی وصفنا واللہُ المستعانُ علی دفعِ ما خالف مذھبَ العلماءِ وعلیہ التکلانُ. والحمد للہ وحدہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

ترجمہ:۔ اور یہ قول ـــــ جسے اس قائل نے ایجاد کیا ہے ـــــ جسکو ہم نے نقل کیا ہے ـــــ حدیث کو کمزور کرنے کے لئے اس سبب سے جسکا اس نے ذکر کیا ہے ـــــ کم رتبہ ہے اس سے کہ اس پر اعتماد کیا جائے اور اس کی تشہیر کی جائے، کیونکہ وہ ایک ایجاد کردہ قول اور فاسد کلام ہے جس کا متقدمین اہل علم میں سے کوئی قائل نہیں ہے اور جو لوگ بعد میں آئے وہ بھی اس قول کو اجنبی (غیر معروف) سمجھتے ہیں، لہٰذا ہم نے جتنی تشریح کردی اس سے زیادہ تردید کی حاجت نہیں ہے کیونکہ بات کی اور اسکے قائل کی وقعت اتنی ہی ہے جتنی ہم نے بیان کی اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اس قول کو دفع کرنے کے لئے جو علماء کے مذہب کے خلاف ہے اور اسی پر اعتماد ہے اور تمام تعریفیں تنہا اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور رحمتیں نازل فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمدؐ پر اور ان کی آل پر اور ان کے صحابہ پر اور سلامتی نازل فرمائیں (آمین یارب العالمین)

لغات:۔ عَرَّجَ، ٹھہرنا ایک جانب سے دوسری جانب جھکنا، کہاجاتا ہے فلانٌ لَا یُعَرَّجُ عَلٰی قولہ: یعنی فلاں آدمی کی بات پر اعتماد نہیں کیا جاتا ـــــ ثار (ن) ثورًا: جوش میں آنا، بھڑکنا بلند ہونا ـــــ خَلْفًا (مصدر) ردی قول، امثال عرب میں ہے سَکَتَ اَلْفًا وَنَطَقَ خَلْفًا وہ ہزاروں باتوں سے خاموش رہا اور بولا تو ردی بات بولا! اِسْتَنْکَرَ الْاَمْرَ: ناواقف ہونا

ترکیب:۔ کان فعل ناقص هذا القول اس کا اسم، أقلّ اس کی خبر ـــــ الذی أحدثه اس کی صفت اول هذا القول کی، الذی حکیناه اس کی دوسری صفت فی توهین اس کا متعلق أحدثه سے بالعلة اس کا متعلق توهین سے۔ یثار کا عطف یُعَرَّجُ پر۔

قولہ:۔ فلاحاجة اس میں لا مشابہ بلیس حاجة اس کا اسم بنا متعلق حاجة سے فی ردہ بھی اسی سے متعلق بأکثر خبر (با زائدہ) مما شرحنا متعلق اکثر (اسم تفضیل) سے۔

قولہ:۔ اذ کان اس میں قدرہ اسم کان کا، وقائلها کا عطف المقالة پر ـــــ القدر الذی اس کی خبر، الذی وصفنا صفت القدر (خبر) کی

قولہ: والله المستعان اس میں علی دفع متعلق المستعان سے۔ ما خالف موصول صلہ مل کر مضاف الیہ دفع کا۔

قولہ:۔ وعلیه التکلان۔ علیه خبر مقدم، التکلان مبتدا مؤخر

والحمد لله اولاً وآخراً. وصلی الله تعالیٰ علی نبیه سرمداً وعلیٰ اٰله وصحبه أبداً (ورحم الله عبداً قال: اٰمینا)

سوال ۱:

حدیث ابوذر میں آیا ہے قال النبی صلی الله علیه وسلم یوما اتدرون این تذهب هذه الشمس، قالوا الله ورسوله اعلم قال ان هذه تجری حتی تنتهی الی مستقرها تحت العرش فتخر ساجدة فلا تزال کذلك حتی یقال لها ارتفعی ارجعی من حیث جئت فترجع فتصبح طالعة من مطلعها الحدیث رواہ مسلم فی باب الزمن الذی لا یقبل فیه الایمان۔

اب سوال یہ ہے کہ جب عرش محیط الکل ہے اور سورج ہر وقت گردش کرتا ہے تو پھر سورج کے لیے محل سجود کیا چیز ہے؟ اور سجود شمس حقیقتاً ہے یا مجازاً؟ اس حدیث کا مطلب واضح طور سے بیان فرمادیں، کیا آسمان کی ابتداء انتہاء خاص شرعی ہے اور آسمان لشکل مربع ہے یا کروی بیضوی شکل کا ہے اس حدیث کا بعض ملحدین انکار کرتے ہیں۔

جواب

حدیث ابوذر غفاری رضؓ میں ملحدین کا انکار ان کے الحاد کے مناسب ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس وقت حق تعالیٰ شانہ نے اتمام حجت کے لیے سائنس کے ذریعہ قرآن و حدیث کی ان سب چیزوں پر حجت قائم کردی جن پر ہمیشہ اعتراضات ہوتے رہے اور جو کچھ چیزیں کسی درجہ خفا میں رہ گئیں ان پر حجت قائم ہوتی جاتی ہے اس حدیث پاک کے متعلق مولانا شبیر احمد صاحب نے فتح الملہم ص ۲۰۷ میں بہترین بحث فرمائی، وہ آپ کے پاس موجود ہے نیز حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بیان القرآن میں بھی سورہ یٰسین شریف کی تفسیر میں مختصراً اس کا ذکر فرمایا ہے دونوں مضامین میں مختصر اور مفصل سو ریہ کافی وشافی ہیں اس کے بعد بندے کے خیال میں کوئی واقعی اشکال تو ہے نہیں اور ملحدین قرآن پاک یا حق تعالیٰ ہی کو کب مانتے ہیں جو اس کو مانیں گے تاہم ان دونوں کے مطالعہ کے بعد بھی کوئی اشکال رہے تو ارشاد فرمائیں بندہ اپنی بساط کے موافق کچھ عرض کردے گا۔

محمد زکریا عفی عنہ

سوال ۲:

صحیح مسلم شریف باب اثبات رویت المؤمنین فی الآخرة میں ایک حدیث ذکر فرماتے ہیں فیقبض الله قبضة من النار فیخرج فیها قوماً لم یعملوا خیرا قط قد عادوا حمما الحدیث۔ یہ کون لوگ ہیں جو بلا عمل خیر جنت میں جائیں گے، کیا لا الہ الا اللہ بھی پڑھے ہوئے نہ ہوں گے اور حدیث میں کون سے عمل خیر کو مراد لیا گیا ہے اور یہ لوگ قبل نبوت تھے یا بعد نبوت۔ اس کی تشریح فرمائیں اور نیز جو لا الہ الا اللہ پڑھنے والے تھے ان کو تو انبیاء واولیاء نے بطور شفاعت جہنم سے نکال لیا اب یہ لوگ کون ہیں جن کو خاص قبضہ ...

اپنے ہاتھ سے نکالے گا۔

عبد الجبار غفرلہٗ

جواب قبضہ والی حدیث میں یہ امر تو طے شدہ ہے اور اس میں سلف و خلف میں سے کسی کا بھی خلاف نہیں کہ بغیر ایمان کے تو جہنم سے نکالا ہی نہیں جا سکتا اس لیے لم یعملوا خیرا قط سے ایمان کی نفی تو ہو ہی نہیں سکتی اس کے بعد یہ سنیے! کہ اس سے بعض علماء نے وہ لوگ مراد لیے ہیں جن کے پاس ظاہری اعمال میں سے کوئی عمل نہیں تھا کہ انبیاء و اولیاء وغیرہ ظاہری آثار سے پہچان کر نکال لیتے رہے، لیکن یہ قلبی چیز صرف اللہ جل شانہ نے اپنے لیے تجویز فرمائی۔ دوسرا قول بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس سے اعمال قلبیہ مراد ہیں جن میں وہ قوت یقین بھی داخل ہے جو مدار ایمان سے زاید ہے یعنی ایک تو یقین کا وہ درجہ ہے جس کے بعد شک کا درجہ آجاتا ہے ایک درجہ اس یقین سے اوپر کا ہے جس کو طمانیت قلب یا زادتہم ایمانا وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے اندر جتنی زیادتی ہوگی اتنی ہی قلب میں نورانیت زیادہ ہوگی اور لم یعملوا خیرا قط سے اس قوت اور نورانیت کی نفی ہے تیسرا قول بعض علماء کا یہ ہے کہ یہ موحدین اہل فترۃ ہیں جیسا کہ شیخ اکبر سے نقل کیا گیا ہے (فیض الباری ص ۲۰۱ ج ۱)

محمد زکریا کاندھلوی

سوال ۳ امام مسلم نے باب القدر المستحب من الماء فی غسل الجنابۃ و غسل الرجل والمرأۃ من اناء واحد الخ میں ایک حدیث ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن سے نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں قال کان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأخذن من رؤسهن حتی تکون کالوفرۃ الحدیث مسلم شریف مع نووی (ص ۱۴۸) اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟

بعض فیشن ایبل لوگ ان الفاظ سے موجودہ فیشن جو عورتوں نے بال کاٹنے کا مروجہ طور سے اختیار کیا ہے اس پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں حالانکہ یہ صورت ازواج مطہرات نے بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور ترک زینت کے اختیار کی تھی مگر فریق مخالف کہتا ہے کہ امام نووی نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ وفیہ دلیل علی جواز تخفیف الشعور للنساء واللہ اعلم

اب یہی عورتیں اپنے بال بطور موجودہ فیشن کے جیسے عیسائی عورتیں رکھتی ہیں رکھ سکتی ہیں کہ مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ لہذا اگر بالوں کو تراشنا منع ہوتا تو ازواج مطہرات ہرگز ایسا نہ کرتیں آپ اس پر مفصل تبصرہ فرمائیں۔

المستفتی ابو محمد عبد الجبار جے پور ج ۱ ۱۵ ہجری

جواب مکرم محترم مدفیوضہم! بعد سلام مسنون۔ آپ نے پہلے خط میں بھی لکھا تھا کہ مشاع کے لیے تعدد مقسوم علیہم ضروری ہے جس پر بندہ نے لکھا تھا کہ مشاع کے لیے

غیر منقسم ہونا تو ضروری ہے۔ تعدد آپ نے کہاں سے لکھا ہے اس کا حوالہ آپ لکھیں تو میں اس کو دیکھوں میرے خیال میں تو اب تک یہی ہے کہ غیر منقسم ہونے کے لیے تعدد ضروری نہیں۔ امام بخاری رحمہ نے ترجمہ باندھا ہے باب بیع الشریك من شریكه اس پر حافظ رح ص ۲۷۰ ج ۴ پر لکھتے ہیں قال ابن بطال ہو جائز فی کل شیٔ مشاع وهو كبيعه من الاجنبى فان باعه من الاجنبى فللشريك الشفعة و ان باعه من الشريك ارتفعت الشفعة۔ اب یہاں شریک غیر متعدد ہے اور پھر مشاع سے تعبیر کیا ایک بائع مشتری جیسا کہ جابر کے قصے میں ہے، اسی طرح اس سے اگلا ترجمہ امام بخاری رحمہ خود باب بیع الارض والدور والعروض مشاعا غیر مقسوم تحریر فرماتے ہیں اور اس میں وہی شفعہ والی حدیث ذکر فرماتے ہیں بہرحال میں منتظر ہوں کہ آپ اپنے ارشاد کا ماخذ تحریر فرمائیں[1]

اگر حدیث کا وہ مطلب ہوتا تب بھی فیشن کے طور پر بالوں کا عورتوں کے لیے کتروانا ناجائز ہوتا اس لیے کہ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ بالوں کے کم کرنے کا جواز نکلتا اور تشبہ بالاعاجم و باہل الکتاب و بالکفار کی ممانعت سینکڑوں احادیث سے ثابت ہے اس لیے یہ حدیث ان سب احادیث کے لیے ناسخ نہیں بنے گی، چہ جائے کہ حدیث کے مطلب میں بھی چند احتمال ہیں۔ ایک تو مشہور ہے ہی کہ ترک زینت کے لیے ایسا کرتی ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ حج وغیرہ کی کثرت کی وجہ سے یہ نوبت آجاتی ہو۔ اسی توجیہ کی طرف حضرت سہارنپوری رح نے اپنی مسلسلات کے حاشیہ پر ارشاد فرمایا ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں قال الشیخ ہذا من الحج شیخ سے مراد غالباً حضرت مولانا عبد القیوم صاحب مفتی بھوپال ہیں فتح الملہم میں جو لکھا ہے اس میں تو بالوں کا کترنا ہے ہی نہیں بلکہ بالوں کا سر پر لپیٹنے کی ہیئت ہے اور اگر ظاہری مطلب بالوں کا کترنا ہی مراد ہے تب بھی یہ فعل موقوف ہے جو روایت مرفوعہ کے خلاف ہے کیونکہ جمع الفوائد میں بروایت طبرانی صغیر و کبیر نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجمۃ للحرۃ تصریح موجود ہے۔

زکریا کاندھلوی

سوال ۴ امام مسلم وجوب الکفارۃ علی من حرم امرأتہ ولم ینو الطلاق میں حدیث زینب بنت جحش لائے ہیں جس میں شرب عسل پر آپ نے عسل کو حرام فرمایا تھا اس کو

---

[1] یہاں تک وہ مضمون تھا جس کا تعلق کسی سابقہ مکتوب گرامی سے تھا آگے جواب سوال ۴ تحریر ہے [2] ص ۴۷۸ ج ۱

[2] حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں حدثنا محمد بن حاتم الی سمع عبید بن عمیر یخبر انہ سمع عائشۃ تخبر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یمکث عند زینب بنت جحش فیشرب عندها عسلا قالت فتواطیت انا و حفصۃ ان ایتنا ما دخل علیها النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلتقل انی اجد منك ریح مغافیر اكلت مغافیر فدخل علی احداهما الخ

کتاب الطلاق سے کوئی مناسبت نہیں۔ یہاں پر حدیث ابن ماریہ قبطیہ کا لانا مناسب تھا جیسے کہ معترض نے لکھا ہے، اس کی وجہ مناسبت تحریر فرمادیں، عرصہ سے یہ بات دل میں کھٹک رہی ہے۔ فقط

عبد الجبار

جواب اشکال قوی ہے اور واقعی قابل غور و تحقیق ہے مسلم کی تقریر میرے والد صاحب رح کی ابتدائی حصے کی ہے یہ اور اس سے آگے کی جگہ اس میں نہیں ہے۔ بندہ کے ناقص خیال میں یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ باب من حرم امراتہ ولم ینو الطلاق کا حکم جمہور کے نزدیک کفارہ یمین ہے اور اس واقعہ میں بھی تحریم حلال پر کفارہ یمین واجب کیا گیا جیسا کہ آیت لم تحرم ما احل اللہ لک میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے دلیل کی حیثیت سے یہ ترجمہ کے مضمون کو ثابت کرنے والی روایات ہیں۔ دوسری توجیہ بندہ کے خیال میں یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس سے پہلی حدیث ابن عباس رض کی ترجمۃ الباب کے موافق ہے جیسا کہ صاف ہے اس میں حضرت ابن عباس رض نے موقع استدلال میں لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ پیش کیا اس اسوہ کی تفسیر کے لیے یہ روایات ذکر کی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر رح نے فتح الباری ص ۳۰۱ پارہ ۹ باب لم تحرم ما احل اللہ لک میں ابن عباس رض کی حدیث مذکور میں لقد کان لکم الخ میں لکھا ہے یشیر بذلک الی قصۃ التحریم وقد ذکرت الاختلاف ہل المراد تحریم العسل او تحریم ماریۃ او غیر ذلک۔ یہ سب تقریر مشہور نسخوں کے موافق ہے ورنہ یہ تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ تراجم اور تبویب امام مسلم کی اپنی نہیں ہے۔ یہ تراجم امام نووی رح کے ہیں اس لیے مشروح مسلم کے نسخوں میں تراجم میں اختلاف بھی ہے۔ خود اسی جگہ اکمال اور مکمل میں ابن عباس کی سابقہ حدیث پر احادیث الکنایۃ فی الطلاق ترجمہ باندھا ہے اور ان احادیث پر احادیث نزول قولہ تعالیٰ یا ایہا النبی لم تحرم الآیۃ ترجمہ باندھا ہے اور سراج وہاج میں باب منہ ذکر کرکے یہ روایات ذکر کی ہیں۔ ان سب پر کوئی اشکال نہیں ہے۔ آپ کا یہ کہنا کہ اس میں ماریہ والی روایۃ ذکر کرنا چاہیئے تھی اس میں بھی کب حرم امراتہ ولم ینوی الطلاق ہے وہ باندی کا قصہ ہے بیوی کا تو وہ بھی نہیں اس کا ذکر کرنے میں بھی نظیر اور قیاس سے ہی استدلال ہوتا پھر کیا وجہ ترجیح ہوئی۔ فقط والسلام

محمد زکریا عفی عنہ

(بقیہ ص۲۳) فقالت ذلک لہ فقال بل شربت عسلا عند زینب بنت جحش ولن اعود لہ فنزل لم تحرم ما احل اللہ لک الی قولہ ان تتوبا۔ شاہد زکی

سوال ۵ امام مسلم کتاب العتق میں حدیث ابو ہریرہ رض لائے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں من اعتق شقصًا لہ فی عبد فخلاصہ فی مالہ ان کان لہ مال فان لم یکن لہ مال استسعی العبد غیر مشقوق علیہ[۱] الحدیث دریافت طلب امر یہ ہے کہ الاستسعاء کا کیا مطلب ہے؟ اور اس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے یا نہیں؟ قال ابن عبد البر من لم یذکر السعایۃ اثبت ممن ذکرہا (نووی) اس میں اختلاف مذاہب کیا ہے؟

سائل ابو محمد عبد الجبار ۶۵ھ

جواب یہ تو آپ نے عجیب ہی سوال کرلیا۔ آپ جیسا شخص جو عرصہ سے حدیث پڑھا رہا ہو اس کو میں استسعاء کا ترجمہ لکھوں یہ تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کے علاوہ آپ کا منشاء کچھ اور ہے تو اسے واضح فرمائیں اسی طرح اختلاف مذاہب دس مذہب اس میں نووی رح نے خود ہی لکھے ہیں۔ علامہ عینی رح نے چودہ مذہب لکھے ہیں اوجز کی چوتھی جلد میں[۲] بیس مذاہب اس مسئلے میں لکھے گئے ہیں۔ اوجز کے علاوہ دونوں کتابیں جناب کے پاس موجود ہیں پھر مذاہب کا کیا سوال ہے ابن عبد البر رح نے اگر عدم سعایۃ کو راجح لکھا ہے تو سعایۃ کا کسی نہ کسی وقت معمول بہا ہونا اجماعی مسئلہ ہے اور جب اجماعاً یہ معمول بہا ہے تو پھر کسی راوی کے ذکر نہ کرنے سے کیا ضعف ہوسکتا ہے، اس پر کلام بذل کی پانچویں جلد میں[۳] موجود ہے بہرحال اس سوال میں کوئی چیز اشکال کی تو سمجھ میں نہیں آئی اور خالی تفصیلات کے لیے رسالہ تالیف کرنے کے لیے وقت کہاں سے لاؤں۔

محمد زکریا کاندھلوی

سوال ۶ امام مسلم باب فضل النظر الیہ صلی اللہ علیہ وسلم وتمنیہ میں فرماتے ہیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفس محمد فی یدہ لیاتین علی احدکم یوم ولا یرانی ثم لان یرانی احب الیہ من اہلہ ومالہ معہم قال ابو اسحق المعنی فیہ عندی لان یرانی معہم احب الیہ من اہلہ ومالہ وہو عندی مقدم ومؤخر مسلم شریف (ص ۲۶۴ ج ۲)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ابو اسحق کون ہیں؟ اور صورت تقدیم میں معنوی کیا فرق ہے اور تقدیم تاخیر صرف لفظ معہم میں ہی ہے یا اس کے ساتھ ثم لا یرانی میں بھی ہے اور یہ رویت حالت

[۱] اخرجہ البخاری فی العتق ص ۳۴۳ ج ۲ ومسلم ۴۹۲ وکذا اخرجہ الطحاوی فی کتاب العتاق ص ۵۲ ج ۲
[۲] کتاب العتق والولاء ص ۱۰۰ [۳] ص ۱۱ کتاب العتق۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو لامع الدراری ص ۲۱۷

بیداری زندگی دنیا میں ہے یا حالت نوم میں تو بہت لوگوں کو دیدار نبوی ہو جاتا ہے۔

فائدہ تقدیم تاخیر لفظ معھم کا بیان فرمادیں۔ فانہ دقیق۔ ابو محمد عبد الجبار غفرلہٗ

جواب

اس حدیث شریف میں بظاہر ایک اشکال ہے اور وہ یہ ہے کہ معھم ظرف ہے جو مالہ کے ساتھ ہے اور ظرف جامد کے لیے بغیر کسی تاویل کے لیے نہیں ہوتا اس لیے بندہ کے ناقص خیال میں ابو اسحاق نے اس کو تقدیم تاخیر پر عمل فرما کر اس طرف اشارہ کیا کہ معھم یرانی کا ظرف ہے مالہ کا نہیں ہے یہ توجیہ امام نووی رح کی توجیہ کے خلاف ہے انھوں نے اس کو جملہ کی تقدیم و تاخیر پر حمل فرمایا ہے جیسا کہ آپ کے سامنے ہے میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال ظرف کے دو جواب اپنی کتاب کے بین السطور میں تحریر فرمائے ہیں چنانچہ معھم کے نیچے لکھا ہے وہو معھم ای رویۃ ایای احب الیہ من اہلہ ومالہ حین ہو معھم وعلی ہذا فالظرف حال من فاعل یری او ہو حال من مالہ ای کائنا مالہ مع اہلہ یہ سب مسلم شریف کے الفاظ کے موافق ہے مسند احمد کے الفاظ اس حدیث میں احب الیہ من اہلہ ومالہ ومثلھم معھم ہیں ان میں کوئی اشکال ہی نہیں اگر مسلم شریف کے کسی نسخے میں یہ الفاظ آئیں تو مطلب اونچا ہو جاتا ہے۔ ابو اسحاق سے مراد بندہ کے ناقص خیال میں امام مسلم کے شاگرد اس کتاب کے راوی ابو اسحٰق ابراہیم بن محمد بن سفیان ہیں اور رؤیت سے مراد دنیوی رؤیت ہے اور حدیث کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کثرت سے حاضری پر تنبیہ اور ترغیب ہے کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ سارے مال و متاع کے مقابلہ میں میرا دیکھنا زیادہ محبوب ہوگا مگر میری وفات کی وجہ سے نصیب نہ ہوگا۔ لہٰذا جو وقت باقی ہے اس کو مغتنم سمجھا جائے یہی مطلب امام نووی رح نے اختیار فرمایا ہے۔ دوسرا مطلب بندہ کے نزدیک یہ بھی ہو سکتا ہے کہ احدکم سے مراد صحابہ کرام نہیں بلکہ مسلمانوں کی جماعت ہے اور اس صورت میں حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میرے وصال کے بعد ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ اپنے اہل و عیال کے مقابلہ میں میری تھوڑی سی دیر کی زیارت کو زیادہ محبوب رکھیں گے مگر چونکہ اس عالم میں موجود نہ ہوں گا اس لیے یہ تمنا پوری نہ ہو سکے گی حضرت ابو ہریرہ رض کے دوسرے الفاظ ان ناسا من امتی یاتون بعدی یود احدہم لو اشتری رؤیتی باہلہ ومالہ اس مفہوم میں واضح ہے سیوطی نے خصائص میں اس حدیث پر ترجمہ باندھا ہے اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم لیقوم یاتون من بعدہ اور حاکم نے مستدرک ص ۸۵ ج ۴ میں اس حدیث کو باب فضائل التابعین میں ذکر کیا ہے۔

زکریا عفی عنہ ۴ر شعبان ۶۳ھ

سوال ۷

امام مسلم رح (ص ۲۹۵ ج ۲) فضائل ابی ذر رض میں حدیث عبد اللہ بن صامت اور حدیث عبد اللہ بن عباس لائے ہیں ان دونوں روایتوں میں تعارض ہے حدیث عبد اللہ بن صامت میں تو پہلی ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رض سے ثابت ہوتی ہے اور اس روایت میں قیام مکہ ابو ذر رض صحابی کا ایک ماہ ہے اور حدیث ابن عباس رض میں پندرہ روز اور پہلی ملاقات حضرت علی رض سے اور پھر تین چار روز کے بعد ہی اپنے وطن چلے جانا۔ وقال الحافظ رح فی الفتح قد اخرج مسلم قصۃ اسلام ابی ذر رض من طریق عبد اللہ بن الصامت عنہ وفیہا مغایرۃ کثیرۃ لسیاق ابن عباس رض ولکن الجمع بینہما ممکن فتح الباری ص ۱۳۹ ج ۱۵ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے جو تطبیق دی ہے وہ تسلی بخش نہیں ہے وہ خود تردد میں ہیں وقال القرطبی فی التوفیق بین الروایتین تکلف شدید۔ آپ کوئی سہل الفہم دل کو لگتی ہوئی تطبیق بیان فرمادیں۔

ابو محمد عبد الجبار غفرلہٗ

جواب

بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایتوں کے سیاق میں یقیناً بہت اختلاف ہے اسی لیے قرطبی نے جمع بینہما کو تکلف شدید بتایا ہے، لیکن جب کہ واقعات کے نقل میں اجمال اور تفصیل کا اختلاف ہوا ہی کرتا ہے اور روایتیں دونوں صحیح ہیں کہ ایک بخاری شریف کی ہے دوسری مسلم شریف کی اور دونوں روایتوں کو ان دونوں حضرات کے علاوہ اوروں نے بھی بلا نکیر نقل فرمایا ہے، بالخصوص مسلم شریف کی روایت کو حاکم نے امام احمد نے اور دیگر حضرات نے نقل کیا ہے تو حافظ رح کا یہ کہنا کہ دونوں میں جمع ہو سکتا ہے گو تکلف ہی ہو اقرب ہے کہ جمع بین الروایتین صحیح روایت کو رد کر دینے سے اولیٰ ہے یہی چیز اکثر حنفیہ کو جمع بین الروایتین پر مجبور کیا کرتی ہے کہ کسی روایت کے صحیح ہو جانے کے بعد جلدی سے اس کو رد کر دینا مشکل ہوا کرتا ہے، اس لیے ان دونوں میں تکلف سہی لیکن جمع ممکن ہے۔ قیام مکہ ایک ماہ اور پندرہ یوم کا اختلاف تو ایک ہی روایت کے دو طرق ہیں کہ دونوں لفظ عبد اللہ بن الصامت کی روایت کے ہیں کہ ابن عباس کی وہ روایت اس سے ساکت ہے اس لیے اگر حضرت ابو بکر رض والی ملاقات کو ابتداء پر حمل کیا جائے کہ چونکہ وہ شب کو ہوئی تھی اور مسافروں کی بالخصوص مظلوموں کی اعانت ان حضرات کا شیوہ ہے حضرت ابو بکر رض شب کو انھیں گھر لے گئے کھانا کھلایا اور رات ہی کو واپس کر دیا کہ غریب پر ان کی وجہ سے زیادہ مظالم نہ ہوں تو کوئی اشکال نہیں اور چونکہ اب تک حضور کے دولت کدہ کی نہ زیارت کی نوبت آئی تھی نہ اس عبد اللہ بن صامت کی روایت میں اس وقت مسلمان ہونے کا ذکر ہے



بلکہ صرف تحیۃ الاسلام ہے اس لیے اس واقعہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قصہ پیش آیا، اور ان کی ہم رکابی میں جاکر دن میں حضور کے دولت کدہ پر مسلمان ہوئے اور اس واقعہ کے تین چار روز بعد ہی واپس ہوگئے تو اس میں کیا مانع ہے عبداللہ بن صامت کی روایت میں ثم غبرت ما غبرت میں اشارہ ہے کہ ابوبکر رضی کی ضیافت کے بعد کچھ زمانہ گذرا لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ مکہ پہنچنے کے پندرہ یوم بعد حضرت ابوبکر رضی کی ضیافت کا قصہ پیش آیا اور اس کے بعد ۱۵ دن اور گذر گئے پھر حضرت علی رضی کا قصہ پیش آیا تو پندرہ یوم اور ثلثین یوم کی روایتوں کو بھی جمع کیا جاسکتا ہے۔ ابن عباس رضی کی روایت میں فاتی المسجد فالتمس ولا یعرفہ وکرہ ان یسال عنہ کے الفاظ میں تو یہ ہے کہ یہ فوراً ہوگیا اور نہ یہ کہ کتنے دن اس دوران میں گذر گئے، لہٰذا دونوں روایتوں کا جمع ہونا ممکن ہے حلیہ ابونعیم میں یہ واقعہ کئی طرق سے نقل کیا گیا ہے، میرے پاس موجود نہیں ہے، آپ کے پاس ہو تو ملاحظہ کرلیجئے شاید زیادہ حل ہوجائے اور نظام الدین جانے پر یاد رہا تو بندہ بھی دیکھ لے کا وہاں موجود ہے۔

۲۴ رشعبان سنہ ھ　　محمد زکریا عفی عنہ

سوال ۸　مسلم شریف میں ہے، ان الشیطان قد ایس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب الحدیث۔ اس حدیث کا کیا مطلب ہے حالانکہ حرمین شریفین میں بہت سی بدعات ہوتی ہیں اور قبر پرستی بھی بزمانہ شریف حسین ہوتی تھی اور یمن وغیرہ کے مزارات کی تو اب تک پرستش ہوتی ہے کیا قبر پرستی بت پرستی نہیں ہے؟ محمد بن عبدالوہاب نجدی مرحوم نے قبر پرستی و شجر پرستی پہ جہاد کیا ہے، اسی لیے آج بدعتی فرقہ غالیہ ہم کو وہابی کہتے ہیں۔ اس حدیث کی تشریح فرمائیں۔　عبدالجبار غفرلہ

جواب　مسلم شریف کی حدیث کی توجیہ تو ضروری ہے اور کئی توجیہیں ہوسکتی ہیں، اول یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دور کا حال بتلایا ہے جس کی طرف ولکن التحریش بینہم سے اشارہ ہے یعنی وہ حضرات جو اس زمانے میں تھے یا اس کے قریب قریب جس کا وقوع مشاجرات صحابہ سے ہوا، دوسری توجیہ ہوسکتی ہے کہ قرب قیامت کے حالات علٰحدہ ہیں اور اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ اشراط الساعۃ کا ظہور ہے تیسرے یہ کہ اصنام کی حقیقی عبادت مراد ہو جس کی طرف آپ نے بھی اشارہ کیا ہے چوتھے یہ کہ مسلم شریف کی حدیث میں عدم الوقوع نہیں ہے بلکہ شیطان کی مایوسی کا بیان ہے اور بہت سے امور مایوسی کے بعد بھی وقوع میں آجایا کرتے ہیں پانچویں یہ کہ مصلون ارشاد فرمایا ہے۔ ... ی لوگ بت پرستی کریں ایسا نہ ہوگا اور حقیقی بت پرستی مراد ہے۔　زکریا عفی عنہ